تاریخ نظامی
سوانح حیات
شاہنشاہ عالم پناہ حضرت سلطان المشائخ
خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی
سید بخاری بدایونی ثم الدہلوی
مؤلفہ
حضرت پیر ضامن نظامی سید بخاری - جدی وارث وجانشین حضرت
طابع و ناشر
احمد نظامی - سید بخاری
مینیجر کتب خانہ نظامیہ
حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی

روضۂ منورہ

حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بخاری رح۔
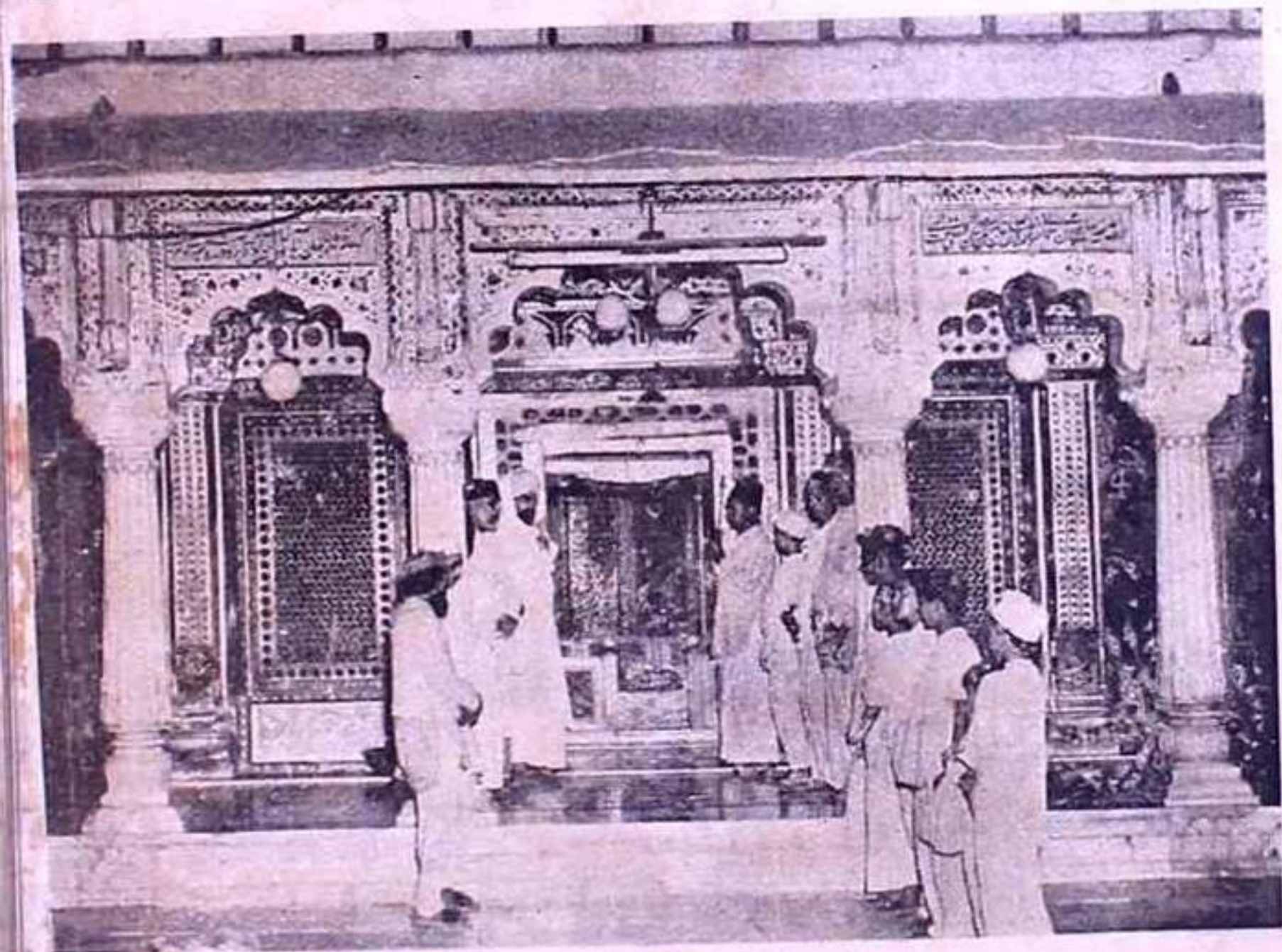
روضۂ منورہ کی بائیں جانب خصوصی حاضری اور دعا کے لئے
حضرت پیر ضامن نظامی سید بخاری استادہ ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بخاری بدایونی ثم الدہلوی کی

مستند سوانح حیات

تاریخِ نظامی

مؤلفہ

حضرت مولانا پیر ضامن نظامی بخاری مدظلہ

وارثِ جدی و اولادِ امجادِ برادرِ جدِ بزرگوار حضرت محبوبِ الٰہی

شائع کنندہ

پیرزادہ خواجہ احمد نظامی بخاری منیجر کتب خانہ نظامی آستانہ مبارک

نیو دہلی نمبر ۱۳

فون نمبر 46/155 ... ہدیہ -/8/1

مطبوعہ جید پریس بلیماران دہلی

حضرت شیخ ابو محمد علوی حیدری ۱۲۲
سیخی معاشہ ۱۲۳
شیخ نور الدین ملک یار پران ۱۲۴
گھوڑے کا نذرانہ ۱۲۵
حضرت سید محمود بحار ۱۲۶
بادشاہ دب کر مر گیا ۱۲۷
حضرت شمس الدین اوتاد اللہ ۱۲۹
حضرت کے زرین ارشادات ۱۳۱
پیدائش آدم اور انسانی شکلوں کا اختلاف
عشق اور عقل ۱۳۳
درد و محبت ۱۳۳
کھانے کے وقت سلام ۱۳۴
خرق کی بے اختیاری ۱۳۴
مسلمان کو کیا کرنا چاہیے ۱۳۵
طاعت الٰہی کی قسمیں ۱۳۷
نماز اشراق کی ترکیب ۱۳۷
قرآن شریف سننے کی سعادت ۱۳۸
صدقہ کی مقبولیت ۱۳۸
تقسیم نقد سے کھانا کھلانا افضل ہے۔ ۱۳۹
درویشانہ تجارت ۱۴۰
حرکت انسان کا فلسفہ ۱۴۰
سورہ یٰسین کی برکت ۱۴۲
صبر و رضا ۱۴۳
تجدید بیعت ۱۴۳
بزرگوں کا ہر فعل طاعت حق ہے ۱۴۴
دعا مانگنے کا طریقہ ۱۴۶
معجزہ اور کرامت ۱۴۷
خاکساران جہاں را بحقارت منگر ۱۴۸
الحمد شریف کی فضیلت ۱۴۹
نماز کی تشریح ۱۴۹
رزق کی قسمیں ۱۵۰
زکوٰۃ کی قسمیں ۱۵۱
مرشد کا حکم ۱۵۲
صبر کی قسمیں ۱۵۳
حسد اور غبطہ ۱۵۳
اپنا دل صاف رکھو ۱۵۴
نزول رحمت کے اوقات ۱۵۴
آداب گفتگو ۱۵۵
سجدۂ تعظیمی ۱۵۶
عملیات ۱۵۶
عمل قضائے حاجات ۱۵۸
دعائے ردّ بلاء ۱۵۹
نیز دشمن سے حفاظت ″
دعائے روشنی قلب ″
دعائے فرزند صالح ″
دعائے گنج شکر ۱۶۰
دعائے شفائے مرض ۱۶۰
دعائے حفظ قرآن۔ ۱۶۰
سماع ۱۶۱
آداب سماع ۱۶۳
معترض سماع ۱۶۵
حضرت محبوب الٰہیؒ کے خاص اقربا ۱۶۷

ضمیمہ

تقاریر و مکتوبات صدر جمہوریہ ہند
و سپہ سالار اعظم ہند

تتمہ

حضرت محبوب الٰہی کی وراثت
اور جانشینی کا شرعی فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ نظامی

حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ان برگزیدہ خصوصیات کے بزرگ تھے کہ جن کی تمثیل میں بہت کم انسانوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ دُنیا میں صحیح معنوں میں انسان ہونا ہی منشاء قدرت ہے۔ اور اسی منشاء روحانی کی تکمیل و ترویج کے لئے پیغمبر، ولی بزرگ اور رشی دُنیا میں تشریف لائے۔ ہر انسان آدمی ضرور ہوتا ہے لیکن ہر آدمی انسان نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ تعلیم، صحبت اور انسانیت کے ماحول میں عرصۂ حیات نہ گذارے

حضرت غالب کیا خوب فرماتے ہیں ؎ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ مسئلہ پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ اخلاقِ انسانی کی اصلاح ہمیشہ اولیاء برحق نے اپنے اسوۂ حسنہ اور اُس کا باعث روحانی طاقت کے اثر سے کی ہے جس کا مفہوم عام سمجھ سے بالاتر ہے۔ آدمی کو حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے۔ لیکن اُس کے نطق میں شستگی اور فصاحت و بلاغت علم کی روشنی سے پیدا ہوتی ہے۔ عشق و محبت۔ صداقت اور بلند خیالی بزرگوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ مالک الملک نے پیغمبر۔ غوث۔ قطب۔ ابدال ولی اور بزرگ دُنیا میں اسی لئے بھیجے تاکہ وہ اپنی ظاہری و باطنی اخلاقی خوبیوں کے اثرات سے بنی آدم کے نفسانی رذائل کو نابود کر دیں اور تزکیۂ نفس و تنقیۂ باطنی کا عمل جاری ہو جائے آفرینش عالم سے کر اب تک دُنیا کے ہر حصہ کو ایک مصلح اور ریفارمر کی ضرورت رہی ہے جس کا قدرت کی طرف سے وقت اور ماحول کی مناسبت سے انتظام ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ بمقتضائے ماحول سرزمین ہند کا ذرہ ذرہ روحانیت کی شراب طہور سے پیاس بجھانے کے لئے ایک عرصہ تک تشنہ لب رہا۔ آخر چشتیہ خاندان کے اولیائے کرام اور بزرگوں نے ورود

فرمایا۔ ان حضرات کا ورود لاؤ لشکر۔ تیر و تفنگ۔ تیغ و خنجر یا زرہ بکتر کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ ایک فاقہ کش۔ دلق پوش اور پا پیادہ مسکین مسافر کی حیثیت سے ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس خصوصیت کے انسان کی ظاہری ہیئت گدائی کا اثر ایک اجنبی پر کیا ہو سکتا ہے لیکن ان حضرات کے پاس روحانیت کی وہ شمشیر جوہر دار تھی اور نظروں میں وہ شعاع برقی تھی کہ جس سے آنکھ ملتی تھی وہ قلب و جگر کی گہرائیوں تک اُتر جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کے ماننے والے آج ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں۔ اور اُن کی تالیف قلوب اور روحانی کشش کے لافانی اثرات کے قائل ہیں۔ اس مقصد عظیم کی ادائیگی کے لئے حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے دادا حضرت خواجہ علی بخاریؒ اور حضرت کے نانا حضرت خواجہ عرب بخاریؒ وارد ہندوستان ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ پہلے لاہور میں ٹھہرے۔ اور پھر شہر بدایوں میں تشریف لاکر مستقل رہائش اختیار کی۔ بدایوں کو اس زمانے میں قبۃ الاسلام کہا کرتے تھے۔ یہ شہر علماء و مشائخین کا مخزن تھا۔ یہیں آفتاب محبوبی طلوع ہوا۔ اور ہندوستان کے دل دلّی میں نقطۂ نصف النہار پر جلوہ افروز ہوا۔

حضرت محبوب الٰہی کی اس تمام روداد حیات کو مختلف مورخوں نے قلمبند کیا ہے۔ لیکن بعض مورخ عقیدت یا خود ستائی کے جذبہ سے متاثر ہو کر مبالغہ کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ میں نے حتی الامکان اس خامی کو اس کتاب میں داخل نہیں ہونے دیا اور انتہائی کوشش کی ہے کہ ایک ایک لفظ تاریخ اور سچے واقعات کی روشنی میں لکھا جائے۔ کوئی روایت من گھڑت یا لغو تحریر نہ ہونے پائے۔ چونکہ یہ کتاب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی مکمل اور مستند سوانح حیات کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس کا نام حضرت کے نام نامی کی مناسبت سے تاریخ نظامی رکھا گیا ہے۔ اس کتاب کا زیادہ تر ماخذ حضرت کے ملفوظات کی مشہور و مستند کتب سیر الاولیا اور فوائد الفواد سے ہے۔ اس کے علاوہ تحفۃ الابرار۔ احسن الشمائل۔ جیب الاوراد۔ جوامع الکلم۔ فتوحات مکیہ۔ تاریخ فرشتہ۔ طبقات نظامی۔ اور

انوار الاولیاء وغیرہ سے بھی اقتباس کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں ناظرین جو کمی محسوس کریں
اس سے مجھ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اصلاح کا خیال رکھا جائے۔

دعا گو:— پیر ضامن نظامی (جانشین نسبی
و مجددی خواہر زادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضؓ)

والدین

حضرت خواجہ علی بخاری کے فرزند حضرت خواجہ احمد بخاری ولی مادر زاد پیدا ہوئے تھے اور حضرت خواجہ عرب بخاری کی صاحبزادی بی بی زلیخا بھی ولیۂ عارفۂ کاملہ۔ بلکہ رابعۂ عصر پیدا ہوئی تھیں۔ بدایوں میں ان دونوں کا عقد مسنون ہوا۔ اور خواجہ عربؒ و خواجہ علیؒ دراصل آپس میں بنی اعمام تھے (تایا چچا کی اولاد) اب ایک نیا رشتہ قائم ہو گیا۔

والد ماجد

حضرت خواجہ احمد ولی مادر زاد تھے اور پیدا ہوتے ہی کلمۂ توحید انکی زبان مبارک سے فصیح الفاظ میں نکلا تھا۔ سن بلوغ کو پہنچتے ہی عالم ہو گئے تھے۔ امانت اور دیانت میں بہت مشہور تھے۔ علمی فضیلت اور امانت و دیانت دار ہونے کی وجہ سے بادشاہ وقت نے شہر بدایوں کا قاضی آپ کو منتخب کیا تھا مگر آپ کی طبیعت کا میلان اسطرف نہ تھا۔ بادشاہ کے اصرار سے کچھ عرصہ تک قضاءت کی اور پھر قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ اور عبادت و ریاضت میں تمام زندگی بسر کی۔ آپ اپنے والد حضرت خواجہ علی بخاری سے بیعت تھے۔ اور خواجہ علی بخاری کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت خواجہ ابراہیم ادھم بلخی تک پہنچتا ہے۔ آپ کا انتقال ۵ ذالحجہ سنہ میں ہوا تھا۔ اور شہر بدایوں میں مدفون ہوئے تھے۔

والدہ ماجدہ

حضرت بی بی زلیخا زہد و اتقا میں رابعۂ عصر تھیں۔ اُن کی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوا کرتی تھیں۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو اپنے سر مبارک سے دامن اتار کر آگے رکھ لیتی تھیں، اور پانچسو بار درود شریف پڑھا کرتیں۔ درود ختم نہ ہونے پاتا تھا کہ مشکل آسان ہو جاتی۔ اور مراد بر آتی تھی۔

ایک دفعہ آپکی کنیز کہیں چلی گئی تھی اور خدمت کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہ تھا حضرت

بہت پریشان تھیں - آخر حسب معمول مصلے بچھا کر با وضو بیٹھیں اور سر سے دامنی اتار کر درود پاک پڑھنا شروع کیا - اور عرض کیا یا مسبب الاسباب جب تک میری کنیز نہ آئیگی دامنی سر پر نہ رکھوں گی - تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ مرد غیب آیا اور دروازہ پر آواز دی - آپکی کھوئی ہوئی کنیز مل گئی ہے - یہ آواز سنکر حضرت محبوب الٰہی باہر تشریف لائے اور کنیز کو والدہ کی خدمت میں حاضر کر دیا

بیٹے کو پسند کرو یا شوہر کو

جب حضرت خواجہ سید احمد بیمار ہوئے اور حالت تشویش ناک ہو گئی تو حضرت کی رفیقۂ حیات بی بی زلیخا رحمۃ بہت پریشان اور رنجیدہ ہوئیں - اور شوہر کی سلامتی کے لئے خدا سے دعائیں اور منتیں مانگنی شروع کیں - ایک روز خواب میں دیکھا کہ اُن سے کوئی کہتا ہے - بی بی صاحبہ یا تو بیٹے کو پسند کر دا اور یا شوہر کو - بی بی صاحبہ کے لئے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا کیونکہ بیٹا لخت جگر تھا اور شوہر - سر کا تاج! اس کشمکش میں ندائے غیبی کی طرف توجہ کی اور دل نے کہا کہ نظام الدین کو پسند کر کیونکہ وہ سلطان الاولیا ہوگا - اور مخلوق کے لئے منبع فیض - اس اشارے پر حضرت بی بی صاحبہ نے بیٹے کو پسند کیا اور حضرت خواجہ سید احمد تھوڑے ہی عرصہ میں واصل حق ہو گئے - اس وقت حضرت محبوب الٰہی کی عمر پانچ سال کی تھی -

خدا کے مہمان

حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ جس روز گھر میں کچھ کھانے کے لئے نہ ہوتا تھا تو اماں جان فرمایا کرتی تھی نظام الدین آج ہم خدا کے مہمان ہیں - حضرت کو والدہ کے اس فقرہ سے بڑا لطف آتا تھا اور دن بھر اسی کلام اثر سے محفوظ ہوتے رہتے تھے - ایک دفعہ کسی عزیز نے چند روز کے لئے غلہ بھیجدیا اور کئی روز تک فاقہ کی نوبت نہ آئی تو حضرت سلطان المشائخ نے تمنا کی یا خدا وہ دن کب آئیگا کہ اماں جان فرمائیں گی - اے خدا ہم آج تیرے مہمان ہیں چنانچہ غلہ ختم ہوا اور والدہ نے وہی فقرہ دوہرایا - حضرت سنکر بہت خوش ہوئے - اور ایک بے خودی سی حضرت پر طاری ہو گئی -

والدہ ماجدہ کا وصال

سایہ پدری سر سے اٹھنے کے بعد جب حضرت محبوب الٰہی

عنفوانِ جوانی کو پہنچے تو دوسرا المناک منظر سامنے آیا۔ یعنی حضرت کی رفیق و شفیق والدہ
حضرت بی بی زلیخا علیل ہوئیں اور حالت خطرناک ہوگئی حضرت کو شب و روز یہی خیال دامنگیر
رہتا تھا کہ باپ کے بعد ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو پھر میرا کون ہاتھ پکڑنے والا ہوگا۔
حضرت بی بی صاحبہ کی حالت اتنی خراب ہوگئی تھی کہ خورد و نوش بالکل ترک کر چکی تھیں
اور آنکھوں میں محبت الٰہی کے جوش کی سرخی نمودار تھی، اور دل سے ذکرِ حق کی صدا آتی تھی
آخر چاندرات آئی۔ اور حضرت محبوب الٰہی معمول کے موافق سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ سلام
کیا اور قدموں پر سر رکھا، بی بی صاحبہ نے محبت بھری اور پُرنم نظروں سے فرزند دلبند کو دیکھا
اور سلام لے کر فرمایا۔ بیٹا کیا آج چاند رات ہے۔ حضرت نے فرمایا، جی ہاں، پھر حضرت کے
سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ بیٹا آئندہ ماہ کس کے قدموں پر سر رکھو گے۔ اور ان محبت بھری
نگاہوں سے تم کو کون دیکھے گا یہ سُن کر حضرت آبدیدہ ہوئے اور دل بھر آیا۔ عرض کیا
اماں جان مجھ کو آپ نے کس کے سپرد کیا۔ فرمایا کل صبح اس کا جواب دوں گی اب تم جاؤ
اور نجیب الدین متوکل کے پاس رہو۔ حضرت نے حکم کی تعمیل تو کی لیکن تمام رات جاگتے اور
روتے کٹی۔ علی الصبح کنیز آئی اور کہا والدہ یاد کر رہی ہیں۔ حضرت حاضر ہوئے اور آداب و
قدمبوسی بجالائے۔ قدموں پر سر رکھ کر زار زار روئے۔ اور عرض کیا میری خوش دلی
حضور کی حیات پر منحصر ہے۔ حضرت بی بی صاحبہ نے فرمایا۔ نظام! کل کی بات یاد ہے۔
حضرت نے فرمایا یاد ہے۔ فرمایا آؤ وعدہ پورا کریں۔ یہ فرما کر حضرت محبوب الٰہی کا داہنا
ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان کی طرف اونچا اٹھایا، اور فرمایا اے خدا بیٹے نظام کو
تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے اور جان بحق ہوگئیں۔ مزار درگاہ
بی بی نور بی بی حور میں لب سڑک مہرولی قطب مینار سے ایک میل دہلی کی طرف واقع ہے۔
حضرت محبوب الٰہی نے سپرد خدا ہونے کے بعد فرمایا کہ جو لطف مجھ کو اماں جان کے
اس فقرہ سے آیا ہے وہ لطف اسوقت بھی نہ آتا جبکہ ایک موتیوں کا بڑا محل میرے لئے بھیج دیتیں۔

حضرت سلطان المشائخ کی ولادت

حضرت سلطان المشائخ
خواجہ سید نظام الدین اولیا

محبوب الٰہیؒ شہر بدایوں میں ۲۰ صفر المظفر ۶۳۶ھ بروز آخریں چہار شنبہ تولد ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی آپ سے آثار بزرگی ظاہر ہونے لگے تھے۔ والدین کے بہت چہیتے اور لاڈلے تھے جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور جوانی تک ماں کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔

تعلیم

باپ کا سایہ اُٹھ جانے کے بعد ایک ایسے یتیم بچہ کے لئے تعلیم حاصل کرنا یا اسکے اخلاق درست رہنا کہ جسکی ماں توکل کی زندگی بسر کرتی ہو، اور صرف پیٹ کی دو روٹیوں اور تن کے تین کپڑے دل سے زیادہ محنت مزدوری کر کے حاصل نہ کر سکتی ہو مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ لیکن کسی کو کیا معلوم کہ جو وارث الانبیا ہو کر دنیا میں آتے ہیں۔ اور جنکی زندگی شمع ہدایت بنکر دُنیا کے گوشہ گوشہ کو روشن کر دیتی ہے اور جنکا مستقبل آفتاب ولایت بنکر دنیائے تاریکی کو منور کرنے والا ہوتا ہے۔ انکی ہر طرح کی حفاظت خدا آپ کرتا ہے۔

؎ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے
فانوس بن کے آپ حفاظت خدا کرے

باپ کا سایہ اُٹھ جانے کے بعد ہی حضرت سلطان المشائخ کو انکی والدہ نے مکتب میں بٹھا دیا تھا۔ آپ ایسے ذہین اور لاثانی حافظہ رکھتے تھے کہ تھوڑے ہی دنوں میں پورا کلام اللہ پڑھ لیا اور کتابی درس لینا شروع کر دیا تھا اور بارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ استاد نے کہا نظام الدین اب تمہاری دستار بندی ہونی چاہیے یہ بات والدہ کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سوت کاتا بُنا۔ مگر تاریخ مقررہ پر دعوت کا اہتمام کیا جس میں بزرگان وقت اور علماء دین شریک ہوئے۔ تناول طعام کے بعد حضرت مولانا خواجہ علی خلیفہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے دستار

اُٹھائی اور حضرت سلطان المشائخ کے ہاتھ میں ایک سہرا دے کر فرمایا - تو باندھو - حضرت نے دستار باندھی - اور پہلے حضرت مولانا مذکور کے قدموں میں سر رکھا - اور پھر تمام حاضرین مجلس کو سلام کیا اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - دستار فضیلت نو عمر بیٹے کے سر پر بندھی دیکھ کر والدہ کا دل باغ باغ ہو گیا اور ترقی عمر و اقبال کی دعائیں دینے لگیں -

علمی فضیلت

حضرت سلطان المشائخ بچپن سے ہی حصول علم کا شوق رکھتے تھے ذکی اور فہیم ایسے تھے کہ بہت جلد ادق مسائل کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے - چنانچہ اپنی طبیعت کی تیزی اور بے مثال عالی دماغی کے سبب بحاث محفل شکن کا خطاب آپ کو مل گیا تھا - علماء و فضلا میں جب کبھی علمی مسائل پر بحث ہوتی تھی تو اسمیں آپ ہی کا پلہ بھاری رہتا تھا - آپ وہ نکات اور باریکیاں نکال لیتے تھے کہ سب دنگ رہ جاتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے عالم کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی - اس لئے آپ کو مولانا نظام الدین بحاث محفل شکن کہا جاتا تھا - آپ نے علم حدیث - تفسیر - فقہ - اصول - ہیئت - ہندسہ منطق اور معانی وغیرہ علوم میں اپنے زمانے کے علماء میں ممتاز درجہ حاصل کیا تھا مقامات حریری - حضرت مولانا شمس الملک سے پڑھی تھی - اور مشارق الانوار جو علم حدیث کی کتاب ہے حضرت مولانا کمال الدین محدث سے پڑھی تھی علاوہ اس کے حضرت ہفت قرأت قرآن پاک کے بھی عالم تھے - اس زمانہ میں ایک شہرہ آفاق قاری مولانا شادی المقری تھے جو حضرت کے استاد تھے

تعلیم روحانی کا شوق

اگرچہ حضرت سلطان المشائخ کی نشست و برخاست ایک عالم ہونے کی وجہ سے علماء و فضلاء کیساتھ رہا کرتی تھی لیکن دل ہمیشہ سے علوم باطنی کا طالب تھا - اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے - اے خدا مجھکو کب علم حقیقی کی روشنی سے بہرہ ور فرمائے گا - شب و روز یہی خیال دامنگیر رہتا تھا - ظاہری تعلیم ابھی جاری تھی اور علم لغت پڑھ رہے تھے کہ ابوبکر خرالیط جنکو ابوبکر قوال بھی کہا کرتے تھے حضرت کے استاد کی خدمت میں آئے اور سفر کے حالات میں شیخ شہاب الدین ذکریا ملتانی کا

ذکر بھی کیا۔ اور کہا میں عرصہ تک اُن کے پاس رہا بڑے عارف بزرگ ہیں ان کے ہاں ہر وقت ذکر حق ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لونڈیاں آٹا پیستی ہیں یا گوندھتی ہیں وہ بھی ذکر کرتی رہتی ہیں، ابوبکر قوال کی اس گفتگو کا حضرت سلطان المشائخؒ کے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن جب انہوں نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے حالات سنائے تو خود بخود بابا صاحب کی جانب دل کھنچنے لگا۔ اور غائبانہ محبت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد فرید فرید وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ الغرض جب حضرت سلطان المشائخؒ کی عمر ۱۶ سال کی ہوئی تو حضرت بدایوں سے دہلی تشریف لائے۔ راستہ میں ایک رفیق سفر عوض نامی ساتھ ہو لئے۔ جن کی وجہ سے سفر عافیت کے ساتھ کٹ گیا۔ راستہ میں جہاں کہیں خطرہ پیش آتا عوض کہتے پیر مدد کرو۔ اور خطرہ دور ہو جاتا تھا۔ پیر غیب کی کرامت دیکھ کر حضرت سلطان المشائخؒ سے رہا نہ گیا اور آپ نے پوچھا کون سے پیر کی مدد چاہتے ہو۔ عوض نے کہا اسی پیر کی کہ جس کی محبت تم کو کشاں کشاں لئے جا رہی ہے۔ یعنی حضرت خواجہ شیخ فرید الدین قدس سرہٗ کی یہ سنکر حضرت کے دل میں اور زیادہ اشتیاق پیدا ہو گیا۔ اور دہلی پہنچے تو حسن اتفاق سے حضرت بابا فریدؒ کے برادر اور خلیفہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے پڑوس میں قیام کیا۔ اور بابا صاحب کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہر وقت حضرت شیخ برادر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اور بابا صاحب کے حالات بڑے ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے لیکن پھر بھی دل سے تحصیل علم کا شوق کم نہ ہوا تھا اور دہلی آکر بھی آپ نے درس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ جہاں آپ فروکش ہوئے تھے اس جگہ کو سرائے نمک کہتے تھے۔ وہاں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا آپ کے ہمراہ والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ بھی مقیم تھیں۔

حضرت نے کچھ عرصہ بعد یہ مکان بدل لیا تھا اور زیر مسجد ہلال طشت دار قیام فرما لیا تھا۔

جب تمام علوم میں کافی دسترس اور مہارت حاصل ہوگئی تو ایک روز شیخ نجیب الدینؒ
سے عرض کیا شہر کی قضاوت مل جائے تو بہتر ہے۔ حضرت شیخ نے تبسم کیا اور فرمایا
نظام الدین قاضی مشو۔ چیزے دیگر شو۔ اور فرمایا تم ایسے بادشاہ ہوگے کہ ایک
عالم تمہارے سایہ میں آرام لے گا۔ اور تم ایسے ماہ منور ہوگے کہ سارا جہان تمہارے
نور سے منور ہوگا یہ سنکر سلطان المشائخ کا ارادہ بدل گیا اور آپ نے اپنے ذوق باطنی
میں ترقی حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا

اب آپ کی عمر بیس سال کی ہوچکی تھی کہ ایک دن جامع مسجد میں صبح کی اذان
کے وقت تشریف لے گئے مؤذن نے منارہ پر بیٹھکر یہ آیت قرآنی پڑھی اَلَمْ یَاْنِ
لِلَّذِیْنَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللہِ۔ اور حضرت کے دل پر ایسی عجیب
کیفیت طاری ہونی شروع ہوئی کہ بے خرچ زادراہ لئے بغیر حضرت باباصاحب سے
ملنے کے لئے اجودھن شریف روانہ ہوگئے۔

مرشد روحانی سے ملاقات

حضرت سلطان المشائخ جب اجودھن
پہنچے تو بدھ کا دن تھا اور رجب ۶۵۵ھ
کی پندرھویں تاریخ۔ مرشد روحانی سے پہلا کلام جو حضرت نے سنا وہ یہ تھا۔
ع اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ٭ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ
اور فرمایا اے نظام الدین میں سوچتا تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی کو دوں لیکن
ندائے غیبی نے میری رہنمائی کی اور تمہاری آمد کی خبر سے مجھکو مطلع کیا۔ یہ فرماکر حضرت
سلطان المشائخ کو مرید کیا اور کلاہ سر مبارک پر رکھی۔ نعلین اور خرقہ بھی عطا فرمایا
اور خادم کو حکم دیا کہ مولانا نظام الدین کے لئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھائی جائے۔
مگر حضرت نے بپاس ادب اور دوسرے مہمانوں کی وجہ سے اخلاقاً اوپر سونا گوارا نہ کیا
آخر حضرت بدرالدین اسحاقؒ نے کہا کہ مولانا اپنا کہا مانوگے یا پیر کا۔ یہ سنکر حضرت مولانا

پلنگ پر تشریف لے گئے اور آرام فرمایا۔

دس بار حاضر ہوئے حضرت سلطان المشائخ کی حاضری حضرت بابا صاحب کی خدمت میں ساری عمر میں صرف دس بار ہوئی ہے اوّل دفعہ حاضر ہو کر سات ماہ سترہ روز قیام فرمایا تھا اور پھر دو سال تک سالانہ حاضر ہوتے رہے تھے۔ اور وصال کے بعد صرف سات مرتبہ حاضر ہوئے تھے۔

خلافت عظمیٰ خلافت کے معنیٰ ہیں جانشینی۔ یعنی کسی کی جگہ پر بیٹھنا۔ بزرگانِ دین کی روحانی جانشینی کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ یہ دنیاوی مصلحتوں یا عقل آرائیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتی چنانچہ حضرت بابا صاحب چاہتے تھے کہ مریدوں میں سے کسی کو خلافت عظمیٰ دیں مگر الہام غیبی حضرت سلطان المشائخ کے حق میں ہوا اور کسی کو خلافت نہ مل سکی۔ کتاب سیر الاولیا میں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ خلافت اس شخص کا حق ہے کہ جس کے دل میں اسکی خواہش نہ ہو۔ اور اس میں تین صفات پائی جاتی ہوں۔ اوّل علم رکھتا ہو۔ دویم۔ عقل سلیم اس میں موجود ہو۔ سویم۔ عشق حقیقی سے اسکا سینہ معمور ہو۔

اقسام خلافت آجکل جو خلافتیں مروج ہیں وہ سات قسم پر ہیں (۱) اصالتاً جو امر الٰہی کے اشارہ پر خلیفہ بنایا جائے۔ (۲) اجازتاً وہ جسم ایک مرشد اپنے وارث کو یا کسی بیگانہ کو کام کے قابل دیکھکر خلیفہ بنائے (۳) اجالاً وہ کہ کوئی شیخ بلا خلیفہ منتخب کئے وصال کر جائے اور قبیلہ کے لوگ کسی دوست یا مرید کو خلیفہ تجویز کر لیں۔ (۴) وراثتاً وہ کہ ایک شیخ گذرا اور کوئی خلیفہ نہ چھوڑا۔ اس کے عزیزوں میں سے ایک کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ (۵) حکماً یہ کہ خلافت پر آپس میں جھگڑا ہوا اور حاکم وقت نے اپنے حکم سے کسی کو بنا دیا۔ (۶) تکلفاً

یہ کہ مرید نے پیر سے استدعا کی یا دوسرے کی سعی سے خلافت پائی (۷) اویسیہ یہ کہ کسی بزرگ کی روح سے فیضِ روحانی پائے اور خلافت حاصل کرے۔

حضرت سلطان المشائخ کی خلافت

چونکہ حضرت میں علمیت درجۂ کمال پر تھی عقلِ سلیم اور عشقِ حقیقی تو قدرت کے عطا کئے ہوئے جوہر آپ میں بچپن ہی سے موجود تھے اور دل میں خلیفہ بننے کی آرزو بھی نہیں تھی اور اگر تھی تو بس خدمتِ شیخ اور اکتسابِ فیضِ روحانی کی تمنا اور آرزو تھی حضرت باباصاحب کی دوررس اور حقیقت بیں نگاہوں نے حضرت کے ظاہر و باطن کو آراستہ دیکھکر اُس دُرِ دریائے تجرید اور گُلِ بستانِ تفرید کو اس عالی منصب کے لئے منتخب کیا تھا کہ جس کے حق میں الہامِ ربانی کی تائید بھی حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخؒ کو حضرت باباصاحب کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ کرتے ہوئے سات ماہ سترہ روز گذر چکے تھے اور ربیع الاول ۶۵۶ھ کی دوسری تاریخ تھی کہ حضرت باباصاحب کا فیضِ روحانی حضرت سلطان المشائخؒ کو نصیب ہوا۔ اس وقت بہت سے درویش، اور صالحین بھی موجود تھے جب حضرت باباصاحب نے خلافتِ عظمیٰ عطا کر کے فرمایا کہ اے نظام الدین تم کو ہندوستان کی ولایت سپرد کی گئی اور میں نے اپنا صاحب سجادہ تم کو بنایا اور ملک ہندوستان کو تمہاری پناہ میں چھوڑا تو یہ کلمات سُنکر حضرت سلطان المشائخؒ نے اپنا سر حضرت باباصاحب کے قدموں میں رکھدیا۔ حکم ہوا سر اٹھاؤ حضرت نے سر اُٹھایا اور حضرت باباصاحب نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی دستار جو اس وقت باندھے ہوئے تھے اتار کر حضرت سلطان المشائخؒ کے سر پر رکھدی۔ خرقۂ خاص اپنے ہاتھوں سے پہنایا، نعلین چوبی (کھڑاؤں) اور عصا بھی مرحمت فرمایا۔ اور فرمایا شکریہ ادا کرو بابا صاحب خود بھی رو بہ قبلہ ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھکر فرمایا الٰہی اس بے چارہ کو

تیرے سپرد کرتا ہوں۔

اور فرمایا نظام الدین جاؤ ہندوستان کو سنبھالو۔ اس کے بعد حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رح سے خلافت نامہ لکھوا کر حضرت کو عطا کیا اور فرمایا مولانا جمال الدین ہانسوی سے اس پر مہر لگوا لینا۔
اس کے بعد فرمایا چونکہ تم میرے انتقال کے وقت موجود نہ ہو گے اس لئے خلافت کا فیصلہ ابھی کر دیا ہے۔

میں بھی حضرت قطب الاقطاب رح کی رحلت کے وقت موجود نہ تھا اور حضرت قطب الاقطاب بھی حضرت خواجہ معین الدین رح اجمیری کے انتقال کے وقت موجود نہیں تھے۔ خلافت نامہ مع ترجمہ صفحہ پر درج ہے

رسول اللہ کا عرس

عرس کے رواج کی قدامت کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت بابا فریدؒ صاحب سرکار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کیا کرتے تھے۔

جب حضرت سلطان المشائخ کو خلافت عظمیٰ عطا ہوگئی اور حضرت دہلی جانے لگے تو ربیع الاول کا مہینہ تھا اور حضرت بابا صاحب نے حضرت سلطان المشائخ کو دہلی جانے سے عرس کی شرکت کے لئے روکا تھا۔ لیکن اتفاق سے اس روز حضرت بابا صاحب کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور جیب خالی تھی عرس کا انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کو راستہ کے خرچ کے لئے حضرت بابا صاحبؒ نے جو ایک غیاثی (سکہ رائج الوقت)

دی تھی وہی عرس کے انتظام کے لیئے پیش فرمادی -
حضرت بابا صاحب بہت خوش ہوئے اور دُعا دے کر
فرمایا کہ تم پر دینادی دولت کے غیبی خزانے کشادہ ہوں گے -
یہ سُنکر حضرت بہت گھبرائے اور دل میں خیال کیا کہ دُنیادی دولت
سے بہت سے بزرگوں کی عاقبت خراب ہوگئی ہے - اور اب
دیکھئے میرا کیا حال ہوتا ہے - دل میں یہ خطرہ آیا ہی تھا کہ حضرت
بابا صاحب نے کشف سے معلوم فرمالیا اور فوراً فرمایا بابا
نظام الدین خاطر جمع رکھو تم کو اسباب دُنیا سے کوئی نقصان نہ
پہنچے گا -

دستار گروی رکھی

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب کے ہاں فاقہ تھا حضرت
سُلطان المشائخ سے فرمایا اے بابا نظام الدین کچھ چیز پکا کر لادو -
اتفاق سے حضرت کے پاس اس وقت بھی کچھ نہ تھا - بازار
گئے اور اپنی دستار سر سے اُتار کر گروی رکھی اور لوبیا خرید کر
پکایا -
اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کیا - انہوں
نے نوش فرمایا - تو بہت لذیذ معلوم ہوا ، فرمایا خوب
پکایا ہے اور نمک بھی خوب ڈالا ہے -
خدا کرے تمہارے لنگر میں ستر من نمک خرچ ہوا کرے -

حضرت بابا صاحب کی یہ دُعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر طرف سے فتوحات کے دروازے کُھل گئے اور قابلِ رشک لنگر جاری ہو گیا جس کی وجہ سے شاہان وقت رشک و حسد کرنے لگے۔

خاص دُعا کا عطیہ

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب میں منزلِ طریقت کا مبتدی تھا تو حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فریدؒ نے خاص طور سے ہدایت فرمائی تھی۔ نظام الدین اس دُعا کو یاد رکھنا اور اس کا وظیفہ کیا کرنا۔ اس سے تمہارے درجات میں ترقی ہو گی۔ اور پھر میں تم کو اپنا خلیفہ بنا لوں گا۔

دُعا

یَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الْبَرِیَّۃِ یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنِ بِالْعَطِیَّۃِ وَ یَا صَاحِبَ الْمَوَاهِبِ السَّنِیَّۃِ یَا رَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْبَلِیَّۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ الْبَرَرَۃِ النَّقِیَّۃِ وَ اغْفِرْ لَنَا بِالْعَشَاءِ وَالْعَشِیَّۃِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ وَ صَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ سَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

حضرت محبوب الٰہی نے اپنے یک جاری خواہرزادہ اور راقم الحروف کے جدِ اعلیٰ حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کو جہاں دوسری ریاضیات اور مجاہدات تلقین کئے وہاں یہ دعا بھی تعلیم فرمائی تھی۔ جس کا عمل نسلاً بعد نسلاً ہمارے خاندان میں چلا آ رہا ہے۔

دہلی میں تشریف آوری

حکم مرشد کی تعمیل میں رسول اللہ کا عرس حضرت سلطان المشائخ نے اجودھن میں کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر ہانسی تشریف لائے۔

یہاں حضرت خواجہ قطب جمال ہانسوی کو خلافت نامہ دکھایا۔

قطب جمال صاحب بہت خوش ہوئے اور یہ شعر لکھکر مہر لگا دی۔

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اب حضرت سلطان المشائخ دہلی تشریف لائے اور راوت عرض کے مکان میں قیام کیا۔

یہ مکان سہ منزلہ تھا۔ کھڑکیاں اور طاق اس میں بہت زیادہ تھے۔

اوپر کے درجے میں سید محمد کرمانی ٹھیرے درمیانی درجہ میں حضرت سلطان المشائخ اور دوسرے کمرے میں جو لوگ اجودھن سے آئے تھے۔ وہ لوگ اس بلند عمارت کی چھت پر ٹھیرے۔ حضرت

سلطان المشائخ   ان ایام میں روزانہ روزہ رکھا کرتے تھے
اور افطار کے لیئے دوسرے مہمانوں کے پاس اُدھر
تشریف لے جایا کرتے تھے۔
اسی طرح دو سال اس مکان میں گذر گئے آخر رادت عرض
کے بیٹے آگئے اور انہوں نے بڑی بے مروتی برتی اور حضرت
سے زبردستی مکان خالی کرالیا۔
حضرت کو کوئی مکان نہ ملا اور تمام اسباب جو سوائے
کتابوں کے کچھ اور نہ تھا ڈھو کر ایک چھپر والی مسجد میں رکھا اور
ایک مدت وہیں قیام فرمایا۔
مگر غیرت حق جوش میں آئی اور رادت عرض کا مکان
جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔
اس المناک واقعہ کی خبر سُنکر سعد کاغذی
آ گئے۔
یہ حضرت شیخ صدر الدین کے مرید تھے اور حضرت
سلطان المشائخ کے قدیمی دوست۔
آکر عرض کیا میرے غریب خانہ کو قدم پاک
سے متبرک فرمائیے۔
حضرت نے اُن کی عرض   قبول کی اور اُن ....

کے مکان کے بالاخانہ پر رہائش اختیار کی اور دوسرے ساتھی متفرق جگہوں پر قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت نے یہاں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد شادی گلابی کی حویلی میں تھوڑے دن رہے پھر شمس الدین رکابدار نے جو حضرت کے خاص عقیدتمندوں میں تھے اپنا مکان پیش کیا۔ اور حضرت نے یہاں بھی چند سال تک قیام فرمایا۔

موضع غیاث پور میں رہنے کا حکم

اگرچہ شمس الدین رکابدار کے مکان میں حضرت کو کوئی تکلیف نہ تھی مگر شہری زندگی سے حضرت کی طبیعت گھبراتی تھی۔ گوشۂ عافیت اور تنہائی کو دل چاہتا تھا۔ ایک دن اس خیال نے غلبہ کیا تو حضرت حوض رانی کے کنارے تشریف لے گئے اور دربار خداوندی میں عرض کیا۔ اے خدا شہر میں قسم قسم کی باتیں سامنے آتی ہیں اور تیری یاد میں خلل پڑتا ہے چاہتا ہوں کہ شہر سے دور کہیں گوشہ تنہائی اختیار کروں فوراً ندائے غیبی آئی کہ غیاث پور جاکر رہو۔ حضرت نے غیاث پور نہ دیکھا تھا اور نہ سنا تھا۔ دریافت کے لئے ایک دوست محمد نیشاپوری کے پاس تشریف لے گئے مگر وہ گھر پر نہ تھے معلوم ہوا غیاث پور گئے ہوئے ہیں۔ حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے گھر والوں کی مدد سے غیاث پور پہنچے تو دیکھا کہ ایک معمولی اور چھوٹا سا گاؤں ہے۔ یہاں دریائے جمنا کے کنارے رہائش اختیار کی۔

موضع کیلوکھڑی کی آبادی

انہیں دنوں چونکہ معز الدین کیقباد جو غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا

تخت نشین ہوا تھا اور اس نے موضع کیلوکھڑی میں، جو کہ غیاث پور کے قریب ہی تھا قصر شاہی کی بنیاد ڈالی تھی اور نیا نیا شہر آباد کیا تھا اور مسجد جامع بھی وہیں بنائی تھی اس لئے موضع غیاث پور کی زیادہ قربت کے سبب تمام امیر و غریب وزراء اور شہزادے آنے لگے تھے اور حضرت کی ولایت کا شہرہ سنکر تو جوق جوق بکثرت آنے جانے لگے تھے۔ اس آمد و رفت سے حضرت کے مشاغل میں خلل پڑتا تھا چنانچہ حضرت نے جس خیال سے شہر کی جلوت ترک کر کے دیہات کی خلوت پسند کی تھی اب وہ خیال زائل ہوتا معلوم ہوا تو حضرت نے چاہا کہ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر چلے جائیں۔

مرد غیب کی آواز مگر غیب سے ایک مرد خوش جمال سامنے آیا اور یہ بیت پڑھی۔

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی ؛ کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

اور کہا حوصلہ بلند اس شخص کا ہوتا ہے کہ جو خلق خدا کے ساتھ مشغول اور صحبت رکھنے کے ساتھ یاد حق سے غافل نہ ہو۔ مرد غیب کے ان جملوں نے حضرت کے دل پر بہت اثر کیا اور آپ نے جگہ بدلنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

خانقاہ کی تعمیر موضع غیاث پور میں دریائے جمن کے کنارے جہاں حضرت سلطان المشائخ نے قیام فرمایا تھا وہاں پہلے پھوس کے چھپر تھے۔ اپنے مریدین کیساتھ چھپروں میں حضرت رہا کرتے تھے۔ اور جو کوئی معتقد خانقاہ بنانے کے لئے عرض کرتا۔ حضرت منع فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے بھی حضرت سے التجا کی

کریں حضور کے لئے خانقاہ بنوانا چاہتا ہوں۔ مگر حسب معمول ان کو بھی حضور نے منع فرمایا۔ آخر انھوں نے حضرت خواجہ ابوبکر چشتی، حضرت خواجہ اقبال، حضرت سید محمد کرمانی اور سید حسین کرمانی کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں سفارش کرائی تو حضرت نے فرمایا اے ضیاء الدین خانقاہ بنانے میں ایک بھید ہے اسی لئے میں ہر ایک سے انکار کر دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جو بھی اس جگہ عمارت بنائے گا وہ زندہ نہ رہے گا۔ ضیاء الدین نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور عرض کیا مجھ کو اپنی جان سے زیادہ حضرت کا اور حضرت کے مریدوں کا آرام عزیز ہے۔

یہ سنکر بحالت مجبوری حضرت نے اجازت دیدی اور ایک ماہ کے اندر خانقاہ تعمیر ہو گئی۔

حضرت سلطان المشائخ کا ایک مکان جامع مسجد کیلوکھڑی کے پہلو میں بھی تھا۔ ہر شب جمعہ کو حضرت اس مکان میں تشریف لے جاتے تھے اور ہفتہ کے دن پھر غیاث پور تشریف لے آتے تھے۔

الغرض جب ضیاء الدین تعمیر خانقاہ سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے چار سو اشرفیوں سے محفل سماع کے لئے سامان مہیا کیا۔ اور حضرت مع احباب و معتقدین خانقاہ میں تشریف لائے لیکن جب سماع شروع ہوا تو ضیاء الدین وکیل کو بخار ہو گیا اور وہ مجلس میں بھی نہ پہنچ سکے اور اسی روز واصل بحق ہو گئے۔

کیفیت خطاب محبوب الٰہی

حضرت سلطان المشائخ کے محبوب الٰہی ہونے کے متعلق

کئی روایات مشہور ہیں۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوسری آنحضرت سرور کائنات صلعم سے اور تیسری حضرت ابراہیم ادہم بلخی سے۔

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ:۔ واشوقاً الیٰ اخوانی وھم یکون من بعدی وھم کالانبیاء وبمنزلتی ویکون فی امتی رجل اسمہ محمد ولقبہ نظام الدین اولیا۔ وھو من اصفیاء امتی فاذا یلاقی احد منکم فاقراء منی السلام

ترجمہ۔ میں نہایت مشتاق ہوں اپنے بھائیوں کا جو میرے بعد ہوں گے اور وہ مانند انبیاء کے ہوں گے اور ایک شخص میری اُمت میں ہو گا کہ جس کا نام محمد ہو گا۔ لقب نظام الدین نظام اولیا ہو گا۔ اور وہ میری امت کے اصفیاء سے ہو گا۔ جب کبھی تم میں سے کوئی ان سے ملے تو میرا اسلام ان کو پہنچائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے دیدار رب العزت چاہا تو فرمان ہوا۔ لن ترانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی حکم ہوا ہنوز ظہور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بدایونی نہیں ہوا ہے۔ دریافت کیا وہ کون ہیں، حکم ہوا میرے محبوب اور میرے حبیب محمد مصطفٰے کی امت حضرت موسیٰ نے جمال محمدی کو دیکھ کر فرمایا۔ اللھم اجعلنی من امتہ محمد

جب حضرت سلطان المشائخ پہلی بار حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت بابا صاحب نے حضرت کی پیشانی پر جمال محبوبی کا مظہر دیکھ کر یہ شعر پڑھا تھا۔ ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

مریدین اور ہم نشینوں نے دریافت کیا اے باباصاحب اس شعر کے پڑھنے سے آپ کا کیا مقصد تھا۔

حضرت باباصاحب نے فرمایا ہمارے خاندان چشتیہ میں عرصہ دراز سے سلسلہ بہ سلسلہ ایک محبوب الٰہی کی بشارت چلی آتی ہے۔ مجھ کو اُس شان محبوبی کا جلوہ اس شخص کی پیشانی میں چمکتا نظر آتا ہے۔ ؎

بالائے سرش زہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

تیسری بشارت جو سلسلہ بسلسلہ بزرگان سلف سے چلی آرہی ہے یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادہم ایک ریگستانی جنگل میں مراقب ہوکر بیٹھے کہ زور سے آندھی آئی اور ریت کے تودہ کے نیچے دب گئے۔ ایک گھوڑا سوار مسافر اس طرف آنکلا اور اس نے اس تودۂ خاک پر گھوڑا کھڑا کردیا۔ اور اتر کر ریت میں نیزہ گاڑ دیا۔ چلتے وقت نیزہ اکھاڑا تو خون آلود تھا۔ بہت حیران ہوا اور فوراً ریت اٹھانا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم ادھم مراقب نظر آئے۔ اور ان کی ران میں نیزہ کا زخم لگا ہوا پایا بہت متاسف ہوا اور حضرت کو جھنجھوڑ کر معافی کا خواستگار ہوا۔

حضرت نے اس کے باطن کی طرف نظر ڈالی تو عتاب الٰہی سے معتوب پایا۔ دعا کی تو ندا آئی اے ابراہیمؔ تمہاری دعا اس کے حق میں مستجاب نہ ہوگی البتہ تمہارے سلسلے میں ایک ہمارا محبوب ہوگا اس کی دعا سے اس کی نجات

ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم ادھم اس خوش خبری سے بہت مسرور ہوئے اور اپنے مابعد خلفا سے وصیت فرمائی کہ ہمارا سلام محبوب الٰہی کو پہنچانا چنانچہ یہ سلام سلسلہ بہ سلسلہ حضرت باباصاحب تک پہنچا۔ اور انہوں نے حضرت محبوب الٰہی کے سامنے یہ سب واقعہ بیان کیا۔ اور سلام پہنچایا، اور اس شخص کی نجات کے لئے بھی دعا کرائی کہ جس نے حضرت ابراہیم کی ران میں نیزہ گاڑا تھا۔

ہفت شاہان ہند } حضرت سلطان المشائخ کی عمر تقریباً ایک سو سال کی تھی اور آپ نے اپنے دوران حیات میں سات بادشاہ دیکھے تھے جن میں سے بعض حضرت کے معتقد اور ارادت مند تھے اور بعضے مخالف اور حاسد تھے۔

سلطان غیاث الدین بلبن } حضرت سلطان المشائخ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں حضرت باباصاحب سے خلافت عظمیٰ پائی تھی اور اسی بادشاہ کے عہد میں اجودھن سے دہلی میں ورود فرمایا تھا۔ سلطان موصوف چونکہ حضرت باباصاحب سے بہت زیادہ خلوص اور عقیدت رکھتا تھا اس لئے حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ جو کہ ان کے خلیفۂ اعظم تھے اخلاص و عقیدت کیشی قائم رکھنا قدرتی امر تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کی موجودگی میں سلطان موصوف کی حکومت کا دور صرف ایک سال رہا اور سنہ ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔

سلطان معز الدین کیقباد } سلطان غیاث الدین بلبن کے فرزند ناصر الدین باپ کے انتقال

کے وقت لکھنوتی میں تھے۔ ارکان سلطنت کے مشورہ سے ان کے فرزند معز الدین کیقباد کو جن کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی دادا کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ یہ بادشاہ ساری عمر حضرت سلطان المشائخ کا بہت زیادہ معتقد اور ارادتمند رہا۔ جوان العمر ہونے کے باوجود سیرت کا بھی اچھا تھا۔ حضرت امیر خسروؒ نے کتاب قران السعدین اسی بادشاہ کے دور سعید کی مناسبت سے لکھی تھی۔ آخر میں حاشیہ نشین اور مصاحبوں کی بری صحبت کی وجہ سے عیش پرستی اور شراب خوری میں مبتلا ہو گیا۔ اور تین سال سلطنت کر کے ۶۸۹ھ میں جلال الدین خلجی کے اشارہ سے قتل کر دیا گیا۔

سلطان جلال الدین خلجی کیلوکھڑی کے محلات شاہی میں جلال الدین تخت نشین ہوا یہ بڑا عابد و زاہد شعر فہم اور سماع کا شوقین تھا۔ حضرت سلطان المشائخ سے اعتقاد رکھتا تھا۔ اور حضرت کی خدمت میں بیش قیمت تحائف پیش کیا کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے چھ سال سلطنت کی آخر ۶۹۵ھ میں اپنے داماد اور بھتیجے علاؤ الدین خلجی کے ہاتھوں کڑہ مانکپور میں جام شہادت نوش کیا۔

سلطان علاؤ الدین خلجی اب علاؤ الدین نے ہندوستان کی زمام حکومت سنبھالی اگرچہ وہ ناخواندہ تھا لیکن عاقل دور اندیش اور خوش خصال بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی عقل و دانش کی بدولت ہی ہندوستان کی چاروں سمت اپنی حکومت کا ڈنکہ بجایا تھا۔ شروع شروع جب علاؤ الدین تخت نشیں ہوا تو بعض حاسدوں نے اس کو ورغلایا

کہ حضرت سلطان المشائخ کے اثرات بہت پھیلتے جارہے ہیں۔ یہاں تک کہ امراء سلطنت، شہزادے اور عوام الناس سب ان کے معتقد اور مرید ہو گئے ہیں۔ اُن کی آمدنی کا پتہ ان کے بڑے لنگر خانہ سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ جہاں ہزاروں آدمی روزانہ کھانا کھاتے ہیں پس حضرت کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی سے خطرہ ہے کہیں وہ سلطنت ہند پر قابض نہ ہو جائیں۔ علاء الدین چونکہ بڑا عاقل اور بردبار تھا۔ لوگوں کے کہنے سے مشتعل نہ ہوا البتہ مشکوک ضرور ہو گیا۔ اپنا شک رفع کرنے کے لئے اس نے حضرت کی خدمت میں امتحاناً ایک التماس نامہ بھیجا جس میں عرض کیا کہ میری خواہش ہے جب کبھی امور سلطنت میں دشواری پیش آئے تو حضور سے مشورہ کیا کروں حضرت یہہ التماس نامہ دیکھہ کر بہت متاسف ہوئے اور فرمایا میری گوشہ نشینی اور سکون میں دنیاوی باتوں سے فرق پیدا ہوگا نیز اپنے مشاغل دینی کی وجہ سے میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا مجھے حق کے سوا کسی دوسری خدمت کی خواہش نہیں ہے۔ حضرت کا بے لاگ اور مسکت جواب سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس کی عقیدت مندی میں اضافہ ہو گیا۔ اور اپنے شہزادوں خضر خاں اور شادی خاں کو حضرت کا مرید کرا دیا۔ سماع میں حضرت سلطان المشائخ کی متابعت کرتا تھا۔ اور جو کلام حضرت سنا کرتے تھے وہی علاء الدین بھی سنا کرتا تھا آخر ۶ شوال ۷۱۵ھ کو وفات پائی۔

سلطان قطب الدین خلجی

یہ علاء الدین کا منجھلا لڑکا تھا اس نے اپنے تینوں بھائیوں خضر خاں، شادی خاں

اور شہاب الدین خاں کو قتل کیا اور خود باپ کے تخت پر قابض ہو گیا۔ چونکہ خضر خاں اور شادی خاں حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اس لئے بجائے حضرت کے مولانا ضیاء الدین رومیؒ کا مرید ہوا۔ اور حضرت سلطان المشائخ سے خصومت رکھنے لگا۔

دنیا کی بادشاہت قطرۂ پیشاب کے برابر ہے

قطب الدین خلجی ایک روز حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے نیچے سے گذرا اور خلق اللہ کی چہل پہل دیکھ کر دریافت کیا یہ کیا جگہ ہے ہمراہیوں نے کہا یہ حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ ہے حضرت کا نام سن کر بادشاہ کی پیشانی پر بل آگیا اور غصہ میں آکر کہا ان سے جاکر کہدو کر کرامت دکھلائیں ورنہ یہاں سے چلے جائیں انہوں نے دنیا کمانے کا ڈھونگ رچا رکھا ہے تھوڑی دور پہنچا تھا کہ طبیعت خراب ہو گئی اور پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔ بڑے بڑے حاذق حکماء کو دکھایا گیا مگر کسی کا علاج کارگر نہ ہوا اور تکلیف لحہ بہ لحہ بڑھتی چلی گئی۔ بادشاہ کو خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ اس گستاخی کا نتیجہ ہے جو میں نے حضرت سلطان المشائخ کی شان میں کی تھی فوراً ایک قاصد حضور کی خدمت میں بھیجا معافی چاہی اور دعا کا خواستگار ہوا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا بندہ کو خدا کی مرضی میں دخل نہیں ہے۔ قاصد نے حضرت کا ارشاد حرم شاہی میں پہنچا دیا جس کو سنکر سب مایوس اور افسردہ خاطر ہو گئے اور سب سے زیادہ متاثر بادشاہ کی ماں ہوئیں اس کے دل میں بیٹے کی محبت نے جوش مارا اور فوراً حضرت سلطان المشائخ کے در دولت

پر حاضر ہوئی آنسو بھری آنکھوں اور دردانگیز لب ولہجہ سے داستانِ غم سنائی اور بیٹے کی تندرستی کے لئے دعا چاہی۔ حضرت نے فرمایا وہ دنیا چاہتا ہے یا زندگی۔

ماں نے عرض کیا زندگی ہر چیز سے پیاری ہے حضرت نے فرمایا اس سے ہندوستان کی بادشاہی کا فرمان میرے نام لکھوا کرلے آؤ اور ایک شیشی میں قارورہ لیتی آنا شاید خدا شفا عنایت فرمائے۔

ماں فوراً دوڑی ہوئی محلسرائے سلطانی میں گئی اور بیٹے سے ایک فرمان سلطنت کی دستبرداری کا لکھوانے کے لئے کہا۔ بادشاہ نے فوراً کہا میں تو پہلے ہی سے ان کو دنیادار سمجھتا ہوں۔ چونکہ جان عزیز ہوتی ہے۔ ماں کے کہنے سننے سے فرمان لکھدیا اور بیٹے کی ماں تا کی ماری شکستہ دل ماں فرمان دستبرداری اور قارورہ لے کر دوبارہ حضرت سلطان المشائخ کے در دولت پر حاضر ہوئی۔

حضرت نے قارورہ اور فرمان سامنے رکھ کر سب حاضرین سے فرمایا دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور دعا کے بعد فرمان شاہی ٹکڑے ٹکڑے کر کے قارورہ کی شیشی پر پھینکدیا اور فرمایا فقیر کے نزدیک دنیا کی بادشاہی قطرہ پیشاب کے برابر ہے۔ جا تیرا بیٹا تندرست ہو جائے گا۔ بادشاہ کی ماں دوڑی ہوئی محلسرائے میں آئی اور بیٹے کو تندرست پایا۔

قطب الدین خلجی کا قتل

قطب الدین خلجی کے خبث باطنی کے باوجود حضرت سلطان المشائخ نے اس کی تندرستی کے لئے دعا کی اور فرمان سلطنت چاک کر کے دنیا سے اپنی بے نیازی کا اظہار بھی کر دکھایا مگر جس کے دل پر قدرت کی طرف سے سیاہ

مہر لگ چکی ہو اور جس کے آنکھوں اور کانوں پر غفلت کے پردے ڈال دیئے گئے ہوں اس کی کوہ باطنی کا پردہ کسی طرح بھی نہیں ہٹایا جا سکتا۔ جف القلم بما ھو کائن ۃ آخر نفس امارہ نے ہوس جاہ طلبی اور آرزدئے خوشامد پذیری کو سر بلند کیا اور مشت خاک نے نور مجسم کو گرد آلود کرنے کا ارادۂ ناکام ظاہر کیا۔ قطب الدین خلجی نے ایک مسجد بنوائی تھی جس میں ہر جمعہ کو علماء و مشائخین نماز پڑھنے جایا کرتے تھے۔ مگر حضرت سلطان المشائخ تشریف نہ لے جاتے تھے اور فرماتے تھے مجھ پر اپنے قریب کی مسجد کا زیادہ حق ہے۔ بادشاہ اپنے جاہ و وقار کا پرستار تھا اس کو حضرت کی یہ عادت ایک آن نہ بھائی۔ شب ماہِ نو کے سلام کو بھی حضرت دوسرے مشائخین کی طرح تشریف نہ لے جاتے تھے اور اپنے خادم خواجہ اقبال کو بھیجدیا کرتے تھے۔ حاسدین کو موقع ملا اور انہوں نے قطب الدین کے کان بھرے کہ نظام الدین بہت مغرور ہیں۔ وہ جہاں پناہ کے عز و وقار کا کچھ خیال نہیں کرتے اور ایک ادنےٰ خادم کو اپنی جگہ بھیجدیتے ہیں۔ قطب الدین خلجی ناعاقبت اندیش اور کم سن تھا۔ حاشیہ نشینوں کے بہکائے میں آگیا اور حکم دیا کہ آیندہ چاندرات کو اگر نظام الدین نہ آئیں گے تو جس طرح بھی ہونگے ان کو حکم شاہی سے کھینچ بلایا جائے گا۔ حضرت اس حکم سے بہت سراسیمہ ہوئے کیونکہ چاندرات کو حضرت اپنی والدۂ ماجدہ کے سلام کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ شاہی حکم کی خبر سنتے ہی والدہ صاحبہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا! اماں جان آیندہ شب ماہِ نو کے سلام کو آپ کا نظام حاضر نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ظالم بادشاہ وقت کا یہ جابرانہ حکم صادر ہوا ہے کہ چاندرات کو اس کے پاس سلام کرنے کیلئے جانا ہوگا۔

جب ستائیس ماہ شوال ہوئی تو تین برگزیدہ اصحاب کا وفد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور شاہ وقت نو عمر ہے۔ ناسمجھ ہے۔ اور حضرت پیشوائے عالم ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے وقوفی سے آپ کی بے حرمتی کرے۔ لہذا مصلحت وقت یہی ہے کہ حضور شب ماہ نو کے سلام کے لئے تشریف لے چلیں اس وفد میں سید قطب الدین غزنویؒ۔ شیخ عماد الدین طوسی۔ مولانا برہان الدین یزدی علماء وقت شریک تھے ان حضرات کی گفتگو سن کر حضرت خاموش ہوئے اور فرمایا۔ دیکھئے خدا کیا کرتا ہے۔

اب یہ اصحاب بادشاہ کی خدمت میں گئے اور کہا ہم نے حضرت نظام الدین اولیا کو راضی کر لیا ہے چنانچہ جب چاند کی انتیسویں تاریخ ہوئی تو حضرت خواجہ امیر خسرو کے بڑے بھائی اعز الدین علی شاہ جو حضرت کے مخلص مریدوں میں تھے آئے اور عرض کیا حضور غرہ کو تشریف لے جائیں گے؟ حضرت نے فرمایا میں ہرگز نہ جاؤں گا انہوں نے عرض کیا حضور بادشاہ بڑا ظالم ہے نہ معلوم حضور کے ساتھ کیا سلوک کرے۔

حضرت نے فرمایا خاطر جمع رکھو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ ایک گائے بڑے بڑے سینگوں والی مجھ کو ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ لیکن میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئی پس انشاء اللہ تعالےٰ بادشاہ مجھ پر فتح نہ پا سکے گا۔

الغرض انتیسویں تاریخ کا دن گذرا اور قطب الدین محل ہزار ستون کے بالا خانہ پر جا کر سو گیا۔ آدھی رات گذری تھی کہ اس کے نمک پروردہ غلام

خسرو خاں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور محل سے نیچے پھینک دیا۔ اس وقت حضرت سلطان المشائخ بہت بیتابی سے خانقاہ کی چھت پر ٹہل رہے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

اے روبہک چرا نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

قطب الدین خلجی نے چار سال اور چار ماہ سلطنت کی اور ۷۲۰ھ میں قتل ہو کر اس جہان فانی سے ناشاد و نامراد رخصت ہوا۔

خسرو خاں قطب الدین خلجی کے بعد خسرو خاں تخت نشیں ہوا اور قطب الدین کی بیگم کو اپنے نکاح میں لے آیا۔ خسرو نے دل کھول کر فقراء میں روپیہ صرف کیا اور حضرت سلطان المشائخ کے لنگر کے لئے بھی پانچ لاکھ روپئے پیش کئے۔

غیاث الدین تغلق قطب الدین خلجی کی طرف سے حاکم ملتان تھا اس کو جب قطب الدین کے قتل کی خبر پہنچی تو فوراً لشکر منظم کیا اور خسرو خاں پر چڑھائی کر کے اس کو بہت بری طرح سے مار ڈالا۔ چونکہ سلطان کی نسل سے کوئی لائق وفائق فرد باقی نہ رہا تھا اس لئے ارکان سلطنت کے مشورہ سے ۷۲۰ھ میں خود تخت نشین ہوا۔ خزانوں کا ملاحظہ کیا تو سب خزانے خالی پائے۔ حکم دیا کہ جس کو بھی خسرو خاں نے کچھ دیا ہو وہ سب واپس لیا جائے۔ درویش اور فقراء سے بھی تمام عطیہ واپس لے لئے حضرت سلطان المشائخ سے بھی طلبی ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ مال خدا بود در راہِ

رفت۔ حضرت سلطان المشائخ کی عادت نہ تھی کہ کچھ جوڑ کر رکھتے۔ جو کچھ آتا
خرچ ہو جاتا تھا۔ غرض حضرت کے اس جواب سے غیاث الدین تغلق بہت
ناراض ہوا اور سوچنے لگا۔ کوئی تدبیر ایسی نکالی جائے جس سے حضرت کو تکلیف
پہنچے، چنانچہ حاشیہ نشین علماء نے جو حضرت کی بزرگی اور عظمت سے حسد رکھتے
تھے موقع پاکر بادشاہ کے کان بھرے اور تجویز پیش کی کہ حضرت سلطان المشائخ
اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ لیکن حضرت ابو حنیفہ کے مذہب کے خلاف قوالی سنتے
ہیں۔ لہٰذا ان کو حضور دربار میں بلائیں تحقیق کریں کہ قوالی کا ان کے پاس کیا جواز
ہے۔ بادشاہ کو تجویز پسند آئی اور حضرت سلطان المشائخ کو دربار میں بلوا لیا
حاسد علماء بھی مباحثہ میں شریک ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے قوالی
کے جواز میں حدیث شریف پیش کی مگر علماء نے کہا ہم حدیث نہیں مانتے ابو حنیفہ
کا قول پیش کریئے حضرت سلطان المشائخ اس بات سے بہت برہم ہوئے۔
آسمان کو دیکھا اور فرمایا اے خدا کیوں نہ اس شہر پر تیری بلاء اور قحط نازل ہو،
اور کیوں نہ اس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے کہ میں حدیث شریف بیان
کرتا ہوں اور یہ لوگ قول ابو حنیفہ کو فرمان رسول پر ترجیح دیتے ہیں۔ آخر بڑی
بحث و تمحیث کے بعد علماء اور بادشاہ لاجواب ہو گئے۔ اسی اثناء میں شیخ
بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے پوتے شیخ علم الدینؒ ملتان سے آگئے۔ بادشاہ کو خبر
ہوئی اور اس نے پُرتپاک استقبال کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا میں پہلے حضرت
سلطان المشائخ سے ملوں گا۔ پھر فرمایا سماع کے سلسلہ میں حضرت کو پریشان
نہ کرنا چاہیئے وہ سماع سننے کے اہل ہیں۔ حضرت شیخ کی اس بات سے بادشاہ

پر بہت اثر ہوا اور وہ نادم ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور حضرت کو بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا مگر اس کے دل سے بغض و کینہ دور نہ ہوا تھا اور منافقت کا اثر دل کی گہرائیوں میں باقی تھا۔

غیاث الدین تغلق کی موت

لکھنوتی کی طرف کچھ گڑبڑ ہو گئی اور غیاث الدین کو مع لاؤ لشکر وہاں جانا پڑا جب واپس ہوا تو مصاحبوں سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ کے اثرات بہت ہو گئے ہیں۔ اس روز شیخ علم الدین بھی ان کی حمایت کرنے لگے تھے اگر یہی حال رہا تو میری سلطنت کی خیر نہیں ہے۔ پس میرا ارادہ ہے کہ دہلی پہنچ کر پہلا کام نظام الدین اولیاء کو شہر بدر کرنے کا کروں گا۔ یہ بات حضرت سلطان المشائخ کے کانوں تک بھی پہنچی اور حضرت نے فرمایا۔ "ہنوز دہلی دور است" ابھی دہلی دور ہے۔

محمد تغلق نے لکڑی کا ایک محل نیا بنوایا تھا اور غیاث الدین کے استقبال کا انتظام بھی وہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب غیاث الدین تغلق دہلی کے قریب آ پہنچا تو حضرت سلطان المشائخ نے ایک تربوز اور چھری خوان میں رکھی اور سرپوش ڈھک کر حضرت امیر خسروؒ کے ذریعہ حضرت سید محمود بہاریؒ (مجذوب) کے پاس بھیجا۔ ان کا روزانہ کا یہ مجذوبانہ شغل تھا کہ ایک کچی دیوار چنا کرتے اور اس کو ڈھا دیتے تھے۔ حسب معمول دیوار چن رہے تھے کہ امیر خسروؒ خوان لے کر پہنچے۔ سید محمود صاحب نے تیز نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا خسرو کیا لائے عرض کیا تحفہ سلطان المشائخ۔ سرپوش اٹھایا تو تربوز اور چھری دیکھی۔ دیکھتے ہی فرمایا۔

سلطنت خود کرتے ہیں اور خون ہم سے کراتے ہیں۔ یہ کہا اور بسم اللہ پڑھ کر تربوز کو اس چھری سے کاٹا تربوز خون ہو کر بہہ گیا۔ اور چنی ہوئی دیوار پر ایک ٹوکری گارے سے بھر کر دے ماری اور کہا "برسر تغلق" یہاں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکلا ہی تھا کہ غیاث الدین تغلق لکڑی کے محل کے نیچے دب کر مر گیا اور اللہ کے محبوب کو آزار پہنچانے کی تمنا لحدِ نامرادی میں دفن ہو کر رہ گئی۔

محمد تغلق غیاث الدین تغلق کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق ۷۲۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ محمد تغلق حضرت سلطان المشائخ کا بہت معتقد تھا۔ اسی کے عہد میں جلوس شاہی کے پہلے ہی سال حضرت نے رحلت فرمائی اور اسی بادشاہ نے حضرت کے مزار اقدس پر پہلی بار گنبد بنوایا اور ۲۱ ماہ محرم ۷۵۲ھ میں ستائیس سال سلطنت کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

کرامات

حضرت سلطان المشائخ کی کرامات لاتعداد ہیں لیکن یہاں صرف چند تبرکاً ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی کرامت ایک دفعہ چند دوستوں نے مشورہ کیا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ ان میں سے ایک بدعقیدہ اور دہریہ خیال کا آدمی تھا۔ کہنے لگا درویشوں میں کیا رکھا ہے دوسرے دوستوں نے بہت لعنت ملامت کی مگر وہ نہ مانا اور کہا اچھا آج ہی تجربہ کرا کے

دکھا دوں گا۔ چنانچہ سب نے حسبِ توفیق مٹھائی اور تحفہ وغیرہ بازار سے خرید الیکن اس شخص نے کچھ نہ لیا اور تھوڑی سی ریت لے کر ایک پڑیا بنا لی۔ جب یہ سب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو سلام کر کے اپنا اپنا تحفہ حضرت کے آگے رکھدیا۔ خادم آیا اور یہ چیزیں اٹھانے لگا جب ریت کی پڑیا کو اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو حضرت نے فرمایا اس پڑیہ کو یہیں رہنے دو یہ میری آنکھوں کے لئے خاص سرمہ ہے۔ بد عقیدہ شخص حضرت کی اس کرامت سے بہت متاثر ہوا ندامت سے گردن جھکالی۔ اور معافی چاہ کر بیعت قبول کر لی۔

دوسری کرامت حضرت مولانا وجیہ الدین پائلی جو حضرت سلطان المشائخ کے خاص مریدوں میں تھے۔ تپ دق میں مبتلا ہو گئے۔ حکیموں نے مشورہ دیا کہ باغ میں یا دریا کے کنارے سکونت اختیار کرو۔ شفا ہو جائے گی۔ چونکہ ایسا مکان ملنا دشوار تھا اس لئے حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں جو دریائے جمن کے عین کنارے پر تھی آکر مقیم ہو گئے۔ حضرت کے پاس اندرون خانقاہ حاضر ہوئے تو شام کا وقت تھا اور روزہ افطار ہو چکا تھا۔ ایک شخص میتھی کے لڈو لایا تھا جن کو حضرت تناول فرما رہے تھے۔ مولانا پائلی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا آؤ تم بھی کھاؤ۔ مولانا نے بہت سے لڈو کھالئے۔ اگرچہ میتھی بہت گرم ہے اور تپ دق میں مضر ہے لیکن حضرت کے ارشاد سے اس میں وہ تاثیر پیدا ہو گئی کہ مولانا کو شفاء کلی نصیب ہوئی۔

تیسری کرامت سرساوہ کے ایک جاگیردار کے گھر میں آگ لگ گئی اور جاگیر کا فرمان شاہی جل کر راکھ ہو گیا۔ دوسرا

فرمان حاصل کرنے کے لئے دہلی آئے۔ اور بہت کاوش کے بعد فرمان حاصل کر
مگر سوئے قسمت کہ واپسی کے وقت وہ بھی کہیں گر گیا۔ بہت تلاش کی نہ ملا۔ آخر حضرت
سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور بڑی وقت سے
دوسرا فرمان حاصل کیا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ خدا کے واسطے کوئی دعا کیجئے کہ مقد
کے دن پھر جائیں اور فرمان مل جائے۔ حضرت نے فرمایا حضرت شیخ بابا فرید صاحب
کی نیاز حلوہ پر دلاؤ انشاء اللہ مراد پوری ہوگی۔ شکستہ دل اور غم رسیدہ جاگیردار فوراً بازار
گیا اور حلوائی کی دوکان سے حلوا خرید ا۔ حلوائی اوپر ڈھانکنے کے لئے ایک کاغذ بچھا
ہی چاہتا تھا کہ اس شخص نے بے تاب ہو کر کہا اس کاغذ کو سالم ڈھانک دو۔ حلوہ
لے کر حضرت کے سامنے آیا اور ڈھکا ہوا کاغذ اٹھا لیا یہ وہی گم شدہ فرمان تھا۔

چوتھی کرامت ایک مرتبہ ایک عالم ایک غرض لے کر حضرت سلطان
المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن حضرت
کے انکار کے خوف سے زبان سے کچھ عرض نہ کر سکے۔ حضرت نے کشف سے ان
دلی حالت معلوم کر لی اور فرمایا کیسے آئے۔ کہا حضور سے بیعت ہونے آیا ہوں
حضرت نے فرمایا تمہارے دل میں جو مقصد ہے اگر وہ پورا ہو جائے پھر تو مرید
ہو گے یہ عالم صاحب حضرت کے کشف کرامت سے بہت نادم ہوئے اور
صاف صاف کہدیا کہ میں دراصل حاکم ناگور کے نام سفارشی خط چاہتا ہوں حضرت
مسکرائے اور اسی وقت سفارشی خط لکھ کر دلایا اور ان کو رخصت کیا۔

مجاہدات ایک برگزیدہ اور خدا رسیدہ انسان کیلئے جہاں عبادت، ریاضت
اور زہد و تقوے کی پابندی لازمی ہے وہاں ایک اور بھی

خصوصیت پائی جانی لابدی ہے۔ یعنی نفس کو قابو میں رکھنا اور سلطان دامیرے لاطمع رہنا۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ زہد واتقی کی آڑ میں مطلب برآری جاہ طلبی اور خود نمائی پردہ پوشی ہوا کرتی ہے۔ لیکن حضرت سلطان المشائخ کی ذات گرامی ان اسفلی احساسات سے قطعاً پاک وصاف اور بالاتر تھی۔ اگر زاویہ نظر صرف شکم پروری یا تن پرستی ہوتا تو بے شمار فتوحات غیبی کی موجودگی میں۔ دستر خوان پر ٹینٹ کا کڑوا سالن اور جو کی موٹی روٹی کی بجائے قسم قسم کے مرغن اور لذیذ کھانے ہو سکتے تھے۔ وہ ملکی اور زرعی جائداد و جاگیرات کے مالک بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن اُس پاکباز ہستی نے خدا کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت کے سوا ذاتی عیش وآرام کی تمام باتوں کو بالائے طاق رکھکر عالم روحانیت کی وہ بے مثال خدمت انجام دی کہ آج چھ سو پچاس سال گذرنے کے بعد بھی نام نامی کی شہرت میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں کہ ؎

بسے نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند
کز ہستی اش بروے زمیں یک نشاں نماند

نامور وہ بھی تھے جن کی ہستی کا بقول حضرت سعدی نام ونشاں نہیں رہا، اور نامور یہ بھی ہیں کہ جن کے نام کا ڈنکا تا روز قیامت بجتا رہے گا۔ دونوں ناموریوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نامور جن کا ذکر حضرت سعدی نے کیا ہے۔ جو کام کرتے تھے نفسانی خواہشات کے تحت اور جاہ جلال کے حصول کے لیے۔ اور حضرت جیسے نامور جو کام کرتے تھے وہ اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ اللہ اور اس کی مخلوق کے سچے خادم کی حیثیت سے یہاں نفسانیت نام کو نہ تھی۔ اور وہاں نفسانیت ہر جز

ٹوسے ٹیک پڑتی تھی۔ چونکہ انسان فانی ہے اس لئے اس کی ذاتی خواہشات بھی فانی ہیں۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ حی القیوم ہے۔ اور اس کے منشار کو دوام حاصل ہے پس جو دائم کے منشار کے مطابق راہِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نام کو دوامی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ عین عالم شباب میں یعنی بیس سال کی عمر میں حضرت بابا فرید صاحب کے مرید ہوئے تھے۔ اور اسی دن سے خواہشات نفسانی اور دنیاوی تعلقات سے علیحدگی اختیار فرمائی تھی۔ اس کم عمری میں جبکہ شباب کے جذبات ہر انسان میں جوش و خروش پر ہوتے ہیں۔ ترک کلی کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی وہ ارفع و اعلےٰ شخصیت تھی کہ انہوں نے ان ہونی بات کو ہونی کرکے دکھا دیا۔ روحانی مجاہدوں کے علاوہ جن کو مجاہدہ بالروح کہا جاتا ہے مجاہدہ بالنفس میں بھی حضرت کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ ملفوظات میں ہمیشہ روزہ رکھنے کی فضیلت میں حضرت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ دنیا پیٹ بھرنے کیلئے سارے جتن کرتی ہے۔ لیکن اس ولی حق نے باوجود مکلف لنگر جاری رہنے کے تھوڑے کڑوے ٹینٹ کا سالن اور جو کی موٹی روٹی کھا کر روزے افطار کئے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا تھا۔ نظام الدین! ساری عبادت اور ریاضت فقر کا آدھا راستہ ہے اور ہمیشہ روزے رکھنا آدھا راستہ ہے۔ چونکہ روزہ سے ترک حظِ نفس کا سبق ملتا تھا اس لئے حضرت نے نہایت سادہ اور گھٹیا قسم کی غذا اختیار کی تھی۔ سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت کے اس بڑے مجاہدہ کو حضرت کے نسبی جانشین حضرت خواجہ ابوبکر چشتی نے اختیار کیا تھا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ان کا پیٹ

کرے لگا رہتا تھا۔

فقیر ٹکڑے لے گیا شروع شروع تو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ کے افطار کے لئے کچھ بھی نہ ہوتا تھا اور کئی کئی وقت روزہ افطار کئے ہوئے گذر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ تین دن کا فاقہ تھا۔ خادمان پریشان ہو کر شہر میں گئے جگہ جگہ سے مانگ کر روٹی کے ٹکڑے لائے۔ اور افطار کے وقت دستر خوان بچھا کر ٹکڑے حضرت کے سامنے رکھدیئے۔ ایک فقیر آیا اور یہ سمجھ کر کہ کھانا کھایا جا چکا ہے اور یہ بچے ہوئے ٹکڑے پڑے ہیں سارے ٹکڑے سمیٹ کرلے گیا۔ حضرت خاموشی سے دیکھتے رہے۔ بعد میں فرمایا کہ ابھی ہمارے اندر کسر باقی ہے۔ اور مزید فاقہ سے اس کو دور کرایا جا رہا ہے۔ مرضی مولا از ہمہ اولے۔

سلطان علاء الدین خلجی کا نذرانہ حضرت سلطان المشائخ کا بڑھتا ہوا فقر و فاقہ دیکھکر علاء الدین خلجی نے اپنے لڑکے خضر خاں کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں جاگیر پیش کرنے کے لئے فرمان بھیجا۔ حضرت نے بند لفافہ میں فرمان دیکھتے ہی فرمایا کہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خضر خاں نے محض قدمبوسی کی اجازت چاہی اور خانقاہ کے اندر جا کر حضور سے ملا، کچھ دیر بعد جب موقع مناسب دیکھا تو فرمان پیش کرنا چاہا اور زبانی عرض کیا سلطان وقت حضور کے لنگر خانہ کے لئے یہ حقیر جاگیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنی چاہتے ہیں اگر قبول افتد زہے عزو شرف! حضرت نے فرمایا میں اسی لئے تم کو اندر آنے دیتا تھا۔ اب تم نے وہی بات زبان سے نکالی

جس کا مجھے کھٹکا تھا۔ خضر خاں نے علاء الدین سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اور علاء الدین نے کہا دوبارہ جاؤ اور عرض کرو بیشک حضور تو دین و دنیا کے بادشاہ ہیں یہ حقیر نذرانہ حضور کے لئے نہیں ہے بلکہ حضور کے بعد خانقاہ اور درگاہ کے مصارف کے لئے ہے۔ خضر خاں نے باپ کا پیغام حضور کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت بہت برہم ہوئے اور فرمایا جو خدا اب دیتا ہے وہی خدا میرے بعد بھی میری خانقاہ اور درگاہ کی محافظت اور اس کے مصارف کا کفیل ہوگا۔ اور اگر تم سہ بارہ اس خیال سے میرے پاس آئے تو میرے گھر کے دو دروازے ہیں۔ ایک سے تم آؤ گے اور دوسرے سے میں باہر نکل جاؤں گا۔ خضر خاں مایوس ہو کر چلا گیا اور حضرت کے بے مثال غنا اور توکل کی بابت سلطان کی خدمت میں عرض کیا تو سلطان نے بے ساختہ حضرت امیر خسرو کی یہ رباعی پڑھی۔

توئی در حجرہ فقر بادشاہی در عالم دل جہاں پناہی

شاہنشہ بے سریر و بے تاج شاہانش بخاک پائے محتاج

خضر خاں کے جانے کے بعد چند مرید اور خلفا، جو شدت فاقہ سے تنگ آچکے تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! اب کب تک ہم فاقے کئے جائیں۔ حضور نے آئی ہوئی نعمت کو نہ آنے دیا۔ حضرت نے فرمایا اچھا میں مشورہ کر لوں حضرت نے فوراً حضرت خواجہ ابوبکر چشتی دلبی جانشین اور حضرت خواجہ کرماتی کو بلایا اور دریافت کیا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا اب تک تو ہم حضور کے سوکھے ٹکڑے کھا بھی لیتے تھے اور جاگیر قبول کرنے کے بعد پانی بھی نہ پئیں گے حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا تم نے میرے خیال کی مطابقت کی۔ جو لوگ

فاقہ کی تنگی برداشت نہیں کر سکتے وہ چلے جائیں مجھ کو ان کی ضرورت نہیں ہے میں جاگیر ہرگز
قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ کی حرج ہے۔

عمر بھر شادی نہیں کی

نوجوانی میں سب سے بڑا مجاہدہ فی النفس خواہشات شہوانی کو جائز طریقہ پر رجوع کرنا ہے اور اس
سے بھی بڑا درجہ اس پر غالب آنے والے کا ہے۔ جس میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے
اس کے اخلاق اور نیک کرداری کا کیا ٹھکانہ ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کا کیرکٹر
زندگی کے اس امتحان میں ایسا پختہ ثابت ہوا کہ باید و شاید، بات صرف اتنی تھی کہ
ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ پائجامہ زیب تن فرما رہے تھے کہ اتفاق سے
ازار بند ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ حضرت بابا فرید صاحب نے فرمایا۔ نظام الدین بابا
تار کس کے باندھو۔ حضرت سلطان المشائخ نے جواب میں فرمایا۔ حضور ایسا کس
کے باندھتا ہوں کہ سوائے حوران بہشتی کے اور کسی کے آگے نہ کھولے گا۔ اس کے بعد
سے حضرت نے مجاہدہ فی النفس کی وہ نادر مثال قائم کی کہ تمام عمر کے لئے شادی
کرنے سے ہاتھ دھو لیا۔ اور تقوےٰ و پرہیزگاری میں ساری زندگی بسر کر دی۔

حضرت سلطان المشائخ کے اعلیٰ خلفاء

حضرت سلطان المشائخ نے خلافت عطا فرمانے میں اہلیت کا خاص خیال مدنظر
رکھا تھا جس میں علمی فضیلت۔ زہد و تقوےٰ اور روحانی اہلیت بھرپور ہوتی تھی
اسی کو یہ نعمت عطا ہوتی تھی۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان عظیم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ
نے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی کو مصلحت وقت دیکھ کر خلافت دیدی

جس کا مجھ کو خدشہ تھا۔ خضر خاں نے علاؤالدین سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اور علاؤالدین نے کہا دوبارہ جاؤ اور عرض کرو بیشک حضور تو دین و دنیا کے بادشاہ ہیں یہ حقیر نذرانہ حضور کے لئے نہیں ہے بلکہ حضور کے بعد خانقاہ اور درگاہ کے مصارف کے لئے ہے۔

خضر خاں نے باپ کا پیغام حضور کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت بہت برہم ہوئے اور فرمایا جو خدا اب دیتا ہے وہی خدا میرے بعد بھی میری خانقاہ اور درگاہ کی محافظت اور اس کے مصارف کا کفیل ہوگا۔ اور اگر تم سہ بارہ اس خیال سے میرے پاس آئے تو میرے گھر کے دو دروازے ہیں۔ ایک سے تم آوگے اور دوسرے سے میں باہر نکل جاؤں گا۔ خضر خاں مایوس ہو کر چلا گیا اور حضرت کے بے مثال غنا اور توکل کی بابت سلطان کی خدمت میں عرض کیا تو سلطان نے بے ساختہ حضرت امیر خسرو کی یہ رباعی پڑھی:۔

توئی در حجرہ فقر بادشاہی — در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشہ بے سریر و بے تاج — شاہانش بخاک پائے محتاج

خضر خاں کے جانے کے بعد چند مرید اور خلفاء جو شدت فاقہ سے تنگ آچکے تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! اب کب تک ہم فاقے کئے جائیں۔ حضور نے آئی ہوئی نعمت کو نہ آنے دیا۔ حضرت نے فرمایا اچھا میں مشورہ کرلوں حضرت نے فوراً حضرت خواجہ ابوبکر چشتی (نسبی جانشین) اور حضرت خواجہ کرمانی کو بلایا اور دریافت کیا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا اب تک تو ہم حضور کے سوکھے ٹکڑے کھا بھی لیتے تھے اور جاگیر قبول کرنے کے بعد پانی بھی نہ پئیں گے حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا تم نے میرے خیال کی مطابقت کی۔ جو لوگ

فاقہ کی تنگی برداشت نہیں کر سکتے وہ چلے جائیں مجھ کو ان کی ضرورت نہیں ہے میں جاگیر ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے۔

عمر بھر شادی نہیں کی

نوجوانی میں سب سے بڑا مجاہدہ فی النفس خواہشات شہوانی کو جائز طریقہ پر رجوع کرنا ہے اور اس سے بھی بڑا درجہ اس پر غالب آنے والے کا ہے۔ جس میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے اس کے اخلاق اور نیک کرداری کا کیا ٹھکانہ ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کا کیرکٹر زندگی کے اس امتحان میں ایسا پختہ ثابت ہوا کہ باید و شاید۔ بات صرف اتنی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ پائجامہ زیب تن فرما رہے تھے کہ اتفاق سے ازار بند ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ حضرت بابا فرید صاحب نے فرمایا۔ نظام الدین بابا تار کس کے باندھو۔ حضرت سلطان المشائخ نے جواب میں فرمایا۔ حضور ایسا کس کے باندھتا ہوں کہ سوائے حوران بہشتی کے اور کسی کے آگے نہ کھولے گا۔ اس کے بعد سے حضرت نے مجاہدہ فی النفس کی وہ نادر مثال قائم کی کہ تمام عمر کے لئے شادی کرنے سے ہاتھ دھو لیا۔ اور تقوے و پرہیزگاری میں ساری زندگی بسر کر دی۔

حضرت سلطان المشائخ کے اعلیٰ خلفاء

حضرت سلطان المشائخ نے خلافت عطا فرمانے میں اہلیت کا خاص خیال مد نظر رکھا تھا جس میں علمی فضیلت۔ زہد و تقوے اور روحانی اہلیت کبھی پوری ہوتی تھی اسی کو یہ نعمت عطا ہوتی تھی۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان عظیم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی کو مصلحت وقت دیکھ کر خلافت دیدی

تھی ورنہ خواجہ محمد امام خلیفۂ اعظم ہوتے۔ کیونکہ حضرت کے آخر وقت میں جب
بتیس اصحاب کے نام خلافتوں کے لئے پیش کئے گئے تھے تو حضرت نے ملاحظہ
فرماکر ارشاد فرمایا تھا کہ اس قدر ناموں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں اختصار
کیا جائے۔ دوبارہ جب اختصار کردہ فہرست پیش ہوئی تو اس میں بھی حضرت
نے اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اعتراض کیا۔ اور فرمایا چونکہ اس بڑی ذمہ داری
کے لئے علمیت کی بہت ضرورت ہے لہذا حضرت اخی سراج کا نام فہرست
سے خارج کیا جائے۔ حضرت مولانا فخر الدین زرادی نے فوراً عرض کیا حضور ان
میں لیاقت اور استعداد پیدا کر دینے کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت
نے اخی سراج کو تھوڑے ہی دنوں میں تمام علوم سے آشنا کر دیا اور پھر حضرت نے
بخوشی انکو خلافت عطا فرمائی اور آئینۂ ہندوستان کا خطاب بھی عطا فرمایا۔ پس
معلوم ہوا کہ حضرت کے نفس قدسیہ پر مصلحت وقت دیکھکر خلافتیں دینے کا الزام
خواجہ محمد امام صاحب کی جاہ طلب اولاد نے محض اپنے دادا کو اونچا کرکے دکھانے
کی مصلحت سے لگایا ہے۔ ورنہ تاریخی نقطۂ نظر سے اس الزام کی کوئی اصلیت نہیں
ہے

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی

یہ حضرت سلطان المشائخ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب بعض تو
حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔ اور بعض ان کو خالدی کہتے ہیں، اور
بعض حضرت عمر ابن خطاب رضی کی اولاد بتاتے ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب کے

جدّ امجد حضرت شیخ عبد اللطیف یزدی بیرون ہند سے آکر لاہور میں متوطن ہوئے
تھے۔ اور وہاں شیخ یحیٰی پیدا ہوئے تھے جن کے فرزند حضرت مخدوم صاحب تھے
مخدوم صاحب فیض آباد میں تولد ہوئے تھے۔ اسی لئے آپ کو اودھی کہتے تھے۔
نو برس کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ بچپن ہی سے طبیعت کا رجحان تحصیل
علم کی طرف تھا اور قدرت کی ودیعت کردہ صفائی قلب کی وجہ سے اوائل عمر
ہی میں روحانیت کی طرف بھی میلان طبع بہت زیادہ تھا۔ آپ نے مولانا عبد الکریم
شیروانی اور مولانا افتخار الدین گیلانی سے علم ظاہری حاصل کیا تھا بچپن ہی سے پیشانی
پر ترک و تجرید، مجاہدہ اور عبادت و ریاضت کے آثار ہویدا تھے۔ حضرت روزہ
اکثر رکھا کرتے تھے۔ اور درخت سنبھالو کے پتے سے افطار کیا کرتے تھے۔

دہلی میں آمد جب چالیس برس کی عمر ہوئی تو اودھ سے دہلی تشریف لائے
اور حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ علوم ظاہری
و باطنی میں ایسا کمال حاصل تھا کہ آپ کو گنج معانی، اور محمود گنج کے خطابوں سے
یاد کیا جاتا تھا۔

خلافتِ عظمیٰ جب حضرت سلطان المشائخ کے پاس رہتے ہوئے عرصہ
گذر گیا اور حضرت نے ان کو ہر طرح سے پختہ پایا تو ان کی
ظاہری و باطنی کمالیت کو دیکھتے ہوئے اپنا خلیفہ اعظم یا روحانی جانشین بنا دیا حضرت
کی طرح یہ بھی کسی کے دروازہ پر نہیں گئے اور متوکل رہ کر ایک گوشہ میں زندگی گذاری
خانوادۂ چشتیہ کا وہ خرقۂ خاص جو سلسلہ بسلسلہ آرہا تھا حضرت سلطان المشائخ نے
انہی کو عطا فرمایا تھا اور باقی ماندہ تبرکات یعنی، عصا، مصلے۔ تسبیح، کاسۂ چوبیں

وغیرہ بھی انہی کو تفویض فرمائے تھے، اور فرمایا تھا نصیر الدین ان چیزوں کی آبرو ملحوظ خاطر رکھنا۔ حضرت مخدوم صاحب نے مرشد کی فرمان کو ساری عمر بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا، اور آخر وقت وصیت فرمائی کہ آئندہ ان تبرکات کی عزت اور قدردانی نہ ہو سکے گی لہذا یہ سب چیزیں میرے ساتھ دفن کردی جائیں۔

چنانچہ بعد وصال عصا برابر رکھ دیا گیا۔ خرقہ حضرت کو اڑھا دیا گیا، کاسہ سرہانے بجائے اینٹ کے رکھا گیا۔ تسبیح دائیں ہاتھ کی انگلی پر لپیٹ دی گئی اور مصلے نیچے بچھا دیا گیا۔ اور یہ "شمع جمع صوفیان" حضرت سلطان المشائخ کے بعد بتیس سال تک دنیاداروں کی نظروں میں روشن نظر آنے کے بعد ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ کو سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔ مادہ تاریخ "شمع جمع صوفیاں" ہے۔ جس سے ۷۵۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ مزار اقدس دہلی شہر سے سات میل کے فاصلہ پر موضع چراغ دہلی میں واقع ہے۔

وجہ تسمیہ چراغ دہلی پہلی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ کے ہاں محفل روحانی گرم تھی، اور بڑے بڑے بزرگ حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت مخدوم نصیر الدین بھی آ گئے اور قدمبوسی کر کے واپس جانے لگے۔ حضرت نے فرمایا نصیر الدین بیٹھا عرض کیا بزرگوں کی طرف پشت ہو گی۔ حضرت نے فرمایا۔ چراغ کی پشت و رو برابر ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی جب باؤلی تعمیر ہو رہی تھی تو بادشاہ وقت نے از روئے حسد سامان روشنی دینے کی بازار والوں کو ممانعت کردی تھی۔ تو مخدوم صاحب نے حضرت سلطان المشائخ کے حکم سے

سے باؤلی کا رستا ہوا پانی جمع کر کے اور خشک گھاس کی بتی ڈال کر اپنی کرامت سے بجائے تیل کے روشن کیا تھا۔ اس وقت سے آپ کو چراغ دہلی کہنے لگے۔

وصیت — حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا تھا' لباس درویشی کا حق مدنظر رکھنا' تاکہ بروز حشر خدا اور رسول کے سامنے شرمندگی نہ ہو' جفا کو برداشت کرنا۔ ہر ایک سے وفا کرنا۔ گندم نما جو فروش نہ بننا۔

حضرت اخی سراج

کا پورا نام شیخ سراج الدین عثمان بداؤنی تھا۔ اخی سراج عرفیت تھی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو آئینہ ہندوستان خطاب دیا تھا جب وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت سلطان المشائخ کے عطا کردہ کپڑے ایک پاک جگہ دفن کرائے اور فرمایا مجھ کو ان کپڑوں کے پائیں دفن کرنا۔ ۷۵۸ھ میں وصال ہوا۔ لکھنوتی بنگال میں مزار ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین منور

یہ بھی حضرت کے مخصوص خلفاء میں سے تھے اور حضرت جمال الدین قطب ہانسویؒ کے پوتے تھے۔ ان کو اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو ایک ہی روز خلافت ملی تھی۔

سلطان محمد تغلق نے ایک مرتبہ موضع بنی متصل ہانسی قیام کیا اور نظام الدین عرف مخلص الملک کو ہانسی کے اطراف میں دورہ کے لئے بھیجا۔ جب وہ حضرت شیخ کے مکان کے نیچے پہنچا تو دریافت کیا یہ کس کا مکان ہے۔ لوگوں نے بتایا تو کہا تعجب ہے بادشاہ وقت یہاں آیا ہے اور حضرت نظام الدین اولیا کا یہ خلیفہ اس

کے سلام کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر بادشاہ سے عرض کیا اور بادشاہ نے فوراً سید حسن سر برہنہ کو حضرت شیخ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کا پیغام سن کر حضرت شیخ نے فرمایا مجھ کو بھی کچھ اختیار ہے؟ سر برہنہ نے کہا، .... آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ آپ کو بہر صورت چلنا پڑیگا۔ حضرت شیخ نے طوعاً و کرہاً مصلے کاندھے پر ڈالا اور اپنے دادا حضرت جمال قطب جمال ہانسوی کے مزار پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا دادا قطب! جبراً لیجایا جا رہا ہوں۔ جب قیام گاہ شاہی پر پہنچے تو دیر تک بیٹھے رہے مگر بادشاہ نے ازراہ تکبر نہ بلایا اور کہا دہلی آ کر لیں، آخر حضرت جبراً قہراً دہلی تشریف لے گئے اور بادشاہ نے کچھ التفات نہ کیا، اور تیر اندازی میں مشغول ہوگیا۔ حضرت شیخ آگے بڑھے اور بادشاہ نے حضرت کو دیکھ کر ظاہری تعظیم و تکریم کی۔ مگر حضرت اس کے دل کی حالت سے واقف تھے، انہوں نے مصافحہ کرتے وقت بادشاہ کا ہاتھ ذرا سختی سے پکڑا بادشاہ نے فوراً کہا ہم آپ کے نواح میں گئے اور آپ ملنے کے لئے نہیں آئے۔ حضرت نے جواب دیا یہ فقیر گوشۂ فقر میں بیٹھا ہوا اسلام اور بادشاہ اسلام کے لئے دعا گوئی میں مشغول تھا معذور سمجھنا چاہیے تھا۔ فقر کے لئے جلوت سے زیادہ خلوت اچھی ہوتی ہے، بادشاہ نے رخصتی کے وقت ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کئے مگر حضرت نے قبول نہ فرمائے البتہ سخت اصرار سے اس میں سے صرف ایک ہزار روپے اٹھا لئے اور باہر آ کر فقیروں کو لٹا دیئے، اور خالی ہاتھ گھر چلے آئے۔ انتقال ۷۶۳ھ میں فرمایا۔ مزار اندرون گنبد حضرت قطب جمال ہانسوی ہے۔

حضرت برہان الدین غریبؒ

یہ حضرت قطب جمال ہانسوی رحمۃ

کے بھانجے تھے۔ اور حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء میں تھے۔ حضرت بایزید بسطامی فرمایا کرتے تھے کہ شہر برہان پور انہی کے دم سے آباد و شاد ہے حضرت سلطان المشائخ کے حکم سے بسلسلۂ تبلیغ تصوف دولت آباد تشریف لے گئے تھے وہاں حضرت کے روحانی کمالات کی بہت شہرت ہوئی۔ یہاں تک کہ ممالک غیر میں بھی آپ کی روحانیت کا چرچا ہو گیا۔ چنانچہ زین الدین داؤد شیرازی حضرت کی شہرت سن کر شیراز سے دولت آباد پہنچے۔ شیخ صاحب بہت متشرع تھے، لیکن جب سنا کہ حضرت غریب قوالی بہت سنتے ہیں۔ اور لوگ ان کی قدمبوسی کرتے ہیں۔ تو اپنے ہندوستان آنے پر بہت پچھتائے، حضرت غریب نے کشف سے ان کی دلی حالت معلوم کر کے کہلا بھیجا کہ مولانا سے کہدو، تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے دلی اطمینان کرنا ہے تو یہاں آکر خطرات دور کر لیں۔ حضرت زین الدین تشریف لائے تو اُس وقت قوالی ہو رہی تھی۔ واپس ہونا چاہتے ہی تھے کہ حضرت غریب کی نظروں سے ایسی نظریں ملیں کہ بس شکار ہو کر رہ گئے اور قوالی میں بیٹھنا پڑا۔ کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ کیفیات وارد ہوتی شروع ہوئیں۔ اور سارے خطرات جو دل میں تھے ان کیفیات کے اثر سے خود بخود زائل ہو گئے۔ اور اسی وقت شرف ارادت سے مشرف ہوئے۔ شیخ زین الدین شیرازی۔ شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی، شیخ رکن الدین حمام کاشانی، ان کے کاملین خلفاء میں سے تھے۔

حضرت غریب فرمایا کرتے تھے کہ جس نے دنیا کو پیٹھ دی وہ مثل سایہ کے اس کے پیچھے آتی ہے۔ اور جس نے اس کی طرف رغبت کی وہ مثل سایہ کے اس کی طرف پیٹھ پھیر لیتی ہے۔ مشرق سے مغرب تک درویش کی نظر میں سارا عالم ایسا

ہے جیسا کہ ہتھیلی پر انڈا ہوتا ہے۔

دیوگیر (دولت آباد) وسط حصار میں مزار ہے۔ تاریخ وصال ۱۵ ؍صفر ۷۳۸ھ ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زرادی یہ بھی حضرت محبوب الٰہی رض کے مخصوص خلفاء میں تھے۔ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ پہاڑ پر اور جنگل میں زیادہ قیام رہا کرتا تھا۔ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی فرمایا کرتے تھے کہ جو مجھ کو ایک ماہ میں منکشف ہوتا ہے وہ مولانا کو ایک گھڑی میں ہو جاتا ہے۔ آپ ساری عمر پیر کی متابعت میں مجرد رہے اور شادی نہ کی حضرت سماع سننے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ آخر جب محمد تغلق نے دیوگیر (دولت آباد) کو دار الخلافہ بنایا تو یہ بھی دہلی چھوڑ کر وہیں چلے گئے تھے۔ اور وہاں سے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لیگئے تھے اور جب کشتی میں سوار ہو کر واپس ہندوستان آرہے تھے تو ۷۴۸ھ میں سمندر میں طوفان آیا اور کشتی غرق ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا وجیہ الدین یوسف کلا کھڑی آپ بھی حضرت محبوب الٰہی کے مخصوص خلفاء میں تھے ادب پیر حد سے زیادہ ملحوظ خاطر تھا۔ دل میں خطرہ گذرا کہ پیروں کے بل جانا بے ادبی ہے۔ لہذا جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سر نیچے کر کے اور ہتھیلیاں زمین پر ٹیک کر چلتے تھے۔ آخر حضرت نے دعا کی اور ان کو قوت پرواز عطا ہو گئی۔ اور ہوا میں اڑ کر حاضر خدمت ہونے لگے۔ حضرت محبوب الٰہی

چندیری میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ کو مامور فرمایا تھا۔ بالآخر ۷۲۰ھ میں وصال فرمایا اور چبوترہ یاران درگاہ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی میں مزار بنایا گیا۔

حضرت شمس الدین یحیٰ اودھی آپ بھی حضرت محبوب الٰہی کے مخصوص خلفاء میں تھے۔ بڑے بڑے علماء وقت آپ کی شاگردی کا فخر رکھتے تھے۔ اودھ سے دہلی صرف تحصیلِ علم کی خاطر تشریف لائے تھے۔ ایسے متبحر عالم تھے کہ بڑے بڑے علما، فضلاء اور فقہا، تفسیر، حدیث وغیرہ میں مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ حضرت شیخ صدر الدین کے ذریعہ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں شرف تعارف حاصل ہوا تھا اور ساری عمر پیر و مرشد کے نقش قدم پر تجرید و تفرید میں عمر گذاری تھی۔ ۷۴۷ھ میں وصال فرمایا اور چبوترۂ یاران درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا علاؤالدین نیلی یہ بھی حضور کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ مگر ساری عمر کسی کو مرید نہیں کیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے اگر پیر و مرشد ہوتے تو عرض کرتا مجھ گنہگار سے یہ بڑی ذمہ داری کا کام نہیں ہو سکتا مجھ کو معاف کیا جائے۔ یہ تھا عجز و انکسار جو ہر مرید کو پیر کی موجودگی میں لازمی رکھنا چاہئے۔ چہ جائیکہ حضرت نیلی نے پیر کے وصال کے بعد بھی اپنے کو اس قابل نہ سمجھا۔ ہمارے بعض تعلّی باز اور سجادہ نشین بننے کے شوقین حضرات اپنے بزرگوں کی تعریفوں میں اتنا غلو کر جاتے ہیں کہ پیر و مرشد کے آگے بیعت کر لینے کو باعث جانشینی قرار دے دیتے ہیں۔ حالانکہ پیر و مرشد کے آگے ایک سعادت مند ارادت کیش کی ہرگز ہرگز یہ جرأت اور تاب نہیں ہو سکتی کہ وہ پیر کی موجودگی

میں دست پیری کسی کے آگے بڑھائے۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہی نے حضرت بابا صاحب کے سامنے تو درکنار جب تک حضرت خواجہ بدرالدین اسحاق داماد حضرت بابا صاحب زندہ رہے اس وقت تک کسی کو بھی بیعت نہیں کیا تھا۔

حضرت مولانا علاءالدین نیلی کے پاس بہت سی کُتب تصوف تھیں اور مطالعہ بہت وسیع تھا لیکن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو مجھ کو پیر کے ملفوظات مطالعہ کرنے سے حاصل ہوا ہے وہ کسی بھی کتاب کے مطالعہ سے نہیں ہوا۔

سنہ ۷۶۲ھ میں وفات پائی اور چبوترہ یاد ا لان درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں دفن ہوئے۔

حضرت منتخب الدین زری زربخش

یہ حضرت شیخ برہان الدین غریب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور بڑے بھائی کے ساتھ ہی حضرت محبوب الٰہی سے شرف ارادت حاصل کیا تھا۔ اور حضرت نے مصلے، عصاء۔ اور خلعت خاص ان کو مرحمت فرماکر اہل دکن کی رہنمائی کے لئے متقرر فرمایا تھا۔ اور سات سو مریدوں کی پالکیاں جو حضرت محبوب الٰہی نے دکن روانہ کی تھیں ان کے یہی میر قافلہ تھے۔ چونکہ متوکل تھے حضرت سے عرض کیا اتنے کثیر اصحاب کے خوردونوش کے لئے بہت کچھ زر کثیر کی ضرورت ہے اور میں متوکل ہوں ان کے مصارف کا کفیل نہ ہو سکوں گا۔ حضرت محبوب الٰہی نے یہ سنکر مراقبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا منتخب الدین فکر نہ کرو انشاءاللہ تہجد کے وقت روزانہ تم کو عالم غیب سے ان کے مصارف کے لئے مل جایا کریگا۔ حضرت کی دعا قبول ہوئی اور غیبی امداد ملنے لگی۔ اسی روز سے منتخب الدین زری زربخش

کملانے لگے۔ آخر جب ۷ ربیع الاول ۶۹۷ھ میں وفات ہوگئی تو حضرت محبوب الٰہی کو کشف ہوا اور حضرت برہان الدین غریب سے دریافت کیا۔ تمہارے چھوٹے بھائی کی کیا عمر تھی۔ مولانا غریب سمجھ گئے کہ بھائی کا انتقال ہوگیا۔ پھر حضرت نے مولانا برہان الدین غریب کو خرقہ خلافت عطا کر کے دکن بھیجدیا۔

حضرت شیخ حسام الدین ملتانی یہ بھی حضرت کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شہر دہلی انہی کی حمایت میں ہے۔ جب محمد تغلق نے دہلی کے رستے بسنے شہر کو ویران کیا اور دیوگیر آباد کیا تو یہ بھی گجرات احمد آباد تشریف لے گئے تھے۔ اور اُس علاقہ کے صاحب ولایت تھے (سیر المحبوب صفحہ ۲۰۷)، وفات ۷۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار پیران پٹن احمد آباد گجرات میں ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین امام حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے خاص خلفاء میں تھے۔ حضرت کے جماعت خانہ میں امام بھی تھے۔ اور حضرت کی خاص شفقت بزرگانہ انکے حال پر تھی حضرت اکثر خلعت مبارک سے بھی ان کو مفتخر فرمایا کرتے تھے۔ ان کی اولاد زیر دیوار قلعہ شیر شاہ دہلی میں سکونت رکھتی ہے۔ شیخ رکن الدین ان کے سجادہ نشین تھے۔ جن کے مرید خواجہ مسعود بیگ شاہباز ہوئے تھے۔ موضع لاڈو سرائے میں نزد مہرولی مزار اقدس ہے۔

حضرت موید الدین کڑی یہ حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ ابتداء میں کڑہ مانکپور

کے حاکم تھے لیکن فیض روحانی کے اشتیاق نے سب کچھ چھڑا دیا تھا اور حضرت سلطان المشائخ سے مرید ہو گئے تھے۔ جب سلطان علاؤالدین خلجی تخت نشین ہوا تو موید الدین کردی کو بھی بلاوا بھیجا مگر آپ نے فرمایا ایک راستہ ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے بھلا اب کس طرح ادھر سے اُدھر قدم اٹھا سکتا ہوں۔ ۷۲۶ھ میں وفات ہوئی اور چبوترہ یاران حضرت سلطان المشائخ پر دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ امیر خسرو طوطی ہندؒ آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے محبوب ترین مرید تھے۔ اور اُردو ہندی اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے قوم کے ترک تھے آپ کی پیدائش پٹیالی ضلع ایٹہ کی تھی۔ جناب امیر کے والد کا اسم مبارک امیر سیف الدین محمود تھا ابھی نو برس کے تھے کہ آپ کے والد صاحب نے انتقال فرمایا۔ آپ بچپن ہی سے شعریت کے دلدادہ تھے چنانچہ آپ نے اپنے والد کے انتقال پر ایک مرثیہ لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

سیف از سرم گذشت و دل من دو نیم شد ؎ دریا من رواں شد و دریتیم ماند

امیر صاحبؒ کے والد صاحب نے جب آپ کی طبیعت طریقہ صوفیہ کی طرف مبذول دیکھی تو حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئے۔ جب دروازہ کے اندر جانے لگے تو امیر صاحب نے کہا باواجان پیر کا پسند کرنا میرا کام ہے نہ کہ آپ کا۔ غرض حضرت امیر صاحب کو اُن کے والد دروازے پر چھوڑ گئے اور پھر اندر گئے حضرت امیر نے دروازے پر بیٹھے بیٹھے ایک

رباعی موزوں کی اور دل میں خیال کیا اگر پیر روشن ضمیر ہیں تو اس کا جواب دینگے۔
اگر جواب معقول دیدیا تب تو میں مرید ہو جاؤں گا ورنہ واپس چلا آؤں گا وہ رباعی
یہ ہے۔ ؎

تو آں شاہِ کہ بر ایوان قصرت — کبوتر گر نشیند باز گردد
غریبِ مستمندِ بر در آمد — بیاید اندروں یا باز گردد

حضرت محبوب الٰہی کو کشف سے امیر صاحبؒ کے دل کی تمام حالت معلوم ہو گئی
اور ایک خادم کو بلا کر کہا کہ ایک لڑکا دروازہ پر بیٹھا ہے اس کے پاس جا کر
یہ رباعی پڑھ دو رباعی: ؎

بیاید اندروں مردِ حقیقت — کہ با ما یک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مردِ ناداں — ازاں راہے کہ آمد باز گردد

جب امیر صاحب نے یہ رباعی سُنی تو بے ٹک گئے اندر داخل ہوئے اور حضرت کے
مرید ہو گئے۔

اگرچہ آپ کی تمام عمر بادشاہوں کی صحبت میں گذری مگر دنیا کا ذرا سا
بھی آپ کو لگاؤ اور تعلق نہ تھا۔ دن کو بادشاہ کے یہاں رہتے اور رات حضرت
محبوب الٰہی کی خدمت میں گذارتے۔ حضرت محبوب الٰہی کا یہ قاعدہ تھا کہ عشاء
کی نماز سویرے سے پڑھ کر خواب گاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس وقت
سوائے امیر صاحب کے کسی اور شخص کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب آپ
رات کو حاضر ہوا کرتے تو حضرت محبوب الٰہی فرمایا کرتے "کہو ترک: کیا کیا خبر
ہیں" آپ دن بھر کے تمام واقعات سناتے۔ پھر ارشاد ہوتا اپنا تازہ کلام

سناؤ۔ اِس اثناء میں آپ کی آنکھ لگ جاتی اور حضرت امیر بھی آپ کے قدموں میں سر رکھکر سو جاتے۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ تک یہ صحبت ترک رہی۔ جب حضرت امیر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ شعر پڑھا۔ ؎

نخفت خسرو مسکیں ازیں ہوس شبہا ؎ کہ دیدہ برکفِ پایت نہد بخواب شود

حضرت محبوب الٰہیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے اگر شریعت اجازت دیتی تو میں اور خسرو ایک مزار میں سوتے اور فرماتے تھے قیامت کے دن خدا پوچھے گا نظام الدینؒ میرے واسطے کیا لائے میں عرض کروں گا خسرو کے دل کا سوز آپ امیر صاحب کو ترک اللہ کہکر پکارا کرتے تھے (اس زمانہ میں ترک معشوق کا لقب تھا) چنانچہ حضرت کا ایک شعر ہے۔ ؎

گر برائے ترک ترکم آرہ بر تارک نہند ؎ ترک تارک گیرم و ہرگز نگیرم ترکِ ترک

اگر میری پیشانی پر آرا رکھدیں اور کہیں کہ اپنے ترک کو چھوڑدو۔ تو میں اپنی پیشانی کو چھوڑدوں گا مگر ترک کو نہ چھوڑدوں گا۔

غرضکہ حضرت سلطان جی صاحبؒ اور حضرت امیر خسرو صاحب میں اتنی محبت تھی جس کی مثال دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں بہت غریب ہوں مجھ کو کچھ دیجیے۔ آپ نے اپنی جوتیاں اس کو دیدیں۔ یہ شخص سامنے تو کچھ نہ کہہ سکا لیکن باہر آکر بہت آزردہ ہوا اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ جب اودھ کے کسی شہر میں پہنچا تو ایک سرائے میں قیام کیا۔ وہاں حضرت امیر خسرو بھی مقیم تھے۔ آپ کے ہمراہ سیکڑوں لونڈی۔ غلام اور لاکھوں روپیہ کا تجارتی مال و اسباب تھا۔ صبح

یکایک امیر خسرو صاحب نے کہا "بوئے شیخ می آید" یعنی پیر کی خوشبو آتی ہے سرائے میں تلاش کرتے کرتے اس مسافر سے پوچھا "کہاں سے آئے ہو؟" کہا "دہلی سے" پوچھا حضرت محبوب الٰہی سے بھی ملے کہا انہی کے پاس اتنا لمبا سفر کر کے گیا تھا۔ یہ دو جوتیاں دیکر ٹال دیا۔ حضرت امیر صاحب نے فرمایا یہہ جوتیاں مجھ کو دیدو اور میرا تمام اسباب مع لونڈی و غلام لے لو۔ مسافر نے کہا آپ مجھ سے کیوں مذاق کرتے ہیں حضرت امیر صاحب نے فرمایا استغفر اللہ ہنسی کی کیا بات ہے میں سچ کہتا ہوں۔ میں نے سب کچھ تجھ کو دیا۔ یہ کہکر آپ نے تمام سامان اس کو سونپ دیا اور جوتیاں لے لیں اور ان کو اپنے سر پر رکھکر پیدل دہلی پہونچے۔ جب حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پہونچے، تو حضرت محبوب الٰہی نے پوچھا خسرو کیا لائے۔ امیر صاحب نے عرض کیا تحفہ سلطان الہند آپ نے پوچھا کتنے میں خریدا امیر صاحب نے عرض کیا حضور جتنا مال تھا سب اس کے بدلے میں دیدیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا خسرو بسیار ارزاں خریدی۔

جب حضرت محبوب الٰہیؒ کا انتقال ہوا تو امیر صاحب بنگالہ میں تھے۔ یہ خبر سنکر آپ چھ مہینہ کے بعد دہلی آئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے وفات سے قبل یہ ارشاد فرمایا تھا کہ خسرو آئیں تو میرے مزار پر نہ آنے دینا ایسا نہ ہو کہ شریعت میں رخنہ پڑ جائے۔ جب آپ حضرت کے مزار کے قریب آئے تو لوگوں نے روکا آپ ٹھہر گئے اور پیر کے مزار کو دیکھہ کر آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اس وقت آپ نے یہ دوہا پڑھا۔ (دوہا اگلے صفحہ پر دیکھئے)

گوری سوئے سیج پر اور مکھ پر ڈارے کیس   چل خسرو گھر اپنے اور سانجھ بھئی چو ندیس

یہ پڑھ کر آپ نے ایک نعرہ مارا اور اسی وقت انتقال ہو گیا۔ جس روز آپ کا انتقال ہوا تو وہی تاریخ تھی جس تاریخ کو حضرت محبوب الٰہی کا انتقال ہوا تھا آپ کا مزار حضرت محبوب الٰہی کے پائیں ہے۔

حضرت امیر خسرو کا ہندی فارسی کلام چھ سو پچاس سال سے ہندوستان میں مشہور چلا آتا ہے اور شہری و دیہاتی ہندو مسلم گھرانوں میں اب تک گایا جاتا ہے۔ حضرت امیر کا بابل بہت مشہور رہے۔ جو اکثر شادیوں میں لڑکیوں کی وداعگی کے وقت گایا جاتا ہے۔ انریبل پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھ سے ایک ملاقات کے دوران میں میرے اس بیان کی تصدیق کی تھی اور کہا تھا کہ یو۔پی کے دیہاتوں میں اب بھی حضرت امیر کا کلام گھر گھر گایا جاتا ہے۔ حضرت امیر کے دو سخنے، کہانیاں پہیلیاں۔ مکرنیاں، انمل۔ ٹھمریاں۔ گیت اور اردو فارسی کلام وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ یہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے روحانی فیض کی برکت ہے کہ حضرت امیر کا کلام چھ سو پچاس برس سے آج تک زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہندو مسلم اتحاد کے بانی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کو ملک کے امن و اماں اور آپس کے میل جول کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت نے یہ خیال فرمایا کہ ہندوستانی افغانیوں۔ ایرانیوں اور ترکوں کی زبان نہیں سمجھ سکتے اور یہ ناسمجھی اس کے اتحاد میں بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے تو حضرت نے حضرت خواجہ امیر خسروؒ کو جو کہ عربی

فارسی اور ہندی میں ید طولیٰ رکھتے تھے حکم دیا کہ ایسی زبان ایجاد کرو جس میں
ہر زبان کے الفاظ ملے جلے ہوں اور آسانی سے سمجھی جا سکے۔ چنانچہ حضرت امیر نے
تعمیل حکم کی اور فارسی و بھاشا کو نمک مرچ کی طرح اس انداز سے ملایا کہ
زبان چٹخارہ دیتی ہے۔ ذیل کی ہندی فارسی آمیز غزل حضرت امیر کی پہلی ایجاد اردو
کا نمونہ ہے۔ ابتدائے ایجاد میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے اور جوں جوں زمانہ بدلتا
جاتا ہے ہر زبان کی اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے۔ آج کل کی اردو اور ۶۵۰
سال پہلے کی اردو میں آپ زمین و آسمان کا فرق ملاحظہ کریں گے۔ غزل
یہ ہے۔ ؎

زحالِ مسکیں مکن تغافل۔ دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلت چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں، تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

چو شمع سوزاں چو ذرہ حیراں ز مہر آں مہ بگشتم آخر
نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں۔ نہ آپ آویں۔ نہ بھیجیں پتیاں

بحقِ روزِ وصالِ دلبر۔ کہ داد مارا فریب خسرو
سپیت من کے درائے راکھوں جو جائے پاؤں پیا کی کھتیاں

⁂

کرامت سلب کرنے کی جھوٹی کہانی

جاہلوں میں ایک جھوٹی کہانی مشہور ہے کہ حضرت بو علی شاہ قلندر نے حضرت سلطان جی صاحب کی کرامت سلب کر لی تھی اور حضرت امیر خسرو نے حاکمران کے محبوب مبازر خاں کی خوشامد کی اور قلندر صاحب سے سفارش کرا کے کرامت و ولایت واپس دلوائی۔ یہ قصہ بھنگڑ خانہ کی گپ ہے جس کی کچھ اصلیت نہیں۔ کہاں محبوب الٰہی کا درجہ اور کہاں قلندری مقام۔

واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ علاء الدین خلجی بادشاہ نے کچھ تحائف حضرت امیر خسرو کے ہاتھ حضرت قلندر صاحب کو بھیجے تھے۔ حضرت سلطان جی صاحب نے امیر کو چلتے وقت نصیحت فرمائی تھی کہ قلندر صاحب جو کچھ کہیں اس کا ہاں کرنا نا نہ کرنا۔ چنانچہ جب امیر قلندر صاحب کی خدمت میں گئے اور تحائف سامنے رکھے انہوں نے سوال فرمایا تو کون ہے۔ عرض کی۔ خسرو۔ فرمایا۔ جو غزلیں کہتا ہے۔ التماس کیا جی ہاں۔ ارشاد ہوا کچھ سنا۔ آپ نے غزل پڑھی۔۔۔ قلندر صاحب سنکر خوش ہوئے اور فرمایا خوب کہتا ہے۔ خوب رہیگا۔ اس کے بعد فرمایا لے ہماری غزل بھی سُن اب ایک غزل قلندر صاحب نے پڑھی امیر صاحب سنکر روتے لگے۔ قلندر صاحب نے فرمایا۔ روتا ہے یا کچھ سمجھتا بھی ہے۔ عرض کی اسی لئے تو روتا ہوں کہ کچھ سمجھتا نہیں۔ قلندر صاحب اس جواب سے خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہم نے تیرے پیر کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں نہیں دیکھا۔ یہ سن کر امیر نہ ہاں کہہ سکے نہ نا۔ خاموش

ہو گئے۔ اور دہلی آکر حضرت سلطان جی صاحب سے سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور کہنا پردہ کے اندر دیکھو۔ چنانچہ امیر گئے اور یہی عرض کر دیا۔ قلندر صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑا ناگہاں حجاب ظاہر دور ہو گیا اور دربار رسول نظر آنے لگا۔ دیکھا تمام صحابہ اور اولیاء اللہ دربار میں حاضر ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا بو علی کیا دیکھتا ہے۔ عرض کی مولانا نظام الدین کو۔ حکم ہوا اس پردے کے پیچھے دیکھو۔ انہوں نے جو پردہ کو ہٹایا تو دیکھا ایک عجیب آراستہ حجرہ ہے جیسے مکان عروسی ہوتا ہے۔ وہاں جانماز بچھی ہوئی تھی اور حضرت سلطان جی صاحب نماز میں مشغول تھے

دوسری جھوٹی کہانی

حضرت قلندر صاحب کی کرامت سلب کرنے کی جھوٹی کہانی کے بعد ایک دوسری جھوٹی کہانی کا تردیدی تذکرہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہانی عوام میں زیادہ مشہور نہیں ہے۔ صرف سلسلۂ قادریہ کے اصحاب میں فخریہ بیان کی جاتی ہے ایک کتاب گلدستۂ کرامت ہے جو مفتی غلام سرور صاحب لاہوری کی تصنیف ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ کی مطبوعہ ہے۔ اس میں صفحہ ۹۱ پر تحریر ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین رح محبوب الٰہی حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں حضرت سید عمر رحمتہ اللہ علیہ فرزند حضرت غوث پاک بھی تشریف رکھتے تھے انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو ایک خادم بھیج کر بلوایا۔ اور فرمایا اس لئے بلوایا کہ آپ کو بارگاہ محبوب سبحانی سے درجۂ سلطانی عطا ہوا ہے اس

خوش خبری کو سن کر حضرت محبوب الٰہی مسرور ہوئے اور مرشدِ رہبر حضرت سید عمر
سے خرقہ اور خلعت سلطانی حاصل کر کے ممتاز ہوئے۔ کتاب۔ سیر الاولیا اور
کتاب فوائد الفواد حضرت سلطان المشائخ کی سیرت کی نہایت معتبر اور مستند
تاریخی کتابیں ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں کہیں بھی یہ واقعہ نہیں لکھا علاوہ اس
کے عقلی دلیل سے بھی یہ واقعہ بناوٹی اور عقیدت کا مبالغہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ
حضرت غوث پاک کا وصال ۵۶۲ھ میں ہوا ہے۔ اور ان کے آخر میں فرزند
شیخ ابو نصر جن کی عمر ۷۹ سال کی تھی ۶۱۸ھ میں رحلت فرماتے ہیں اور حضرت
سید عمر کی صاحبزادگی کا ثبوت کتاب تحفۃ الابرار میں نہیں ملا اگر ان کو بھی
حضرت غوث پاک کا فرزند مان لیا جائے تو بہر حال ظاہرہ حساب کی رو سے تاریخ
پیدائش اور تاریخ وصال حضرت شیخ ابو نصر سے پہلے ہی کی برآمد ہو گی۔ چونکہ حضرت
سلطان المشائخ کی وفات ۷۲۵ھ میں ہوئی ہے۔ اس لئے ۶۱۸ھ سے ۷۲۵ھ
تک ایک سو سات سال کا فرق برآمد ہوتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی عمر
ایک سو سال کے قریب تھی۔ پس اوائل عمر میں بھی یہ خلعت سلطانی حضرت کو
ملنا نہیں مانا جا سکتا کیونکہ سات سال کا فرق باقی رہتا ہے۔ علاوہ اس کے کسی
معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے کہ حضرت حج کے لئے تشریف لے گئے ہوں۔
پس نتیجہ نکلا کہ یہ کہانی خاندان قادریہ کے لوگوں نے محض اپنے خاندان کی اہمیت
کو بڑھانے کے لئے لکھ دی ہو گی۔

حضرت امیر خسروؔ کے کلام کا انتخاب

حمدِ وحدت

اے ز خیالِ ما بروں در تو خیال کے رسد — با صفتِ تو عقل را لافِ کمال کے رسد

گر ہمہ مردم و ملک خاک شوند بر درت — دامنِ عزّت ترا گردِ زوال کے رسد

کنگرِ کبریائی تو ہست فراز لامکاں — طائرِ ہوران ہمابے پر و بال کے رسد

بر درِ بے نیازیت صد چو حسین کربلا — تشنہ بماند ہر گزر تا بزلال کے رسد

ہست تجلّگاہِ دل جلوہ قرب روز و شب — لیک بجلوہ چناں چشمِ خیال کے رسد

زاں چمنے کہ بلبلش روحِ قدس نمی سزد — گلخنیان خاک را بوی وصال کے رسد

توسنِ چابکاں سبک عرصۂ کوی نیکواں — آنکہ فتاد مرکبش بر سرِ حال کے رسد

حربۂ رد عاشقاں بر سرِ چوں می سزد — راہروانِ پاک را لوث و وبال کے رسد

آیتِ رحمت از حرم ہست برائے حاجیاں

خسروِ بت پرست را جز خط و خال کے رسد

نعت

اے رسالت را علم افراختہ — دستِ تو تیغِ شریعت آختہ

مرکبت کو بر مکاں بنہاد پائے — قدرِ تو بر لامکانش تاختہ

آدم و من دونہ تحت اللوا — آمدہ چوں تو لوا افراختہ

زاں قبائے چرخ را خیاطِ صنع — خاص بہرِ قامتت پرداختہ

میم احمد راگزیدہ بعد ازاں
خاتم مہر نبوت ساختہ

ہر کہ آواز میم احمد طوق یافت
در یکے گوئی دو دو چوں فاختہ

جز خدا کس حد تو نشناخت زانکہ
کس خدا را ہم چو تو نشناختہ

تافتہ نور تو از روز ازل
پرتو خود تا ابد انداختہ

دیدۂ کش در نظر نیاید بہشت
عشق با خاک جنابت باختہ

عاصیان زرد رو را کردگار
از برائے روئے تو بنواختہ

بندہ خسرو تا نوید نعت تو
ز آتش دل جاں خود بگداختہ

مدح مرشد

اے شربت عاشقی بجامت
وز دو ست زماں زماں پیامت

در سیر وصال ہر دو عالم
داخل بمسافت دو گامت

شد سلک فرید از تو منظوم
زانست کہ شد لقب نظامت

صد جان شریف پاک را چرخ
بگداختہ و نوشتہ نامت

درگاہ تو قبلۂ ملائک
پراں جو کبوتراں ببامت

سودا زدگان شوق حق را
تسکین ز مفرح کلامت

جاوید لقاست بندہ خسرو
چوں شد بہزار جاں غلامت

عشق

آب حیات من کہ نم از من دریغ داشت
خاک رہش شدم قدم از من دریغ داشت

من ہر شبے نشستہ زہجرش بروز غم
او پرسشش بروز غم از من دریغ داشت

گرچہ ببوے او شدمی زندہ پیش ازیں
آں نیز باد صبحدم از من دریغ داشت

من در سر قلم زدم آتش ز دود آہ
او دودۂ سر قلم از من دریغ داشت

صد دوست پیش نشستہ ز من نیز دوستم
آخر چہ شد کہ ایں کرم از من دریغ داشت

کاغذ مگر نماند کہ آں ناخدائے ترس
از نوک خامہ یک رقم از من دریغ داشت

کردند اگرد فاکم وگرمیش دوستاں
از ہر چہ ہست پیش دم از من دریغ داشت

خسرو چہ گونہ پند کند صبر را کہ یار
موئے ز زلف خم بخم از من دریغ داشت

عشق و پالیٹکس

آفت دین مسلمانی جز آں عیار نیست
تشنۂ خون مسلماناں جز آں خونخوار نیست

بر تن شیریں نظر ہم ہست بار از نازکی
بلکہ دل فرہاد کوہ بے ستوں ہم بار نیست

در جہاں نفس عاشق را کم از غازی مداں
گاہ سربازی معاصی کمتر از عیار نیست

اے برہمن بلدہ رد کردہ اسلام را
با چو من گمراہ را در پیش بُت ہم بار نیست

چند گویندم بروز نار بند ایں بت پرست
در تن خسرو کدامیں رگ کہ آں زنار نیست

موسیقی

حضرت امیر کی ہمہ گیر طبیعت نے اس نازک اور لطیف فن پر بھی توجہ کی اور اس درجہ تک پہنچایا کہ چھ سو برس کی وسیع مدت نے بھی ان کا جواب پیدا نہ کیا ان کے زمانہ کا مشہور جگت استاد جو تمام ہندوستان کا استاد تھا۔ نایک گوپال تھا اس کے بارہ سو شاگرد تھے جو اس کے سنگھاسن یعنی تخت کو کہاروں کی طرح کاندھو پر لیکر چلتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے اس کے کمال کا شہرہ سنا تو دربار میں بلایا۔ حضرت امیر خسرو نے عرض کی کہ میں تخت کے نیچے چھپ کر بیٹھتا ہوں نایک گوپال سے گانے کی فرمائش کی جائے۔ نایک نے چھ مختلف جلسوں میں اپنا کمال دکھایا۔ ساتویں دفعہ امیر بھی اپنے شاگردوں کو لے کر دربار میں آئے۔ گوپال بھی ان کا شہر سن چکا تھا۔ ان سے گانے کی فرمائش کی۔ حضرت امیر نے کہا میں مغل ہوں ہندستانی گانا کچھ یوں ہی سا جانتا ہوں پہلے آپ کچھ سنائیں تو میں بھی کچھ عرض کروں گا۔

گوپال نے گانا شروع کیا۔ حضرت امیر نے کہا یہ راگ تو مدت ہوئی میں باندھ چکا ہوں۔ پھر خود اس کو ادا کیا۔ گوپال نے دوسرا راگ شروع کیا۔ حضرت امیر نے اس کو بھی ادا کر کے بتایا کہ مدتوں پہلے میں اس کو ادا کر چکا ہوں۔ غرض گوپال جو راگ راگنی اور سُر ادا کرتا تھا۔ حضرت امیر اس کو اپنا ایجاد ثابت کرتے جاتے تھے بالآخر کہا یہ تو عام بازاری راگ تھے اب میں اپنے خاص ایجادات سناتا ہوں پھر جو حضرت امیر نے گایا تو گوپال مبہوت ہو کر رہ گیا۔ حضرت امیر خسرو چونکہ ہندی کے ساتھ فارسی راگوں سے بھی واقف تھے اس لئے انہوں نے دونوں موسیقی کو ترکیب دیکر ایک نیا عالم

پیدا کردیا چنانچہ ان کے ایجاد کردہ راگ حسب ذیل ہیں۔

نام راگہائے مخترعہ امیر خسروؒ	کن راگوں سے مرکب ہے۔
مجیر	غار اور ایک فارسی راگ سے مرکب ہے
سازگری	پوربی۔ گورا۔ کنگلی اور ایک فارسی راگ قران السعدین میں اسکا ذکر کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔
؎ زمزمۂ سازگری در عراق	کردہ بہ گلبانگ عراق اتفاق۔
ایمن	ہنڈول اور نیریز
عشاق	سارنگ اور بسنت اور نوا
موافق	توڑی ومالری ودوگاہ وحسینی۔
غنم	پوربی میں ذرا تغیر کردیا ہے۔
زیلف	کھٹ راگ میں شہناز کو ملایا ہے۔
فرغنہ	کنگلی اور گورہ میں فرغانہ ملایا ہے۔
سرپردہ	سارنگ۔ بلاول۔ اور راست کو ترکیب دیا ہے۔
باخرز	دیسکار میں ایک فارسی راگ ملادیا ہے۔
فردوست (یا) پھر دوست	کانھڑا۔ گوری۔ پوربی۔ اور ایک فارسی راگ سے مرکب ہے۔
سنم	کلیان میں ایک فارسی راگ شامل ہے۔

راگ درپن میں لکھا ہے کہ ان راگوں میں سازگری۔ باخرز۔ عشاق اور موافق میں موسیقی کا کمال دکھایا ہے۔ باقی راگوں میں کچھ یوں ہی ادل بدل کرکے دوسرا

نام رکھدیا ہے۔ قول۔ ترانہ۔ خیال۔ نقش۔ نگارہ۔ بسیط تلانہ۔ سوہلہ یہ سب بھی حضرت امیر خسرو کی ایجاد ہیں۔ ان میں سے بعض خاص ان کی ایجاد ہیں۔ بعض کے نام ہندی میں پہلے موجود تھے۔ حضرت امیر نے ان میں کچھہ تصرف کرکے نام بدل دیا ہے۔

حضرت امیر کی تصانیف

جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو نے بانویں کتابیں تصنیف کیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت امیرؒ نے خود کسی کتاب میں تصریح کی ہے کہ میرے اشعار پانچ لاکھہ سے کم اور چار لاکھہ سے زیادہ ہیں۔ اوحدی نے عرفات میں لکھا ہے کہ امیرؒ صاحب کا کلام جس قدر فارسی میں ہے اس سے زیادہ ہندی میں ہے۔

حضرت امیر کی کثرت تصنیف سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن بیانات مذکورۂ بالا مبالغہ سے خالی نہیں۔ چار یا پانچ لاکھہ اشعار کی یہ کیفیت ہے کہ قدیم زمانہ میں سطر کو بیت کہتے تھے اور یہ استعمال نہایت کثرت سے مروج ہے۔ اس بنا پر اُن کی ہر قسم کی تصانیف کی چار یا پانچ لاکھہ سطریں ہوں۔ تو چنداں تعجب نہیں۔ لوگوں نے بیت اور شعر کو مرادف سمجھ کر بیت کی جگہ شعر لکھدیا۔ ہندی کلام مدون نہیں ہوا اس لئے مبالغہ کے لئے کافی موقع ہے۔ بہر حال جس قدر تصنیفات آج ملتی ہیں وہ بھی کم نہیں۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

دیوان تحفۃ الصغر اس کے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا دیوان ہے جس میں سولہ برس کی عمر سے انیس برس کی عمر تک کا کلام ہے۔

دیوان وسط الحیات اس میں بیس برس کی عمر سے تینتیس یا چونتیس برس تک کا کلام ہے۔ اس میں جو قصائد ہیں، سلطان شہید کشلو خاں وغیرہ کی مدح میں ہیں۔

غرۃ الکمال یہ دیوان اپنے بھائی علاء الدین علی خطاط کے اصرار سے مرتب کیا۔ ۳۴ برس کی عمر یعنی ۶۸۵ھ سے تقریباً ۶۹۵ھ تک کا کلام ہے۔ دیباچہ میں اپنی مختصر سی سوانح عمری لکھی ہے سلطان معز الدین کیقباد اور جلال الدین خلجی کے مدحیہ قصائد ہیں۔ دو ہفتہ میں اس کی ترتیب کی اور دیباچہ لکھا۔

بقیہ نقیہ بڑھاپے کا کلام ہے۔ تاریخ تابیف مذکور نہیں لیکن سلطان علاء الدین خلجی کا مرثیہ اس میں موجود ہے اس لئے کم از کم ۷۱۵ھ کے بعد تک کا کلام ہے

نہایۃ الکمال پانچواں دیوان ہے۔ اس میں غزلوں کے علاوہ قطب الدین مبارک خلجی المتوفی ۷۲۰ھ کا مرثیہ اور اس کے ولیعہد کی مدحیں ہیں۔ ایک قصیدہ میں ۷۲۵ھ کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ اور اسی سنہ میں حضرت خسرو نے انتقال کیا ہے۔

قرآن السعدین سب سے پہلی مثنوی ہے۔ ۶۸۸ھ میں جبکہ مصنف کی عمر ۳۶ برس کی تھی لکھی۔ کیقباد اور بغرا خاں

کے مراسلات اور صلح و ملاقات کا حال ہے۔

مطلع الانوار — مخزن الاسرار کا جواب ہے۔ سلطان علاء الدین خلجی کے نام پر لکھی گئی۔ ۳۳۱۰ شعر ہیں۔ دو ہفتے میں تمام ہوئی سال اختتام ۶۹۸ھ ہے۔ تصوف کے مضامین ہیں اور پنج گنج کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔

شیریں خسرو — رجب ۶۹۸ھ میں تمام ہوئی۔ چار ہزار ایک سو چوبیس شعر ہیں۔

آئینہ اسکندری — سکندر نامہ کا جواب ہے۔ سال اختتام ۶۹۹ ہجری ہے اشعار کی تعداد ۴۴۵۰۔

لیلیٰ مجنوں — ۲۶۶۰ شعر ہیں ۶۹۸ھ میں ختم ہوئی۔

ہشت بہشت — سلسلہ پنج گنج کی سب سے آخر مثنوی ہے ہفت پیکر نظامی کا جواب ہے ۷۰۱ھ میں تمام ہوئی تین ہزار تین سو بیاسی شعر ہیں۔

تاج الفتوح — پورا خمسہ سلطان علاء الدین خلجی کے نام پر ہے کُل اٹھارہ ہزار شعر ہیں۔ خمسہ نظامی میں اٹھائیس ہزار شعر ہیں۔ یہ پانچوں کتابیں دو برس کی مدت میں تمام ہوئیں۔

سلطان جلال الدین فیروز شاہ کی تخت نشینی کے سال اوّل یعنی ۶۸۹ھ سے جمادی الآخر ۶۹۰ ہجری

تک کے حالات ہیں۔ اور اسی سنہ میں یہ مثنوی
تمام بھی ہوئی۔ مطلع یہ ہے

"سخن بر نام شاہے کردم آغاز"

نہ سپہر

قطب الدین خلجی کے نام پر ہے۔ نو باب ہیں اور
ہر باب جداگانہ بحر میں ہے۔ اس مناسبت سے
نہ سپہر نام رکھا ہے۔ اُس وقت حضرت امیر خسرو
کی عمر ۶۵ برس کی ہو چکی تھی۔ ۷۱۸ھ میں تمام ہوئی

دول رانی و خضر خاں

دول رانی گجرات کے راجہ کی لڑکی تھی خضر خاں
سلطان علاء الدین کا بیٹا تھا۔ وہ دول رانی پر
عاشق ہو گیا تھا۔ اور اس سے شادی کی خضر خاں
نے خود یہ حالات بطور یادداشت کے لکھے تھے
اس کی فرمائش سے حضرت امیر خسرو نے اس
کو نظم کا لباس پہنایا۔ اور عشقیہ نام رکھا۔ چار
مہینے میں تمام ہوئی۔ چار ہزار دو سو شعر تھے۔
خضر خاں کے مرنے پر دول رانی کو جو واقعات
پیش آئے ان کو لکھا تو تین سو انیس شعروں کا
اضافہ ہوا۔ ۷۱۵ھ میں تمام ہوئی۔

افضل الفوائد

خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے ملفوظات
ہیں۔

اعجاز خسروی — نثر نویسی کے اصول اور قواعد منضبط کئے ہیں اور سیکڑوں صنعتیں اختراع کی ہیں۔ ۱۹ھ میں تمام ہوئی۔ تین جلدوں میں ہے۔

تغلق نامہ۔ — غیاث الدین تغلق کے حالات اور فتوحات ہیں۔

خزائن الفتوح — سلطان علاؤالدین کی فتوحات ہیں۔

مناقب ہند، تاریخ دہلی — ان کتابوں کا ذکر دولت شاہ نے کیا ہے۔

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ ان تصنیفات کے علاوہ فن حساب اور فن موسیقی میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں۔

حضرت امیرؒ کی ہندی شاعری!!

آپ نے اردو زبان کی سب سے پہلے بنیاد قائم کی تھی۔ ذیل میں اُن کی ایک غزل نقل کی جاتی ہے۔ جس سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

فارسی اور بھاشا کو لون مرچ کی طرح اس انداز سے ملایا ہے کہ زبان پر چٹخارا دیتی ہے۔ اس میں یہ بات سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ انہوں نے بنیاد عشق کی عورت ہی کی طرف سے قائم کی تھی جو کہ خاصہ نظم ہندی کا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس تعشق کا انقلاب کس وقت ہوا۔ غزل مذکور یہ ہے۔

زحالِ مسکیں مکن تغافل۔ دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلت چو عمر کوتاہ

سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکیں

کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

چو شمع سوزاں چو ذرہ حیراں زمہر آں مہ بگشتم آخر

نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں۔ نہ آپ آویں۔ نہ بھیجیں پتیاں

بحق روزِ وصال دلبر۔ کہ داد مارا فریب خسروؔ

سپیت من کے ورائے راکھوں جو جائے پاؤں پیا کی کھتیاں

ابتدائے ایجاد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ زمانہ مبتدیوں کا اصلاح دینے والا ہے۔ پھر تراشیں دیگر اعلیٰ درجہ خوبی و خوش اسلوبی پر پہنچا لیتا ہے۔ مگر اُس وقت اس طرف کسی اور نے ایسی توجہ نہ کی کہ جس سے اس طرز کا رواج جاری ہوتا۔

امیر صاحب کی پہیلیاں اور دلچسپ لطیفے

حضرت امیر خسروؒ نے کہ جنکی طبیعت اختراع میں اعلیٰ درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کھولا۔ خالق باری جس کا اختصار آج تک بچوں کا وظیفہ ہے۔ کئی بڑی بڑی جلدوں میں لکھی۔ اس میں فارسی کی بحروں نے اول اثر کیا ہے اور اُسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جو اب متروک ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی پہیلیاں۔ عجیب و غریب لطافتوں سے ادا کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے نمک نے ہندی کے ذائقے میں کیا لطف

پیدا کیا ہے۔ مکرنی۔ انمل۔ دوسخنے وغیرہ خاص ان کے آئینہ کا جوہر ہے۔ ہر ایک کی مثال لکھتا ہوں کیونکہ ان سے بھی اُس وقت کی زبان کا کچھ نہ کچھ پتہ لگتا ہے۔

نبولی کی پہیلی

تر ور سے اک تریا اُتری اس نے بہت رجھایا
باپ کا اُس کے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی موری
امیر خسرو یوں کہیں اپنے نام نبولی

آئینہ کی پہیلی

فارسی بولے آئینہ ترکی سوچے پائے نا
ہندی بولتے آرسی آئے منہ دیکھو جو اسے بتائے

ناخن کی پہیلی

بیسوں کا سر کاٹ لیا نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے دیکھ سپیدی ہوت انگارا گونگے سو بھڑ جائے
بانس کا مندروا کا باشا باشے کا وہ کھاجا سنگ ملے تو سر پر راکھیں واکو راؤ راجا
ربی سی کر کے نام بتایا۔ تا میں بیٹھا ایک الٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہیلی میں کہی تو سُن لے میرے لال عربی ہندی فارسی تینوں کرو خیال

دلّی بلکہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں رسم ہے کہ عام عورتیں برسات کی بہار میں کھم گڑواتی ہیں۔ درخت ہو تو اس میں جھولا ڈلواتی ہیں۔ مل مل کر

جھولتی ہیں۔ اور گیت گا کر جی خوش کرتی ہیں۔ ان میں شائد کوئی عورت ہو جو یہ گیت نہ گاتی ہو یہ جو پیا آون کہہ گئے۔ اجھوں نہ آئے سوامی ہو۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ آون آون کہہ گئے آئے نہ بارہ ماس۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ گیت بھی امیر صاحب کا ہے۔ اور بردار راگ میں یہ بھی انہی کی رکھی ہوئی ہے۔

واہ کیا زبانیں تھیں کہ جو کچھ اُن سے نکل گیا۔ عالم کو بھایا۔ گویا زمانے کے دل پر نقش ہو گیا۔ بنانیوالوں نے ہزاروں گیت بنائے اور گانے والوں نے گائے۔ آج ہوئے کل بھول گئے چھ سو برس گزرے یہ آجتک ہیں۔ اور ہر برسات میں ویسا ہی رنگ دیئے جاتے ہیں۔ اس حسن قبول کو خدا داد نہ کہئے تو اور کیا کہئے بڑی بڑی عورتوں کے گانے کے لئے تو ویسے گیت تھے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو پیا اور سوامی کی یاد میں اس طرح گانا مناسب نہ تھا۔ لیکن دل میں امنگ تو وہ بھی رکھتی تھیں انہیں بھی فصل کی بہار منانی تھی۔ ان کے لئے اور گیت رکھے تھے چنانچہ ایک لڑکی گویا سسرال میں ہے۔ برسات کی رحمت آئی۔ وہ جھولتی ہے اور ماں کی یاد میں گاتی ہے۔

اماں میرے باوا کو بھیجو جی ۔ کہ ساون آیا — یعنی مجھے آکر لے جاوے

بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری ۔۔ کہ ساون آیا — یعنی وہ کیونکر آسکتا ہے۔

اماں میرے بھائی کو بھیجو جی۔ کہ ساون آیا — یعنی ابا نہیں آسکتا تو وہی آکر لیجائے

بیٹی تیرا بھائی تو بالا ری ۔۔ کہ ساون آیا — یعنی بچہ اکیلا اتنی دور کیونکر آئے۔

اماں میرے ماموں کو بھیجو ری ۔۔ کہ ساون آیا — یعنی اس کیلئے تو وہ دونوں برابر ہیں۔

بیٹی تیرا ماموں تو بانکاری ... کہ ساون آیا بھلادہ میری کب سے گا۔

ذرا غور کرکے دیکھو باوجود علم وفضل اور اعلیٰ درجہ خیالات شاعرانہ کے جب یہ لوگ پستی کی طرف جھکتے تھے تو ایسی تہ کو پہنچتے تھے کہ زمین کی ریت تک نکال لاتے تھے ان الفاظ وخیالات پر نظر کرو کیسے نیچر میں ڈوبے ہوئے ہیں عورتوں اور لڑکیوں کے فطری خیالات اور دلوں کے ارمانوں کو کیا اصلی اصلی طور سے ظاہر کرتے ہیں۔ مکرنیوں کا انہیں موجد کہنا چاہئے۔

مکرنی ۱ سگری رین موہے سنگ جاگا بھور بھئی تب بچھڑن لاگا
اس کے بچھڑے پھاٹت ہیا اے سکھی ساجن۔ نا سکھی دیا

مکرنی ۲ سرب سلونا سب گن نیکا وا بن سب جگ لاگے پھیکا
واکے سر پر ہووے کون اے سکھی ساجن۔ نا سکھی لون

مکرنی ۳ وہ آوے تب شادی ہوئے اُس بن دوجا اور نکو ئے
میٹھے لاگیں واکے بول اے سکھی ساجن۔ نا سکھی ڈھول

ایک کنوئیں پر چار پنہاریاں پانی بھر رہی تھیں۔ حضرت امیر صاحب کو رستہ چلتے چلتے پیاس لگی۔ کنوئیں پر جاکے ایک سے پانی مانگا۔ ان میں سے ایک انہیں پہچانتی تھی اس نے اوروں سے کہا کہ دیکھو خسرو یہی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا تو خسروؒ ہے جس کے سب گیت گاتے ہیں۔ اور پہیلیاں اور مکرنیاں ان مل سنتے ہیں سا انہوں نے کہا۔ ہاں، اس پر ایک اُن میں سے بولی کہ مجھے کھیر کی بات کہدے۔ دوسری نے چرخے کا نام لیا۔ تیسری نے ڈھول۔ چوتھی نے کتے کا۔ انہوں نے کہا کہ مارے پیاس کے دم نکلا جاتا ہے۔ پہلے پانی تو پلادو،

وہ بولیں۔ جبتک ہماری بات نہ کہدے گا نہ پلائیں گے۔ انہوں نے جھٹ کہا۔
انمل کھیر پکائی جتن سے۔ چرخا دیا جلا۔ آیا کتا کھا گیا۔ تو بیٹھی ڈھول بجا۔
لا پانی پلا۔ اسی طرح کبھی کبھی ڈھکوسلا کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہیں کا ایجاد ہے
ڈھکوسلا۔ بھادوں کی پکّی پکّی ۔ چوچو پڑی کپاس۔ بی مہترانی دال پکاؤ گی۔
یا ننگا ہی سو رہوں۔

دوسخنے۔ گوشت کیوں نہ کھایا	ڈوم کیوں نہ گایا	گلا نہ تھا
جوتا کیوں نہ پہنا	سموسہ کیوں نہ کھایا	تلا نہ تھا
دوسخنہ فارسی ہندی۔ سوداگر را چہ می باید	بوچے کو کیا چاہیئے	دوکان
تشنہ را چہ می باید	ملاپ کو کیا چاہیئے	چاہ
شکار بچہ می باید	قوت مغز کو کیا چاہیئے	بادام

موسیقی میں ان کی طبیعت ایک بین تھی کہ بن بجائے پڑی بجتی تھی اس لئے دھرپت
کی جگہ قول و قلبانہ بنا کر بہت سے راگ ایجاد کئے کہ ان میں سے اکثر گیت ان کے
آج تک ہندوستان کے زن و مرد کی زبان پر ہیں۔ بہار راگ اور بسنت کے
میلے نے انہیں کی طبیعت سے رنگ پکڑا ہے۔ بین کو مختصر کر کے ستار بھی انہیں
نے نکالا ہے۔

لطیفہ۔ حضرت سلطان جی صاحب کے ہاں ایک سیاح فقیر مہمان آئے رات
کو دستر خوان پر بیٹھے کھانے کے بعد باتیں شروع ہوئیں۔ سیاح نے ایسے دفتر
کھولے کہ بہت رات گئی ختم ہی نہ ہو۔ حضرت سلطان جی صاحب نے کچھ انگڑائیاں
کچھ جمائیاں بھی لیں۔ وہ سادہ لوح کسی طرح نہ سمجھے حضرت سلطان جی صاحب

مہمان کی دل شکنی کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکے مجبور بیٹھے رہے۔ حضرت امیر خسرو بھی موجود تھے مگر بول نہ سکتے تھے کہ آدھی رات کی نوبت بجی۔ اُس وقت حضرت سلطان جی صاحب نے کہا کہ خسرو کیا بجا۔ عرض کی کہ آدھی رات کی نوبت ہے۔ پوچھا اس میں کیا آواز آتی ہے۔ انہوں نے کہا سمجھ میں تو ایسا آتا ہے "نان کہ خوردی خانہ برو۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ خانہ برو۔ خانہ برو۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو۔ خانہ برو خانہ برو۔"

حرف حرف کی حرکت و سکون پر خیال کرو۔ ایک ایک چوٹ کو کیا کیا پورا ادا کر رہے ہیں اور نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو کو دیکھو اس نے کیا کام کیا (نقل) ایک دن کسی کوچہ میں سے گزر ہوا۔ دھنیا ایک دوکان میں روئی دھنک رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ جس دھنیے کو دیکھو ایک ہی انداز سے روئی دھنکتا ہے۔ شاید یہ ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ کوئی بولا کہ قدرتی استاد نے سب کو ایک ہی انداز پر لگا دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ سکھایا ہے اور ایک حرکت میں بھی تال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ کوئی بولا کہ لفظوں میں کیونکر لا سکتے ہیں۔ فرمایا "در پئے جاناں جاں ہم رفت جاں ہم رفت، جاں ہم رفت۔ رفت۔ رفت۔ رفت۔ جاں ہم رفت: ایں ہم رفت تو آں ہم رفت۔ آں ہم رفت۔ آں ہم رفت۔ ایں ہم۔ آں ہم۔ ایں ہم۔ آں ہم۔ آں ہم رفت: رفتن۔ رفتن۔ رفتندہ۔ دہ۔ دہ۔ رفتندہ۔ رف۔ رف۔ رفتندہ۔ رفتندہ: نقل۔ محلے کے سرے پر ایک بڑھیا ساقن کی دوکان تھی چھتو اس کا نام تھا۔ شہر کے بیہودہ لوگ وہاں بھنگ چرس پیا کرتے تھے۔ جب یہ دربار سے پھر کر آتے یا تفریحاً گھر سے نکلتے تو وہ بھی سلام کرتی کبھی

کبھی حقہ بھر کر سامنے لے کھڑی ہوتی۔ یہ بھی اس کی دل شکنی کا خیال کر کے دو گھونٹ لے لیا کرتے۔ ایک دن اس نے کہا کہ خسرو ہزاروں غزلیں گیت راگ راگنی بناتے ہو کوئی چیز لونڈی کے نام پر بھی بنادو بھٹیاری کے لڑکے کے لئے خالق باری لکھدی لونڈی کے نام پر بھی کچھ لکھدو گے تو کیا ہوگا اس کے بار بار کہنے سے کہا لو بی چھو سنو۔

اوروں کی چوپہری باجے چھو کی اٹھ پہری
باہر کا کوئی آئے ناہیں آئیں سارے شہری
صاف صوف کر آگے راکھے جیسیں ناہیں توسل
اوروں کے جہاں ہینگ ہماے چھو کے وہاں موسل

روحانی جانشینی کا معاملہ

حضرت امیر خسروؒ کے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سے خاص الخاص تعلقات کی وابستگی نیز علمی اور روحانی فضیلتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس قابلیت اور اس عقل و دانش کا اور ایسی سوجھ بوجھ کا حضرت کے مریدوں میں نہیں تھا۔ چنانچہ ذیل کے اشعار دونوں بزرگوں کے مخصوص تعلقات کا اظہار کرتے ہیں

گر برائے ترک ترکم آرہ بر تارک نہند
ترک تارک گیرم و ہر گز نہ گیرم ترکِ ترک

اور یہ بھی ملاحظہ ہو۔

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری۔

ان مشہور شعروں سے حضرت کے والہانہ جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو کسی مرید یا خلیفہ کے حق میں نہیں فرمائے گئے۔ پس اولاد حضرت خواجہ محمد امام یعنی نواسۂ حضرت بابا فریدؒ کا یہ کہنا کہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کو مصلحت وقت دیکھکر

خلیفہ اعظم بنا دیا گیا تھا۔ ورنہ خواجہ محمد امام خلافت کے حقدار تھے بالکل لغو، غلط اور کورا خود نمائی اور خود ستائی کا پروپیگنڈا ہے۔ خواجہ محمد امام صاحب چونکہ حضرت محبوب الٰہی کے پیرو مرشد حضرت بابا صاحب کے نواسے تھے اس لئے حضرت ان کی تعظیم و تکریم تمام خلفاء سے زیادہ کیا کرتے تھے۔ اس تعظیم و تکریم سے روحانی جانشین بنانے کے لئے تاویل گھڑ لینا سخت گستاخی ہے حضرت محبوب الٰہی کا یہ مقولہ ۶۵۰ سال سے مشہور ہے کہ نظام چاہے امیر کو اور خدا چاہے نصیر کو۔ پس نتیجہ نکلا کہ اگر اشارۂ غیبی حضرت مخدوم صاحب کے حق میں نہ ہوتا تو حضرت امیر خسرو خلیفہ اعظم ہوتے نہ کہ حضرت خواجہ محمد امام یا کوئی اور ہوتا۔ چنانچہ آج ۶۵۰ سال کے بعد بھی دربار محبوبی میں حضرت امیر کی مقبولیت کے آثار باقی ہیں اور تا قیامت رہیں گے (۱) یعنی حضرت محبوب الٰہی کے قدموں میں روضہ شریف کا ہونا (۲) حضرت محبوب الٰہی میں جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں وہ پہلے حضرت امیر خسروؒ کی زیارت کرتے ہیں اور بعد میں حضرت محبوب الٰہی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ یہی دستور حضرت کی حیات میں بھی تھا کہ جو لوگ حضور سے ملنے آتے تھے وہ پہلے حضرت امیر سے ملا کرتے تھے۔ (۳) حضرت امیر خسرو کے عرس کی تاریخیں وہی ہیں جو حضرت محبوب الٰہی کی ہیں۔ وہی پروگرام اور وہی دھوم دھام ہوتی ہے جو حضرت محبوب الٰہی کے عرس میں ہوتی ہے۔ صرف ۶ مہینہ کا فرق ہے (۴) مزار اقدس سے روحی فیض برابر جاری ہے۔ اور منتوں مرادوں کی چادریں۔ غلاف۔ شیرینی۔ نقدی حضرت محبوب الٰہی اور حضرت امیر خسرو کے مزاروں پر آدھی آدھی اور برابر کی چڑھائی جاتی ہیں۔ اور یہ شرف حضرت کے کسی مرید یا کسی خلیفہ کی درگاہ کو حاصل نہیں ہے

بلکہ حضرت امیر خسرو کے سالانہ عرس کے عظیم الشان مجمع کے طفیل حضرت خواجہ محمد امام کے
مزار پر انکی اولاد کے افراد نے من گھڑت جانشینی کا دیوار پر بشکل اشتہار لگوا رکھا ہے اور لوگوں کو دکھانے
کے لئے چند سال سے قوالی کرانی شروع کر دی ہے۔ پس ان حقائق کی موجودگی
میں تو مدعیان جانشینی کے دعوے کالعدم اور باطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کے مخصوص مریدین

حضرت بوعلی شاہ قلندر کے

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر بن سالار
فخر الدین پانی پت ضلع کرنال میں پیدا ہوئے
تھے قلندرانہ مزاج رکھتے تھے۔ صاحب اسرار بزرگ تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
کوفی کی اولاد تھے۔ قلندر صاحب کی بیعت وارادت کے متعلق بہت اختلافات
ہیں۔ صاحب معارج الولایت فرماتے ہیں آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی اوشی کے خلیفہ تھے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ خواجہ قطب الدین کے
مرید تھے۔ اور پھر نجم الدین قلندر کے ہوئے۔ مناقب فریدی میں لکھا ہے کہ
آپ شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے۔ اور وہ شیخ عماد الدین ابدال
اور وہ خواجہ بدر الدین غزنوی اور وہ خواجہ قطب الدین کاکی کے مرید تھے۔ مگر
اکثر معتبر روایتیں یہی ہیں کہ آپ دراصل حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین
اولیا محبوب الٰہی کے مرید تھے یہی روایات مصدقہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ حضرت قطب
صاحب کا وصال ۶۳۴ھ میں ہوا اور حضرت قلندر صاحب کا وصال ۷۲۴ھ میں
میں ہوا۔ دونوں کا فرق نوے سال برآمد ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت قلندر صاحب ان دنوں میں جبکہ حضرت قطب صاحب موجود تھے پیدا بھی نہ ہوئے ہوں گے اور اگر پیدا ہو گئے ہوں گے تو اتنے کمسن ہوں گے کہ ارادت وخلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا شعور پیدا نہ ہوا ہو گا۔

کتاب جامع گلشنِ اولیا نے حضرت نور قطب عالم پنڈوی سے روایت کیا ہے کہ کسی نے دریافت کیا حضرت شرف الدین پانی پتی کس کے مرید تھے تو آپ نے فرمایا حضرت سلطان المشائخ کے۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت قلندر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ کسی ایسے بزرگ کا مرید ہونا چاہیئے کہ جس کو آسمانوں پر بھی تصرف حاصل ہو۔ چنانچہ ایک روز اسی ارادہ سے آسمان اول پر عروج کیا اور حضرت سلطان المشائخ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھا۔ دوسرے روز دوسرے آسمان پر اور تیسرے روز تیسرے آسمان پر عروج کیا اور بدستور حضرت سلطان المشائخ کو نماز میں مصروف دیکھا۔ الغرض اسی طرح چھ آسمانوں کو مسلسل روزانہ دیکھتے رہے اور حضرت کو بھی برابر نماز میں مصروف پاتے رہے۔ آخر جب ساتویں آسمان پر عروج کر چکے تو پھر ایک روز تب آسمانوں سے اوپر عالم بالا میں پہنچے ستر ہزار حجابات پیش آئے۔ ان میں سے پچاس ہزار تاریک حجابات طے کر لئے اور ہر حجاب میں حضرت سلطان المشائخ کو بدستور نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ باقی بیس ہزار حجابات نورانی طے کرنا چاہتے تھے کہ ندائے غیب آئی۔ اے بو علی قلندر یہاں سے آگے نہ جاؤ۔ یہ حجابات بغیر رہبری پیر کے طے نہیں ہو سکتے دوسرے دن حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی کہ مجھ کو بیعت کر لیا جائے۔ حضرت نے فرمایا تم تو خود ہی ہفت افلاک کی سیر کر آتے ہو اب تم کو مریدی کی کیا ضرورت

ہے۔ قلندر صاحب نے ماں نے اور اپنے بھائی کے ذریعہ کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں عرض کرایا۔ آخر حضرت نے بہت اصرار کے بعد قلندر صاحب کو دریائے جمن کے کنارے عصر کے وقت بیعت کر لیا۔ اور بیعت کے بعد اپنی ٹوپی قلندر صاحب کو اڑھا دی۔

قلندر صاحب نے ۹ر رمضان ۷۲۴ھ میں بمقام بڈھا کھیڑہ ضلع کرنال میں وفات پائی۔ دسویں رمضان کو اہل کرنال کو خبر ہوئی اور گیارھویں کو حضرت کا جنازہ لینے کے لئے گئے۔ اس اثنار میں شیخ احمد حضرت کے برادر زادے پہنچ گئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ جنازہ پانی پت لے جا کر دفن کیا جائے قلندر صاحب نے اپنی حیات میں گنبد تعمیر کرا لیا تھا۔ جو اب بھی موجود ہے۔ اس ہی میں تدفین عمل میں آئی ۷۹۵ھ میں خضر خاں، شادی خاں پسران سلطان علاء الدین نے آپ کی درگاہ بنوا دی۔ اس میں سرادی جو سنگ کسوٹی کی لگی ہوئی ہے۔ وہ رزق اللہ خاں ابن نواب مقرب خاں نے تعمیر کرائی ہے۔ حضرت کی تصنیفات بہت ہیں۔ سلطان علاء الدین اور سلطان جلال الدین خلجی حضرت کے بہت معتقد تھے۔ (کرامت سلب کرنے کا واقعہ صفحہ ۵۶ پر دیکھئے)

حضرت قاضی محی الدین کاشانی

عہدۂ قضاءت پر مامور تھے۔ لیکن جب دل میں اکتساب فیض باطنی کی خواہش پیدا ہوئی تو سب کچھ چھوڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے حضرت نے قاضی صاحب کی موزوں طبیعت دیکھ کر کچھ عرصہ میں خلافت بھی عطا کر دی۔ چونکہ حضرت سلطان المشائخ کی نصیحت کے

ہو جب کسی طالب فیض باطنی کو دنیاوی ملوثات میں پڑنے کی اجازت نہ ہوتی تھی اس لئے حضرت قاضی صاحب کو بھی محتاط رہنا پڑا۔ اور کچھ عرصہ میں جب اندوختہ ختم ہوگیا تو فاقوں کی شدّت شروع ہوئی۔ اہل وعیال ناز ونعم کے پلے ہوئے تھے۔ اور عہدِ قضائت کی خوشحالی سے بہرہ ور ہو چکے تھے تو موجودہ سختی کیسے برداشت ہوسکتی تھی۔ بالآخر حضرت قاضی صاحب کے دوستوں میں سے کسی نے سلطان علاء الدین کو قاضی صاحب کی حالت سے خبر کی اور سلطان نے فوراً منصب قضاءت اور چند گاؤں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ سلطان کے اس ارادہ سے قاضی صاحب نے حضرت سلطان المشائخ کو آگاہ کیا اور حضرت کی مرضی لینی چاہی۔ مگر حضرت یہ قصد سنتے ہی بہت خفا ہوئے اور فرمایا شاہی عطیہ منظور کرنے کی تم ضرور نیت رکھتے ہوگے جو تم نے میرے سامنے یہ تذکرہ کیا۔ حضرت پر خفگی کا اتنا اثر غالب ہوا کہ خلافت نامہ جو عطا کیا تھا واپس لے لیا۔ اور ایک سال کے بعد جب مزاج مبارک سے خفگی کے اثرات ذرا کم ہوئے تو قاضی صاحب کو صرف مرید کرلیا۔ یہ تو تھا راہ سلوک کا برتاؤ۔ اب حضرت کا سماجی برتاؤ ملاحظہ کیجئے کہ حضرت سلطان المشائخ قاضی صاحب کے عالم متبحر ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ ان کی عزت کیا کرتے تھے۔ جب قاضی صاحب حضرت کی محفل میں حاضر ہوتے تو حضرت بھری محفل میں قاضی صاحب کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے ۱۵ ار ربیع الاول ۷۲۵ھ کو وفات پائی مزار چراغ دہلی کے قریب قلعہ علائی یا موضع شاہ پور کے زیریں واقع ہے۔

حضرت مولانا ضیاء الدین برنی

حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص مریدوں میں سے تھے حضرت کی رونق محفل تھے۔ جب کبھی محفل منعقد ہوتی اور علمی گفتگو ہوتی تو نکتہ سنجی اور شگفتہ بیانی کے وہ جوہر دکھاتے کہ ہر دل سے صدائے تحسین و آفریں بلند ہوتی بہت بڑے ادیب اور تاریخ داں تھے۔ چنانچہ ثنائے محمدی۔ صلوٰۃ کبیر عنایت ناصر الٰہی۔ تاثیر سادات۔ اور تاریخ فیروز شاہی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز میرے دل میں خطرہ آیا کہ حضرت سلطان المشائخ بیعت لینے میں احتیاط نہیں کرتے۔ اور ہر کس و ناکس کو مرید کر لیتے ہیں۔ حالانکہ پیران سلاسل کا طریقہ اس کے برعکس رہا ہے جوں ہی برنی صاحب کے دل میں یہ خطرہ آیا فوراً حضرت سلطان المشائخ کو القا ہوا اور حضرت نے فرمایا میں اس لئے زیادہ مرید کرتا ہوں کہ بیعت سے لوگ گناہوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز باجماعت گذارتے ہیں اور اد و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ اور میرے پاس آکر گناہوں کی توبہ کا اقرار کرتے ہیں اور سبب یہ بھی ہے کہ ایک روز حضرت بابا صاحب نے مجھ کو تعویذ لکھنے کا حکم دیا۔ تعویذ لینے والوں کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ میں لکھتے لکھتے پریشان ہو گیا اور چاہا کہ چھوڑ کر چلا جاؤں۔ فوراً ارشاد ہوا کہ نظام الدین اتنے سے کام سے دل برداشتہ ہو گئے۔ جب تمہارے دروازے پر حاجتمند جوق جوق آنے شروع ہوں گے تو اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔ تم کو مخلوق سے کنارہ کشی نہ کرنی چاہئے۔ روحانی فیض سے عام لوگوں کو مستفیض

کرنا ہی فقیری کا سب سے بڑا کام ہے۔ یاد رکھو جن لوگوں کو تم دست بیعت دوگے اُن سب کو بروز قیامت میں اپنے ساتھہ جنت میں لے کر داخل ہوں گا۔ اور ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا۔ میرے زیادہ بیعت لینے کا بس یہی سبب ہے۔

حضرت مولانا ضیاء الدین برنی ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے جو اس زمانہ میں برن شہر کہلاتا تھا۔ اس لئے ان کو برنی کہا جاتا ہے۔ وفات ۷۳۸ھ مزار پایان حضرت سلطان المشائخ ہے جو درگاہ حضرت امیر خسرو میں واقع ہے۔ مستند تاریخوں میں لکھا ہے کہ ان کا مزار اپنے والد کے پائیں ہے۔ مگر برنی صاحب کے والد کے مزار پر ان کے نام کی بجائے خواجہ محمد امام صاحب کی اولاد نے بلا تحقیق کے محض اپنی خصوصیات دکھانے کے لئے حضرت مولانا عزیز الدین کا نام لکھدیا ہے

حضرت امیر حسن علائی سنجری

حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص مرید تھے ان کی عمر کا زیادہ حصہ عشق بازی اور مے نوشی میں گذرا تھا۔ ایک دفعہ امیر حسن اپنے ہم مشرب یاروں کے ساتھہ حوض شمسی کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے اپنے شغل میں مصروف تھے کہ حضرت سلطان المشائخ کا اس طرف گذر ہوا۔ امیر حسن نے جب حضرت کو دیکھا تو فوراً دوڑ کر آئے اور طنزاً یہ رباعی پڑھی ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم ؎ گر بصحبتہا اثر بودے کجاست

زہد تاں فسق از دل ما کم نکرد ———— فسق ما بہتر از زہد شماست

حضرت نے رباعی سنکر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا اے حسن میری صحبت میں بہت اثر ہے۔ یہہ الفاظ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ حسن کے دل پر ایک برقی لہر دوڑ گئی اور آناً فاناً میں قلب کی کیفیت بدل گئی۔ اور تائب ہو کر حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور مرید ہو گئے۔ دوسرے ہم مشرب یاروں نے جب حضرت امیر حسن کی یہ انقلابی کیفیت دیکھی تو اُن پر بھی اثر پڑا اور تائب ہو گئے۔ حسن نے یہ بیت پڑھی ؎

اے حسن توبہ آنزماں کردی ؎ کہ ترا طاقت گناہ نماند

حضرت کی دعا سے امیر حسن صاحب کو وہ شیرینی کلام نصیب ہوئی کہ شعر گوئی اور نثر نویسی میں دور دور شہرہ ہو گیا۔ لطیفہ بیانی میں ان کو خاص کمال حاصل تھا۔ اور حاضر جوابی میں تو ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اکثر سلاطین ہند ان کی بذلہ سنجی اور برجستہ گوئی سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔

ان کی تصنیفات میں کتاب "فوائد الفواد" معرکتہ الآرا شاہ کار ہے۔ یہ کتاب حضرت سلطان المشائخ کا روزنامچہ ہے جس کو امیر حسن صاحب نے بڑی قابلیت سے ترتیب دیا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کاش میری ساری تصنیفات امیر حسن کی ہوتیں اور صرف فوائد الفوائد میری ہوتی اور میرے لئے باعث توشۂ آخرت ہوتی۔

جس زمانہ میں محمد تغلق نے دہلی والوں کو دیوگیر جانے کا حکم دیا تھا تو اس ہی وقت حضرت امیر حسن بھی دہلی چھوڑ کر دیوگیر تشریف لے گئے اور

۷۴۱ھ میں واصل حق ہو کر دولت آباد دکن میں حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔ تاریخ وصال "مخدوم الاولیاءؒ" ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ماہروؒ حضرت خواجہ امیر خسرو کے بھانجے تھے۔ بہت حسین و جمیل تھے۔ چہرہ چاند کی مانند چمکتا تھا حضرت سلطان المشائخ کے مرید صادق تھے عشقِ صادق کا یہ عالم تھا کہ جب تک پیرو مرشد کا چہرہ نہیں دیکھ لیتے فرضوں کی نیت نہ باندھتے تھے۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دراشنائے نماز اے جاں نظر بر قامت دارم | مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

جس وقت انتقال ہوا تو پیر و مرشد ہی کے تصورات طاری تھے۔ اور بار بار حضرت سلطان المشائخؒ کا نام نامی زبان مبارک پر لاتے تھے ۷۲۶ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت امیر خسروؒ کے پائیں مزار بنایا گیا۔

شیخ نظام الدین شیرازیؒ حضرت سلطان المشائخ کے عاشق صادق الیقین مرید تھے۔ شیراز سے دور دراز کا سفر کر کے حضرت محبوب الٰہی سے فیض باطنی حاصل کرنے کیلئے ہندوستان آئے تھے۔ سماع کے بڑے شوقین تھے۔ رقص اور وجد میں والہانہ کیفیت رکھتے تھے۔ حالت کیف میں اپنا قیمتی لباس قوالوں کو دیدیا کرتے تھے۔ ۷۱۱ھ میں وفات پائی اور پرانی دہلی میں دفن ہوئے۔

شیخ نظام الدین مغربیؒ حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اور صوبہ بہار کو فیض باطنی سے مستفیض

کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے حضرت شیخ کی باطنی خوبیوں کی وجہ سے مولانا شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے جنگل کی رہائش ترک کرکے بہار میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ تاریخ وفات نہ مل سکی۔ مزار قصبہ منیر شریف صوبہ بہار میں ہے

حضرت کریم الدین سمرقندی

حضرت سلطان المشائخ کی ارادت اور خلعت خاص سے ممتاز ہوئے تھے۔ طبیعت میں انکسار اور وسیع الاخلاقی بے انتہا تھی حضرت سلطان المشائخ کے مشورہ سے حضرت شیخ بدر الدین اسحاق کے فرزند خواجہ محمد نواسۂ حضرت شیخ گنج شکر کی صاحبزادی کا عقد مولانا سمرقندی سے ہوا تھا اس نسبت کی وجہ سے حضرت سلطان المشائخ مولانا موصوف کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام کے معزز خطاب سے بھی ممتاز تھے۔ اور شاہی حکم سے حکومت پرگنہ ستگانوہ بھی ان کو ملی تھی۔ وہیں ولایت پائی۔ ان کی اولاد ستگانوہ میں اب بھی موجود ہے۔

خواجہ سالار

پرگنہ معین میں پیدا ہوئے حضرت سلطان المشائخ کے فنا فی الشیخ مرید تھے۔ ایک روز مجلس سماع گرم تھی۔ اور قوال یہ گارہے تھے ؎

از سر زلف حسینانِ چمن دست بدار ؎ بسر زلف اگر دست رسد باد صبا را

اس کے مطلب کو خواجہ سالارؒ نے حضرت سلطان المشائخ اور اپنے حال پر محمول کیا اور اسی روز سے بیمار پڑگئے اور کچھ عرصہ کے بعد اسی حالت میں انتقال فرماگئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے احاطۂ درگاہ میں مدفن بنا۔

حضرت فخرالدین مروزی حضرت سلطان المشائخ کے محبوب مریدوں میں تھے۔ حافظ کلام اللہ تھے ہفت قرأت جانتے تھے۔ بہت متشرع اور متقی بزرگ تھے۔ قرآن پاک کی کتابت کرکے روزی حاصل کرتے تھے۔ کسی سے ایک پیسہ نذر نہ لیتے تھے حضرت سلطان المشائخ نے ایک رقعہ ان کے نام لکھا تھا جس میں مطلوب اور مقصود تک پہنچنے کے دو طریقے لکھے تھے۔ ایک محبت ذات (۲) محبت صفات۔

محبت ذات وہبی ہے۔ اور محبت صفات کسبی ہے۔ کسبی محبتِ صفات پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ قلب کو ماسوا سے پاک وصاف کرے۔ اور اسم ذات کا ذکر وشغل کرے مگر شرط یہ ہے کہ چار چیزوں سے فراغ نصیب ہو تب کامیابی ہوسکتی ہے (۱) خلق سے (۲) دنیا سے (۳) نفس سے (۴) شیطان سے۔ خلق سے دور رہنے کا طریقہ تنہائی اور گوشہ نشینی ہے۔ دنیا سے دور رہنے کے لئے قناعت اختیار کرنا ضروری ہے۔ نفس اور شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے ولی التجا کرنا ضروری ہے

وصال ۷۳۶ھ مزار قرب وجوار درگاہ حضرت محبوب الٰہی چبوترۂ یاراں پر نزد مزار حضرت شمس الدین یحییٰ ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کا پولٹکس پولٹکس انگریزی لفظ ہے جو آج کل زمانہ کے تغیرات کے سبب کثیر الاستعمال اور زبان زد خاص وعام ہوگیا ہے

پولٹکس کے معنی ہیں سیاسی نکتۂ خیال۔ مگر آج کل سیاسی نکات قائم کرنے میں کسی موقع اور محل پر بھی کذب و صدق کا امتیاز نہیں کیا جاتا۔ اور اگر کیا جائے تو ایسی پالیسی پولٹکس سے خارج ہو جاتی ہے اور ایسی پالیسی رکھنے والے لوگ دورِ جدید میں بے وقوف کہلاتے ہیں۔ اسلام میں روحانی پیشواؤں کے پولٹکس کی کیفیات موجودہ زمانہ کے پولٹکس سے بالکل برعکس ہیں۔ آج کل کا پولٹکس مکر و فریب جھوٹ اور قدرے سچ کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے اور روحانی پیشواؤں کا پولٹکس صدق مقال اکل حلال۔ زہد و تقویٰ اخلاق اور ایثار نفسی کا مرکب ہوتا تھا۔ جدید پولٹکس زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتا رہتا ہے لیکن قدیم بزرگوں کا پولٹکس ابتک وہی ہے جو تیرہ سو پچاس سال قبل ہمارے آقائے نامدار حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کرتے وقت تجویز کیا تھا۔ مگر اس کے اختیار کرنے میں بڑی بھاری نفسانی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے اور بڑے کٹھن راستوں سے گذرنا ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے نظریہ کے مطابق حصول دنیا ہی کے لئے پولٹکس سازی ضروری ہے۔ مگر اسلام میں خوشنودی باری تعالےٰ کے لئے لافانی پولٹکس اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور جب خوشنودی رب حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا خود بخود اسکے تابع ہو جاتی ہے اور وہ بلا طلب غلام اور لونڈی کی طرح کشاں کشاں چلی آتی ہیں۔ اس پاک پولٹکس کے بانی آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے عبادت، دیانت، امانت۔ ریاضت، ہمدردی رحم، اخلاق، اور ایثار نفسی پر اسلامی پولٹکس کی بنیاد رکھی۔ اور کسی مادی یا جبریہ

طریقہ سے نہیں بلکہ مذکورہ روحانی پالٹکس کے پاکیزہ اثرات سے لوگوں کے دلوں کو متاثر اور مسحور کر کے دنیا میں اپنی اکثریت حاصل کی۔ سیرت پاک کا اگر آپ کو مطالعہ ہے تو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ جس قدر لوگ بھی داخل اسلام ہوئے وہ محض آنحضرت کی ستودہ صفات کی وجہ سے ہوئے، اور جن ممالک نے اطاعت قبول کی وہ کسی مادّی یا فوجی طاقت سے مرعوب ہو کر نہیں کی بلکہ روحانی پالٹکس رکھنے والے اور قوت ایمانی کے جذبہ سے بھرپور پیشواؤں کے باطنی اثرات سے متاثر ہو کر کی۔ ان اولالعزم ہستیوں نے ہمارے لئے شاہ راہ چھوڑ دی ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اس کا اہل جتائے اس شاہ راہ پر گامزن ہو کر وہی نمونہ پیش کر سکتا ہے جو ہمارے اسلاف اور متقدمین نے کیا تھا۔

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کا پالٹکس بالکل وہی تھا جو آنحضرت سرور عالمؐ کا تھا۔ آن حضرت بھی مخالفین کے ہاتھوں ستائے گئے اور حضرت محبوب پاک بھی آنحضرتؐ نے بھی غیروں کے ساتھ اخلاق کے فقید المثال نمونے پیش کئے اور حضرت محبوب پاک نے بھی لوگوں کی گالیاں سن کر اُن کو اشرفیوں سے نوازا۔ اور ایک گداگر کی گالیاں خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اس کی خاطر خواہ تواضع اور خدمتگذاری کی آنحضرت نے بھی اور حضرت محبوب پاک نے بھی ظلم کا جواب رحم سے اور سختی کا جواب نرمی سے دیا، غربا پروری اور عجز وانکسار سے کام لیا۔ آن حضرت نے بھی کوئی جاگیر یا معاش اپنی ذات کے لئے نہیں رکھی اور حضرت محبوب پاک نے بھی ایسا ہی کیا اور جاگیر و معاش

کو فساد کی جڑ فرمایا۔ آنحضرتؐ نے بھی غیر مسلموں کیساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور حضرت محبوب پاک نے بھی ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی خاطر حضرت خواجہ امیر خسروؒ طوطی ہند سے اردو زبان کی ایجاد کے لئے حکم دیا اور غیر مسلموں کو فارسی اور عربی کی ادق زبانیں سیکھنے پر مجبور نہیں ہونے دیا۔ حضرت امیر خسرو نے ایرانی، افغانی، ترکی، عربی اور ہندی کو ملاکر بین الاقوامی زبان اردو ایجاد کی جس کا نمونہ حضرت امیر خسروؒ کے حال میں کسی جگہ درج ہے۔ جیسے آنحضرت کے ستودہ صفات کے سبب عوام الناس جوق جوق داخل اسلام ہوئے اسی طرح حضرت محبوب پاک کے روحانی اور باطنی فیوض سے متاثر ہوکر لاکھوں حلقہ بگوش غلام بنے۔ ملفوظات کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ وغیرہ جس قدر بھی سلسلوں کے بزرگ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ ان میں سے کسی کے مشن نے اس قدر مقبولیت حاصل نہیں کی جس قدر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کے طریقتی پڑپوتے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے مشن نے حاصل کی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کے بزرگوں کے بیشمار مزارات پائے جاتے ہیں جن میں زیادہ تعداد حضرت محبوب الٰہی اور اُن کے وابستہ سلسلوں کے متوسلین ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ ذیل میں حضرت محبوب الٰہیؒ کے پالٹکس کی مقبولیت عامہ کے سبب جو ہندوستان کا روحانی نقشہ قایم ہوا۔ اس کا مختصر خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت کا کتنا ہر دل عزیز اور مقبول عام پالٹکس تھا کہ ہندوستان

کے ہر گوشے میں حضرت کے خلفاء یا خلفاء کے خلفاء نے پہنچ کر روحانی مشن کی تبلیغ اور اشاعت کا کام کیا۔

نام بزرگ	کس کے مرید اور خلیفہ	مقام تبلیغ روحانی	تاریخ وفات
حضرت شیخ سراج الدین اخی	حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی	لکھنوتی - بنگال	سنہ ۷۵۸ھ
حضرت شیخ قطب الدین منور	”	ہانسی ضلع حصار پنجاب	سنہ ۷۶۰ھ
حضرت شیخ برہان الدین غریب	”	دیوگیر دولت آباد	سنہ ۷۴۱ھ
مولانا وجیہہ الدین یوسف کلاکھڑی	”	دہلی	سنہ ۷۲۹ھ
حضرت شیخ شمس الدین یحیٰی	”	”	سنہ ۷۷۴ھ
حضرت مولانا علاء الدین نیلی	”	”	سنہ ۷۶۲ھ
حضرت منتخب الدین قدسی زر بخش	”	دولت آباد دکن	سنہ ۷۰۹ھ
حضرت شہاب الدین امام	”	دہلی	نہ مل سکی
مولانا محمد امام	”	”	نہ مل سکی
مولانا خواجہ موسےٰ	”	پلہ نوح پنجاب	نہ مل سکی
حضرت خواجہ ابوبکر چشتی	”	دہلی ... درگاہ حضرت	۲۷ رجب سنہ ۷۳۵ھ
جانشین نسبی حضرت محبوب الٰہی		محبوب الٰہی	
حضرت خواجہ عزیز الملت والدین	”	”	۱۸-۱۹ رمضان
حضرت خواجہ مولانا عمر	”	”	۱۴ ربیع الاول
حضرت مولانا قاسم			
حضرت قاضی محی الدین کاشانی		قریب چراغ دہلی	سنہ ۷۲۵ھ ۱۹ ربیع الثانی

نام بزرگ	کس کے مرید و خلیفہ	مقام تبلیغ روحانی	سنہ وفات
حضرت فخر الدین مروزی	حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی	دہلی	سنہ ۷۳۶ھ
حضرت شیخ حسام الدین ملتانی	״	پیران پٹن احمد آباد	سنہ ۷۳۵ھ
حضرت امیر خسروؒ	״	دہلی	سنہ ۷۲۵ھ
امیر حسن علائی سنجری	״	دولت آباد دکن	سنہ ۷۳۸ھ
حضرت کریم الدین سمرقندی	״	ست گانوہ	نہ مل سکی
شیخ نظام الدین مغربی	״	منیر صوبہ بہار	״
حضرت بو علی شاہ قلندر	״	پانی پت پنجاب	سنہ ۷۲۴ھ
حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	״	چراغ دہلی	سنہ ۷۵۷ھ
قاضی عبد المقتدر	حضرت نصیر الدین چراغ دہلی	دہلی حوض شمسی مہرولی	سنہ ۷۹۱ھ
شیخ متوکل کنتوری	״	کنتور۔ بہرائچ	سنہ ۸۲۷ھ
مخدوم شیخ سلیمان	״	ردولی۔ بارہ بنکی	نہ مل سکی
مولانا خواجہ خواجگی	״	کالپی۔ بندھیلکھنڈ	سنہ ۸۱۹ھ
حضرت سید محمد بن جعفر مکی	״	سرہند	سنہ ۸۹۱ھ
حضرت شیخ دانیال	״	سترکھ بارہ بنکی	سنہ ۷۴۸ھ
شیخ صدر الدین طبیب دہلوی	״	دہلی	سنہ ۷۷۹ھ
میر سید علاؤ الدین	״	سندیلہ ہردوئی	نہ مل سکی
شیخ احمد تھانیسر	״	کالپی	سنہ ۸۲۰ھ
حضرت بندہ نواز گیسو دراز	״	گلبرگہ۔ دکن	سنہ ۸۲۵ھ

نام بزرگ	کس کے مرید و خلیفہ	مقام تبلیغ روحانی	سنہ وفات
شیخ زین الدین	حضرت نصیر الدین چراغ دہلی	چراغ دہلی	نہ مل سکی
حضرت مسعود بک	"	لاڈو سرائے دہلی	سنہ ۸۳۶ھ
میر سید جلال الحق والدین جہانیاں	"	اوچھ ملتان، پنجاب	۱۴ ذی الحجہ سنہ ۷۸۵ھ
شیخ صدر الدین راجو قتال	میر سید جلال الدین	" " "	۲۱ جمادی الثانی سنہ ۸۲۷ھ
مخدوم شیخ اخی	میر جلال الدین	راجگر، قنوج - یوپی	۱۲ شوال سنہ ۸۰۱ھ
قاضی شیخ قوام الدین	مخدوم نصیر الدین رح	قریب امام باڑہ لکھنؤ	۲۰ شعبان سنہ ۸۴۰ھ
مخدوم حسام الدین	قاضی عبد المقتدر	فتح پور ہسوہ - یوپی	سنہ ۸۰۰ھ
سید اشرف جہانگیر سمنانی	مخدوم جلال الدین	کچھوچھ فیض آباد	سنہ ۸۰۸ھ
حاجی سید عبد الرزاق نور العین	اشرف جہانگیر سمنانی	سمنانی	۵ جمادی الثانی سنہ ۸۷۲ھ
مخدوم صفی الدین	اشرف جہانگیر سمنان	ردولی - بارہ بنکی	۲۳ ذیقعدہ سنہ ۸۱۹ھ
مخدوم خیر الدین	"	سادھورہ ضلع انبالہ	نہ مل سکی
حضرت قطب عالم	حضرت ناصر الدین محمود	باٹوہ - احمد آباد	۸ ذی الحجہ سنہ ۸۵۷ھ
حضرت شیخ علاء الحق	حضرت سراج اخی	پنڈوہ - بنگال	یکم رجب سنہ ۸۰۰ھ
شیخ سید تاج الدین	شیخ قطب الدین منور	نارنول، پٹیالہ سٹیٹ	سنہ ۸۷۳ھ
شیخ علاء الدین	سید محمد بندہ نواز گیسو دراز	گوالیار	سنہ ۸۵۳ھ
شیخ ابو الفتح	شیخ عبد المقتدر	جونپور	۱۳ ربیع الاول سنہ ۸۵۹ھ
شیخ محمد عرف شیخ مینا	شاہ قوام الدین	لکھنؤ	۲۳ صفر سنہ ۸۸۴ھ
حضرت مخدوم سعد الدین	شاہ مینا صاحب	خیر آباد سیتا پور	سنہ ۹۰۹ھ
حضرت خواجہ خانون		گوالیار	یکم جمادی الاول

نام بزرگ	کس کے مرید و خلیفہ	مقام تبلیغ روحانی	سنہ وفات
حضرت سید شاہ حمزہ	سید آل محمد رض	مارہرہ	۱۴ محرم سنہ ۱۱۹۸ھ
شیخ نورالدین نور قطب عالم	شیخ علاؤالدین بنگالی	پنڈوہ - بنگال	۱۰ ذیقعدہ سنہ ۸۱۹ھ
شیخ شمس الدین طاہر	نور قطب عالم پنڈوی	اجمیر	سنہ ۸۸۱ھ
شاہ کاکو	نور قطب عالم	لاہور	سنہ ۸۸۲ھ
شیخ حسام الدین	"	مانکپور پرتابگڈھ	۱۴ رمضان سنہ ۸۵۳ھ
حضرت شیخ حمزہ	سید محمد گیسو دراز رح	دھرسوں، نارنول	۲ ربیع الثانی سنہ ۹۵۶ھ
	خواجہ حسین ناگوری	گوالیار	سنہ ۹۴۰ھ
شیخ سلیم چشتی	شیخ ابراہیم چشتی	فتح پور سیکری آگرہ	۲۹ رمضان سنہ ۹۷۹ھ
شیخ کمال الدین علامہ	حضرت نصیر الدین محمود	دہلی	۲۷ ذیقعدہ سنہ ۷۵۱ھ
حضرت خواجہ سراج الدین	حضرت کمال الدین علامہ	پیران پٹن	یکم جمادی الاول سنہ ۷۶۲ھ
حضرت شیخ محمد قطب	شیخ حسن محمد	احمد آباد	سنہ ۱۰۴۰ھ
حضرت یحیٰ مدنی	شیخ محمد	مدینہ منورہ	۲۷ صفر سنہ ۱۱۲۲ھ
حضرت کلیم اللہ جہان آبادی	حضرت یحیٰ مدنی	دہلی	۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۲ھ
حضرت نظام الدین اورنگ آبادی	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی	اورنگ آباد دکن	۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۲ھ
حضرت مولانا فخر الدین	حضرت نظام الدین اورنگ آبادی	مہرولی دہلی	۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ
حضرت شاہ نیاز احمد	مولانا فخر صاحب رح	بریلی - یو، پی	۱۸ محرم سنہ ۱۲۳۳ھ
حضرت نور محمد مہاروی	"	مہار اغربیہ پنجاب	۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۵ھ
حضرت خواجہ سلیمان	حضرت نور محمد مہاروی	تونسہ، پنجاب	۷ صفر سنہ ۱۲۶۷ھ

نام بزرگ	کس کے مرید و خلیفہ	مقام تبلیغ روحانی	سنہ وفات
حضرت شاہ اللہ بخش	حضرت خواجہ سلیمان	تونسہ پنجاب	۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ
حضرت خواجہ موسیٰ	شاہ اللہ بخش	"	۵ ذالحجہ ۱۳۲۲ھ
حضرت شمس الدین سیالوی	خواجہ سلیمان	سیال شریف شاہ پور	۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ
حضرت حامد میاں	حضرت خواجہ موسیٰ	تونسہ شریف	×
حضرت محمود میاں	"	"	×
حضرت نظام الدین	شاہ نیاز احمد	بریلی	×
حضرت محی الدین ننھے میاں	شاہ نظام الدین	"	×
حافظ محمد علی شاہ	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی	خیرآباد یوپی	۱۸ ذوالقعدہ ۱۲۶۶ھ
حضرت حبیب علی شاہ	حافظ محمد علی شاہ خیرآبادی	حیدرآباد دکن	۶ ذالحجہ ۱۳۲۳ھ
حضرت پیر مہر علیشاہ	حضرت شمس الدین سیالوی	گولڑہ پنجاب	۱۱ ربیع الثانی

حضرت یوسف شریف صاحب - آغا داؤد صاحب - شاہ خاموش صاحب - شاہ افتخار علی صاحب یہ بھی حیدرآباد دکن میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔

سلسلۂ نظامیہ کے مبلّغین

تواریخ مشائخین سے یہ امر ثابت ہے کہ جس قدر مشائخین نے روحانی مشن کی تبلیغ ہندوستان میں کی وہ کسی مادّی طاقت کے سہارے پر نہیں کی بلکہ محض تائید ایزدی اور توکل علی اللہ کے بھروسہ پر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کی۔ علی الخصوص سلسلۂ نظامیہ کے بانی حضرت سلطان المشائخ کے متعلق تو صاف طور سے ثابت ہے کہ انہوں نے تمام عمر بادشاہوں کی صحبت سے احتراز کیا اور جاگیر و معاش کو فساد کی جڑ فرمایا اور زر اندوزی سے ہمیشہ نفرت فرمائی جو کچھ آتا شام تک سب

خرچ ہو جاتا اور لنگر خانہ میں جھاڑو دلوا دی جاتی تھی۔ حضرت کی طبیعت کی بے نیازی کا ثبوت حضرت قاضی محی الدین کاشانی رح کے اس واقعہ سے بخوبی ملتا ہے کہ انہوں نے شاہی جاگیر و معاش قبول کرنے کا خیال ہی دل میں پیدا کیا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ اس قدر خفا ہوئے کہ قاضی صاحب سے خلافت نامہ واپس لے لیا پس حضرت کی اس روش کو دیکھتے ہوئے قریب قریب حضرت کے سب ہی متوسلین مادی طاقتوں کے سہارے سے محترز رہے۔ چونکہ بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ حضرت سلطان المشائخ الگ تھلگ رہے تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاہی فوج یا روپیہ کی طاقت آپ کے مشن کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ دنیا کی مادی طاقتیں فانی اور زوال پذیر ہیں اور اولیاء حق کی روحانی طاقتیں حیات ابدی رکھتی ہیں۔ پس فانی چیز کا ابدی سے کیا میل ہو سکتا ہے۔ اور جو فانی ہے وہ ابدی چیز کے حق میں کیا معاونت کر سکتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سات بادشاہ تخت نشیں ہوئے اور پیوند خاک ہو گئے۔ ان کی طاقتیں ان کے ساتھ قبر میں دفن ہو گئیں۔ اور آج ۶۵۰ سال کے بعد ان کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہیں ہے۔ مگر شہنشاہ روحانیت حضرت سلطان المشائخ کی روحانی عظمت کے اثرات اب تک ہر مذہب و ملت کے افراد کے دلوں پر باقی ہیں۔ ان کا نام روشن ہے، ان کا مشن زندہ ہے ان کے لاکھوں نام لیوا اور حلقہ بگوش غلام موجود ہیں۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ اسی طرح جاری رہے گا کیا خوب کہا ہے کہ:۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ❊ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

پچھلے صفحوں پر نظامیہ سلسلہ کے مشائخین کی مختصر فہرست کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً ہر صوبہ میں حضرت کے یا حضرت کے سلسلہ کے خلفاء نے روحانی تبلیغ کا عظیم الشان کام انجام دیا۔ یہ دینی اور روحانی خدمت بلاخوف وخطر ارض ہند کے طول وعرض میں اقتضائے وقت کا لحاظ رکھ کر ادا کی گئی۔ چنانچہ سب سے زیادہ نظامیہ مبلغین اس ہی علاقہ میں پہنچے کہ جہاں زیادہ تاریکی اور جہالت تھی۔ احمد آباد، گجرات، اور دکن کے نور اسلام سے محروم علاقے بہت زیادہ اس بات کے طلبگار تھے کہ کوئی شمع ہدایت روشن ہو کر چمکے اور ان خطہ جات ارضی کو منور کرے۔ اسی لئے حضرت کے سلسلہ کے خلفاء کے مزارات احمد آباد گجرات اور دکن کے علاقوں میں زیادہ تر پائے جاتے ہیں۔

حضرت کی روحانی تعلیم

دورِ حاضرہ کے پیروں نے روحانی تعلیم دینے کے لئے مریدوں سے اپنی مالی یا جسمانی خدمتگذاری کو مجاہدہ قرار دے رکھا ہے جس مرید نے کثیر نقدی اور شیرینی سے خاطر خواہ تواضع کی اور پیر صاحب کی ٹانگیں دبانے کا وظیفہ چند ماہ تک جاری رکھا بس اس کو روحانی فیوض عطا ہو گئے اور خلافت نامہ دیدیا گیا۔ اور آجکل تو ایک پیر صاحب ایسے بھی ہیں جو پروپیگنڈہ کی خاطر اور بیگمات کو خوش کر کے حصول زر کی نیت سے عورتوں کو بھی خلافت دے دیا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

مگر حضرت سلطان المشائخ کا طریقہ اس مصنوعی طریقہ سے بالکل برعکس تھا۔ حضرت کا ہر فعل سنت نبوی کے موافق تھا۔ مرید کرنے میں باطن کی اصلاح اور دینی ترقی کے سوا اور کوئی نظریہ نہ تھا۔ چنانچہ حضرت کے ایک مرید اخی سراج ؒ عالم نہیں تھے ان کو حضرت نے خلافت دینے سے انکار کر دیا تھا جب مولانا فخر الدین رازیؒ نے ان کی باقی کمی پورا کرا دینے کا یقین دلایا تب حضرت نے ان کو خلافت دینے میں رضامندی ظاہر فرمائی حضرت ہر شخص کو اس کی سمجھ، لیاقت۔ اور استعداد کے مطابق تعلیم و تلقین ارشاد فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضرت مولانا حسام الدین ملتانی کے نام جو تعلیم روحانی کے سلسلہ میں حضرت نے مکتوب گرامی تحریر فرمایا ہے۔ اس میں روحانی تعلیم کا مغز موجود ہے۔ جس سے تصوف اور روحانیت کو بازیچہ اطفال سمجھنے والے نام نہاد صوفیوں اور درویشوں کی قلعی کھل کر رہ جاتی ہے۔

مکتوب گرامی کا اردو ترجمہ

میرے روحانی بھائی حسام الدین دام عشقہٗ، نظام الدین بن احمد بدایونی کی طرف سے مطالعہ کریں۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ ترجمہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا جب میں نے چاہا کہ اپنے جمال جہاں آرا سے پردہ اٹھا کر انہیں صفات کو ظاہر کروں تو مخلوق کو پیدا کیا۔ اس سلسلہ میں نور مطلق کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک کثیف اور ایک لطیف۔ نور کثیف آگ کہلایا۔ اور جب آگ زیادہ کثیف ہوئی تو ہوا بن گئی۔ اور ہوا کثیف ہو کر پانی ہو گئی۔ اور پانی کثیف ہو کر خاک ہو گیا بس خاک کو مظہر ذات بنایا گیا اور وجودی شکل دی گئی۔ یعنی وہ شاہد لاہوت کسوت انسانی میں کہ جس مقام کو سفلی کہتے ہیں نور علوی

کے لطیف حصّہ کے ساتھہ جلوہ گر ہوا۔ اور نفخت فیہ من روحی سے خطاب فرمایا۔ یعنی میں نے انمیں روح تجلیاتِ جمال و کمال کے ساتھہ پتلہ خاکی میں پھونکدی۔ اپنی شکل آئینہ میں نظر آیا کرتی ہے۔ چنانچہ جسدِ انسانی یعنی آدم اور دنیا کو ذات باری نے اپنا آئینہ بنایا اور اس میں روح پھونک کر اپنے جمال کا مشاہدہ کیا۔ اور خود اپنے جمال کا عاشق ہوگیا۔ چونکہ عاشق و معشوق وہی ذات ہے۔ اس لئے لباس عاشقی و معشوقی پہن کر تمام صفات حسن و عشق کیا تھی جیسے مصلحت دیکھی اپنے جمال کو صحرا میں رکھا۔ سہ

چو آدم را فرستادیم بیروں	جمال خویش در صحرا نہادیم
سر بر موئے زلف خود نمودیم	جہاں را در پس غوغا نہادیم
اگر چشمت نباشد بچشانت	کہ گوہر پیش نا بینا نہادیم
پوشیدہ بغیب چند باشم	اظہار کنم از نہانیم
با جملہ صفات خوش ہر دم	با عاشق و معشوق ہزار دانیم

عاشقی اور معشوقی عشق سے مشتق ہے۔ عشق سے مراد محض ذات مطلق ہے۔ یعنی عین ذات اللہ کی اور عشق کی صفت یہ ہے کہ جس دل میں یہ ہوتا ہے اس میں کوئی دوسرا خیال نہیں سماتا۔ مشہور بات ہے کہ جہاں دنیاوی بادشاہ کی سواری آتی ہے وہاں خس و خاشاک سے پاک جگہ ہوجاتی ہے۔ ع

ہر جا کہ خیمہ زد غوغا نماند عام را

پس جو دل عین ذاتِ حق کا جلوہ گاہ ہو وہاں غیر حق کا کیا کام۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں العشقُ نارٌ اذا وقع فی القلب یحرق غیر المحبوب یحرق ذکر اللہ و ذکرا

یحرق اسم اللہ۔ ترجمہ۔ عشق ایک آگ ہے جب دل میں سلگتی ہے تو غیر خدا کو جلا دیتی ہے۔ بلکہ خدا کی یاد کو بھی جلا دیتی ہے اور خدا کی یاد خدا کے نام کو جلا دیتی ہے۔ اور معشوق کے وجود سے مراد ذات محض کا پرتو ہے یعنی تصرفات محمدی و الہی۔ موجودات عالم میں ظاہر تصرف محمدی ہے یعنی عبوبیت اور باطن تصرف الہی ہے یعنی الوہیت ابوالاجسام آدم ہیں۔ اور ابوالارواح آنحضرت محمدؐ ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے کہ انا من نور اللہ والمومنون من نوری: ترجمہ۔ میں خدا کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔ دوسری حدیث ہے کُنت نبیاً وآدم بین الماءِ والطینِ۔ یعنی میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ یعنی ان کا وجود بھی تیار نہ ہوا تھا پس معلوم ہوا کہ روح سرِ حق ہے۔ اور سر جب ترقی کرتا ہے تو ذاتِ حق ہو جاتا ہے۔ قطعہ

عشق آمدہ چوں خونم اندر رگ و پوست — تا کرد مراتہی و پر کرد ز دوست
اجزاء وجودم ہمگی دوست گرفت — نامیست ز من باقی باقی ہمہ اوست

غزل

روح قدسی درو دمیدیم — از خود دگرے بیافریدیم
از مادۂ من کرشمہا خواست — از خویش بخویش می طپیدیم
ہر لحظہ کنم نازے و نازی — ذوقے ز خودی خود چشیدیم
در عین وصال باز و بازی — شوریست عجب کہ برکشیدیم
مائیم بعین نظام احمد — واحد ز احد ہمیں گزیدیم

اسی کے متعلق ایک بڑے عارف اور عاشق صادق فرماتے ہیں۔

غزل

مادر و والد و اولاد آں منم — شوہر و اتباع و فرزند آں منم

آب و باد و خاک و نور و نار ہم — روح و قلب و قالب جسمان آن منم
آدم و ابلیس و حوا خود منم — جان و جنت دوزخ و غلمان منم
بندۂ اللہ ہم و ہم ذاتش منم — عاشق و معشوق ہم خوباں منم
چونکہ انساں خود دامن منزل رسید — آں خدا شد بالیقیں حق آں منم
اے محی الدین نہ غیرے کس دگر — صورت حرفی و کاغذ آں منم

اب میں توحید کی ایک مثال بیان کرتا ہوں اس کو گوش دل سے سنو توحید کی مثال یہ ہے کہ ایک بیج بویا۔ وہ اُگا اور اس میں پتّے اور شاخیں اور پھول پیدا ہوئے پھر جس رنگ اور صورت کا تخم تھا اس جنس اور رنگ وصورت کے تخم اس درخت میں آگئے۔ لیکن اگر خاص اُس ہی تخم کو تلاش کروگے کہ جس کو تم نے بو یا تھا تو وہ بجنسہٖ نہیں ملیگا۔ بلکہ اُس جیسے ہزاروں اور مل جائیں گے۔ ان کی مثال ذات قدم کی مثال ہے۔ اس نے اپنے وجود کو ظاہر کیا۔ کیونکہ بغیر اظہار کئے ظاہر کا ظہور نہیں ہوتا۔ انا من نور اللہ واللہ بکل شئے محیط۔ یعنی میں خدا کے نور سے ہوں اور ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اور انی انا اللہ لا الٰہ الّا انا۔ یعنی میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہنا درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ؎

اے ہرچہ منم دگر بہانہ — از ماست بماد ہد نشانہ
در وہم و خیال ہرچہ آید — جملہ منم وز من جدا نہ
از خویش بہ خویش رہ نمودیم — در ہر صفتے منم زمانہ
جز ما وہ و من آں کہ گوان کیست — جز من کہ بہ من و ماست جادہ

محمود و ایاز ہم کہ مائیم　　　　شیریں و خسرو نہ افسانہ

بھائی جب تم کو تخم کی ماہیت معلوم ہو گئی۔ تو بس اسی کو توحید سمجھ لو۔ درخت کو مقام سر سمجھو یعنی مقام لاہوت۔ اس کے پھل کو مقام ناسوت۔ ؎

لاہوت و ربرجروت ہیں جبروت در ملکوت ہیں۔　　　　ملکوت در ناسوت ہیں گر عاقلی اے مرد دیں

لاہوت بیخ است اے پسر جبروت شاخ اے شمور　　　　ملکوت گلہازاں نگر ناسوت را بشمر ثمر

اور یہ بھی کہنا چاہیئے کہ ۔ ؎

سریست دقیقی و نہانی　　　　گویم ترا اگر بدانی

گنج بودیم دراں نہفتہ　　　　دام بیچون و لا مکانی

لاہوت صفت مقام ما است　　　　نے جائے دراں و نے نشانی

جبروت چو کردہ ایم کسوت　　　　گردید زمن مثل عیانی

ملکوت شدم دگر بار　　　　ناسوت مکاں نمود ثانی

مومن جہود و گبر و ترسا　　　　مائیم بہر صفت کہ خوانی

بودیم نہفتہ گنج دارم　　　　از خویش بخود شدہ آشکارم

نیست غیرے زبہر اظہارم　　　　من ذات خود آفریدگارم

قطعہ

من محو ما خویم و خدائم خدائی ماست　　　　لعنت براں خدائی کہ جز ما خدائی ماست

بھائی جو کچھ کرتا ہے یا کراتا ہے اور جو کچھ کرے گا یا کیا خود ہی کرتا ہے۔ یہاں نہ فاعل ہے نہ مفعول۔ اور نہ کوئی فعل ہے۔ قطعہ

صیاد ازل کہ دانہ در دام نہاد　　　　مرغے بگرفت و آدمش نام نہاد

ہر نیک و بدی کہ میرود در عالم　　　　خود میکند و بہانہ بر عالم نہاد

بھائی نہ یہاں ازل ہے نہ ابد۔ نہ ظہور ہے نہ بطون۔ نہ الست ہے نہ بلے نہ عہد ہر مذہب جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے۔ ؎

تو درمیان ہیچ نہ ہر چہ ہست اوست | ہم خود است گوید و ہم خود بلے کند
جائیکہ ذات ماست نہ بینی تو ہیچ چیز | آنجا اگر الہ بگویم کافرم

پیارے بھائی جب تمام صفات ختم ہوگئیں اور عروج و نزول سے گذر گیا تو پھر اپنے اصلی مقام پر آکر کہنے لگا۔ ؎

با تو ہر چند کہ بسیار ولیں آثار شدم ❊ من ذات خدائیم بلاشک وبلاریب

اب ایک دوسری مثال بھی سن لو۔ کہ آدمی بڑی مشقت مجاہدہ اور ریاضت ظاہری بجالا کر ناسوت سے ملکوت میں پہنچتا ہے۔ ریاضت ظاہری میں نفس کا تزکیہ اور پاکیزگی مراد ہے۔ جیسے جنابت سے پاکی اور وضو و نماز روزہ اور اوراد و وظائف وغیرہ۔ بیت:

چند گوئی چند شنوی نکتۂ توحید را | بے ریاضت نیست لذت بارہا گفتیم ما
گرچہ دانش و دولت بے علت است | طاعت حق کار صاحب دولت ہست

ریاضت ہی کی بدولت ملکوت و جبروت میں پہنچتا ہے۔ دل کا تصفیہ صفاتِ محمودہ کے ساتھ آراستہ کرنا ہے اور بری صفات رکھنے والا انسان ذکر کے بغیر صفاتِ پاکیزہ تو حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ لکل شئی مصقلۃ ومصقلۃ القلب ذکر اللہ۔ جب سالک اس مقام میں پہنچتا ہے ذکر کے سوا تمام باتیں اس کو بری معلوم ہوتی ہیں۔ یہ جو علما پڑھتے ہیں اور پھر بادشاہوں سے نفع حاصل کرتے ہیں یہ علما نہیں ہیں بلکہ ایسے لوگ جاہل

کہلانے کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے:۔

العلماء امناء اللہ مالم یخالطوا بالملوک فاذا خالطوہم فاحذروہم فانہم لصوص الدین وقطاع الطریق ومن دخل منہم باب السلاطین وانما مراہ لطلب الدنیا من کل عملٍ فقد قتل الف ملک مقرب کجبرئیل ومیکائیل ونبی مرسل کعیسٰے وھدم وھدم الکعبۃ۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔ مثلہم کمثل الحمار اسفارا۔

قطعہ

اے عالم نادانی چندیں بچہ می خوانی | علمی کہ مفید است آں دانم کہ نمیدانی
شد دوئے مسرت برخے در نحوی و صرفی | زد فہم نشد صرفے علمی است کہ ربّانی

لہٰذا جب تک سالک کا دل غیر حق سے پاک نہ ہو اس کی تمام عبادت روزہ۔ نماز اور کرامت کا اظہار وغیرہ سب شرک اور نفاق پر مبنی ہے۔ کیونکہ روزہ رکھنا مریضوں کا کام ہے۔ اور روئی کا صرفہ ہے۔ اور جہاز پر بیٹھنا مکھیوں کا کام ہے۔ اور خشکی پر چلنا کتّوں کا کام ہے۔ اور مرید ہونا اور حج کو جانا کورے حاجیوں کا کام ہے۔ اور بھوکے کو روٹی کھلانا دولتمندوں کا کام ہے۔ اور دنیا کے واسطے علم ظاہری کا پڑھنا سخن فروشوں کا کام ہے زہد کرنا بازاری لوگوں کا کام ہے۔ جو بازار میں بیٹھ کر دوکانیں کھولتے ہیں۔ جیسا کہ عاشق حق حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔ بیت:۔

جبۂ دستار و مسجد خانقاہ

لیعنی ہمہ زملک داد و جاہ

باغ اور پختہ کنواں بنوانا باغبان کا کام ہے۔ تقوے کرنا پیچھے رہنے والوں کا کام ہے۔ نفی و اثبات کرنا تو ہاروں کا کام ہے۔ عورت سے جدا رہنا نامردوں اور خواجہ سراؤں کا کام ہے۔ کرامت ظاہر کرنا دیوانوں اور مداریوں کا کام ہے۔ کسی کو بد دعا دینا جلادوں کا کام ہے۔ دعا کرنا اور نفع پہنچانا رشوت خواروں کا کام ہے۔ عالم میں مشہور ہونا سلطان کا کام ہے۔ اور خدا نما، خود نمائی کرنے والوں کا کام ہے۔ اور خودی سے جانا اور محو ہونا اور تسلیم و رضا کرنا مُردوں کا کام ہے۔ سالک کو چاہئے کہ ساتوں دریا خشک کرے اور خشکی سے ساتوں دریا نکالے اور بغیر واسطہ جاہ و کرامت کے ظہور کرے۔ سالک موجد خدا ہو سکتا ہے لیکن بندۂ شرق نہیں کر سکتا۔ یہ تمام کام جو بیان کئے گئے مشائخی اور شیخی اور مقتدائی کے نہیں ہیں کیونکہ شیخ نہ خدا سے بیزار ہو سکتا ہے نہ رسول سے منکر اور دین سے بے دین ہو سکتا ہے۔ مگر وہ چاہ شیخی سے باہر بھی نہیں آسکتا۔ چاہ ایک چاہ عمیق ہے۔ جس میں ہزاروں سالک غریق ہیں۔ برادر عزیز کام کی انتہا یہ ہے کہ کارسے بیکار، مراد سے نامراد اور خود سے بے خود ہو جائے۔ طلب اور سلوک کی اصل بس یہی دو چیزیں ہیں ایک توکل دوسرے تعلیم۔ چنانچہ اس کے متعلق فرمایا ہے انا جعلناک علیٰ شریعۃ من الامر فاتبعہا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون۔ اور تمام سلوک اس آیت سے پورا ہو گیا۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ۵ جب روح کی تجلی خدا کی طرف سے شروع ہوئی تو تجلی حق بھی حاصل ہوئی۔ اور روح کی تجلی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام ناپاکی اور نیاز مندی سے نکل کر بے نیاز نہ ہو جائے۔ چنانچہ شیخی۔ مشائخی اور مقتدائی۔ پیری مریدی

اور علمائی میرزائی بے نماز کے نہیں ہوتی - پھر روح کی تجلی خدا کی طرف سے شروع ہو کر تجلی حق ہو جاتی ہے - چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ان فی جسد بنی آدم لمضغۃ و فی المضغۃ قلب و فی القلب فواد و فی الفواد روح و فی الروح سر و فی السر خفی و فی الخفی اخفی و فی الاخفی انا ہ

معلوم ہونا چاہیئے کہ نفس کی جگہ زیر ناف ہے - اور اس کا رنگ زرد ہے اور قلب کی جگہ سینہ میں بائیں طرف ہے - اور اس کا رنگ سپید ہے اور ستر کا مقام سینہ کے بیچ میں ہے - اس کا رنگ سبز ہے - اور خفی کا مقام پیشانی میں اس کا رنگ سیاہ ہے - اور اخفا کا مقام لامکان ہے اور وہ بے رنگ ہے اکثر صوفیہ کا قول ہے کہ مضغہ یعنی دل کا تصفیہ کے لئے جو کہ مقام شریعت ہے کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے اور تصفیہ فواد کے لئے جو کہ مقام طریقت ہے صرف نفی اثبات کا ذکر یعنی لا الہ الا اللہ کرنا چاہیئے - اور تصفیہ قلب میں کہ مقام حقیقت ہے صرف ذکر اثبات کافی ہے - یعنی الا اللہ کرنا چاہیئے - اور تصفیہ روح میں کہ مقام معرفت ہے - فقط اسم ذات اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے - اور تصفیہ سر میں کہ مقام قرب ہے ذکر ھو کرنا مناسب ہے - اور تصفیہ خفی میں کہ مقام وصل ہے - حبس دم کے ساتھ ذکر کرنا چاہیئے اور تصفیہ اخفی میں کہ مقام وحدت ہے ھو الموجود کا ذکر کرنا چاہیئے - اور تصفیہ انا میں کہ مقام سکوت ہے تصور لا موجود الا اللہ بے حرکت دل و زبان کے کرنا چاہیئے -

صوفیہ کے خیالات دو طرح کے ہیں ایک شہودی اور دوسرے وجودی

شہود یہ کہتے ہیں کہ وجود کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور خیالی۔ حقیقی وجود ذات حق کا ہے۔ جو انسان کے ادراک ادراج سے مبرّا ہے۔ اور خیالی وجود عالم کا ہے۔ اس کے احاطہ علمی پر نہ ذاتی جو حقیقی پر زائد ہو اور انجام اس وجود کا عدم ہے اور جب عدم بھی عدم میں چلا گیا تو قائم ہو گیا اور وجودیہ کہتے ہیں کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں ہے وجود و عدم اس کی دو صفتیں ہیں۔ یعنی اگر رات اور نیند اور موت اور عدم اور تشبیہ نہ ہوتی تو دن اور بیداری اور وجود اور حیات اور تنزیہ پہچانے نہ جاتے۔ پس وجود حیاتی جو موت اور عدم کے ساتھ متصف ہے فی الحقیقہ وجود نہیں رکھتی۔ محض ایک مخصوص حالت ہے جو تمثال اور خیال کی طرح رنگ اور خاصیت کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ اور در حقیقت یہ وہی ایک وجود ہے۔ اگر سالک ان خیالات و حجابات سے درگذرے اور عین الیقین ظاہر ہو۔

سبحان من الطف نفسہ فسماہ الحق وسبحان من کثف نفسہٗ وسماہ الخلق۔

یعنی خلقِ ہست، نیست نما ہے۔ اور حق ہست نیست ہوتا ہے۔

لغزشِ راہ

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا درویش کو سات قسم سے لغزشِ راہ پیدا ہوتی ہے۔

(۱) اعراض (۲) حجاب (۳) تفاصل (۴) سلب مزید (۵) سلب قدیم (۶) تسلّی (۷) عداوت۔ ــ اس کی تمثیل یہ ہے کہ دو دوست آپس میں عاشق و معشوق ہوں اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہوں۔ اور معشوق اپنے عاشق سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتی دیکھے جو اس کے حال کے لائق نہ ہو تو معشوق

کو عاشق سے ایک قسم کی رُکاوٹ پیدا ہوگی۔ ایسی صورت میں عاشق پر واجب ہے کہ استغفار میں معروف ہو اور عذر و معذرت کرے۔ دوست اس سے راضی ہو جائیگا۔ اور وہ رکاوٹ یا نفرت جو پیدا ہو گئی تھی۔ کم ہو جائے گی لیکن اگر عاشق اپنی خطا کو خطا نہ مانے تو یہ رکاوٹ حجاب سے تبدیل ہو جائے گی اور معشوق حجاب کرنے لگے گا۔ حضرت سلطان المشائخ نے یہ فرماتے ہوئے حجاب کی مثال ظاہر کرنے کے لئے اپنی لمبی آستین اس انداز اٹھائی کہ روئے انور حاضرین محفل سے پوشیدہ ہو گیا۔ اور فرمایا جب اس قسم کا پردہ عاشق و معشوق کے درمیان ہو جائے تو عاشق کو لازم ہے کہ عذر و توبہ کرے کہ یہ حجاب دور اعراض جاتا ہے۔ اگر اس حجاب پر بھی سہل انگاری رہی تو یہ حجاب تفاصل سے بدل جائے گا۔ یعنی دوست اس سے جدا ہو جائیگا۔ اوّل مرتبہ اعراض سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے بعد حجاب پیدا ہوا۔ اور حجاب کے بعد تفاصل پیدا ہو گیا۔ اور اب بھی اگر عذر و معذرت نہ کی تو سلب ہو جائے گا۔ اور وہ مزہ جو اس کو حصول ذوق و طاعت و عبادت میں تھا آیندہ نہ ہو گا۔ اب دوستوں کی نظروں سے گر جائیگا۔ اگر اس حالت میں بھی معذرت نہ کی تو سلب قدیم ہو جائے گا۔ یعنی طاعت میں راحت وغیرہ جو مزید کے بند ہونے کے پہلے ہی حاصل تھی وہ بھی واپس لے لی جائے گی۔ اور اگر اس حالت میں بھی توبہ نہ کی اور عذر تقصیر نہ کیا تو درجہ تسلی میں پڑ جائے گا۔ یعنی دوست اس کی جدائی میں دل دھریگا۔ اگر اس آخری درجہ کے بعد بھی عادت قدیمہ پر قایم رہا تو عداوت کا درجہ پیدا ہو جائیگا۔

اور خسر الدنیا و الاخرہ ہوگا۔

نمازوں میں سورتوں کا تعیّن

{ حضرت سلطان المشائخ جس طرح نماز میں ادا فرمایا کرتے تھے اور جو تلقین نمازوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

نماز فجر کی رکعتوں میں بعد فاتحہ کے الم نشرح اور الم ترکیف پڑھنی چاہیئے۔ ظہر کی اول کی چار رکعتوں میں قل یاایہا الکافرون سے بالترتیب قل ھو اللہ احد تک پڑھے۔ اور آخر میں دو رکعت نماز سنت ظہر میں آیۃ الکرسی اور آمن الرسول پڑھے۔ اور چار رکعت نماز سنت عصر میں اذا زلزلت الارض سے الہکم التکاثر تک پڑھے۔ اور دو رکعت نماز مغرب میں قل یاایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھے۔ سنت نماز عشا میں آیۃ الکرسی۔ اور آمن الرسول اور شہد اللہ اور قل اللّٰھم مالک الملک پڑھے اور نماز وتر میں انا انزلناہ اور قل یاایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھے۔

دعاء کا فلسفہ

{ دعا کے معنیٰ ہیں بُلانا یعنی آفاتِ ارضی و سماوی کے مقابلہ میں حمایت حق تعالےٰ کا طلب کرنا، دعا صرف تسکین دل کے لئے ہے ورنہ خدائے برحق جو کچھ لوح محفوظ میں تحریر کر چکا ہے وہی ہوتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ خدائے تعالےٰ نے نیک بندوں کی دعاؤں میں اس قدر تاثیر ضرور رکھی ہے کہ جب طلب صادق سے بندہ خدا کی حضور میں دعا کرتا ہے تو جو بلا زمین پر نازل ہونے والی ہوتی ہے وہ زمین اور آسمان

کے راستہ میں دعا سے ٹکرا جاتی ہے۔ اور دعا کے اثرات اس کو زمین پر آنے سے روک دیتے ہیں۔ لیکن دعا بلا کے نازل ہونے سے پہلے کی جائے تو یہ اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ ورنہ وقت گذر جانے کے بعد تسلیم و رضا پر چلنا پڑتا ہے چنانچہ جب مغلوں کی بلا نیشا پور پر نازل ہوئی تو وہاں کے حاکم نے حضرت شیخ فرید الدین عطار سے دعا کی استدعا کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا اب دعا کا وقت گذر گیا اب تو رضا کا وقت ہے۔ چونکہ ذاتِ حق رحیم، رحمٰن اور غفار بھی ہے۔ اس لئے اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اور پھر بھی دعا کرنا ہی چاہیئے . . . . اس طرح اگرچہ بلا تو دفع نہ ہوگی مگر اس کی شدت ضرور کم ہو جائے گی۔

اور جب بلا سر پر ہی آن پڑے تو پھر اس کو من جانب اللہ خیال کر کے برداشت کرنا چاہیئے۔ اور برا نہ سمجھنا چاہیے۔ یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب تکلیف پہنچے گی تو اس کو برا کیوں نہ سمجھا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو مردان حق ہیں۔ اور جو مردان حق کے نقش قدم پر گامزن ہیں ان کا حس تسلیم و رضا میں ایسا ہی ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی تیزی سے کسی فکر میں منہمک چلا جا رہا ہو اور پیر میں کوئی چیز لگ جائے تو احساس نہیں ہوگا۔ یا جو غازی بر سرِ پیکار ہو اور اس کے زخم آ جائے تو لڑائی کی شدت میں زخم معلوم نہ ہوگا۔ بعد میں احساس ہوگا۔ پس جب دنیاوی معاملات میں اتنا استغراق انسان پر طاری ہو جاتا ہے تو خدا کی یاد میں ہمہ تن معروف رہنے والوں کا تو کیا ٹھکانا ہے۔

دعا مانگنے میں یہ احتیاط ضرور ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ اس وقت اپنی ریاضت کا غرور اور اپنے گناہوں سے مایوسی طبیعت پر طاری نہ کرنی چاہیئے۔ غرور پیدا ہو جانے سے دعا قبول نہ ہوگی اسی طرح خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اور ادعونی استجب لکم پر نظر رکھ کر دعا کرنی چاہیئے۔

وردِ ردِّ بلا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا جب کوئی شخص رنج اور بلا میں گرفتار ہو تو اس کو لازم ہے کہ اس کا علاج اور دفعیہ کرے۔ اور جب کسی طرح دفعیہ نہ ہو تو جمعہ کے روز بعد نماز عصر قبلہ رو بیٹھ جائے اور کسی سے مغرب کی نماز تک بات نہ کرے اور ذیل کے تین اسماء ایکبارگی ملا کر پڑھتا رہے۔ اس وقت میں جتنی بار بھی ہو جائے پڑھتا رہے۔

(اسم پاک) یا اللہُ یا رحمنُ یا رحیمُ ہ

اورادِ سلطانی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے معمولی اور مخصوص اوراد جو حضرت کو حضرت بابا فرید رح صاحب سے تفویض ہوئے تھے۔ عالم فائدہ کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

ذیل کی دس تسبیحیں ایک ایک سو بار پڑھنی چاہئیں۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو ہر تسبیح دس دس بار پڑھنے پر اکتفا کرے۔ اول:۔ لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیِ ویمیت وھو حی لایموت ذوالجلال و الاکرام بیدک الخیر وھو علیٰ کل شیئٍ قدیرہ

دوم:۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ

سوم:- سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

چہارم سبحان الملک القدوس۔ سبوح۔ قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح

پنجم:- استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واسالہ التوبہ واتوب الیہ۔

ششم:- اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔

ہفتم:- اللہم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منہم والاموات۔

ہشتم:- اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ اللہم صلی علی محمد عبدک ونبیک رسولک النبی الامی وعلی آلہ وبارک وسلم۔ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔

نہم:- اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔

دہم:- بسم اللہ خیر الاسماء۔ بسم اللہ رب الارض والسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔

ان اوراد کے متعلق حضرت بابا صاحب نے ارشاد فرمایا تھا۔ نظام الدین تم کو میں نے اسرار الٰہی کے خزانے بخش دیئے ہیں ان کے پڑھنے سے تم کو بہت بڑی سعادت حاصل ہوگی۔

مخصوص دعائیں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جس شخص

کو دینی یا دنیاوی مہم پیش آئے تو وہ چاند کی پندرھویں شب کو باوضو قبلہ رو بیٹھے اور انیس ہزار بار واللہ المستعان پڑھے۔ ہر ہزار کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر تین بار کہے آمین! اللہ تعالےٰ تمام مشکلیں حل فرمائیگا۔

حضرت بابا صاحبؒ سے حضرت سلطان المشائخ کو ذیل کی خاص دعا عطا ہوئی تھی یہ دعا بیٹا طلب کرنے فکرو تردد رنج وغم اور ہر مشکل کو آسان کرانے کے لئے نہایت زود اثر اور مجرب ہے۔

الٰہی ضاقت المذاہب الّا الیک وخابت الآمال الا لدیک وانقطع الرجاء الاعنک واجل التوکل علیک علیک رب لاتذرنی فرداً وانت خیر الوارثین وبحق انزلناہ وبحق تنزیل وبحق کھیٰعص وحٰمعسق وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین ہ

حضرت بابا صاحب نے فرمایا خدا سے یہ تین چیزیں مانگنی چاہئیں۔

(۱) وقت خوش (۲) آب دیدہ (۳) راحت دل۔

فرزند صالح کیلئے دعا — حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ فرزند صالح کے لئے یہ دعاء بکثرت پڑھنی چاہیئے

رب ھب لی من لدنک ذریۃً طیبۃً انک سمیع الدعاء۔

مسبعات عشر — یہ دس چیزیں ہیں جو سات سات بار صبح قبل از طلوع آفتاب اور شام کو قبل از غروب آفتاب پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً ترقی رزق ،قبولیت عامہ حاجت روائی وغیرہ۔ حضرات خواجگان کا یہ مخصوص وظیفہ رہا ہے۔

مسبعات عشر سورج نکلنے سے پہلے اس طریقہ سے پڑھے۔ کہ سورہ فاتحہ۔

سورۂ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص، سورہ کافرون، آیۃ الکرسی اور کلمہ تمجید۔
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہر ایک سات سات بار۔ عَلَّ دَمَا عَلِمَ اللّٰہُ زِنَۃَ عِلْمِ
اللّٰہِ مِلَاءَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ تَبَرَّاْتُ مِنْ حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ وَالْجَاْتُ اِلٰی حَوْلِ اللّٰہِ
وَقُوَّتِہٖ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ۔ ایک بار۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ
نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ وَنَبِیِّکَ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحَابِہٖ وَ
بَارِكْ وَسَلِّمْ۔ سات بار۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ
اَرْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِیْنَ۔ سات بار۔ اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ فْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا
فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلٰنَا
مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ
رَحِیْمٌ۔ سات بار اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِرَفْعَتِكَ یَا نَافِعُ وَیَا رَافِعُ تَوَفَّنِیْ
مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ چھ بار اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُحِبًّا لَّكَ وَاحْشُرْ
فِیْ تَحْتِ تُرَابِ اَقْدَامِ اَحِبَّائِكَ چھ بار۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الشَّدِیْدِ
الْاَرْکَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمُسَبَّحِ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَشْغَلُہٗ شَاْنٌ
عَنْ شَاْنٍ سُبْحَانَ مَنْ یَّذْھَبُ بِاللَّیْلِ وَیَاْتِیْ بِالنَّھَارِ تین بار بعد نماز
عصر اس طرح پڑھے۔ مَنْ یَّذْھَبُ بِالنَّھَارِ وَیَاْتِیْ بِاللَّیْلِ اور پھر اس
کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ

هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک سو بار پڑھے بغیر اسباب دنیوی کے اچھی آسودہ زندگی گذرے۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَالَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ۴۱ بار اور سورہ یٰسین ایک بار۔ جب آفتاب بلند ہو جائے تو دو رکعت بہ نیت شکر النہار ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حُسْنِ الصَّبَاحِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حُسْنِ الْمَسَاءِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حُسْنِ الْمَبِیْتِ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا خَالِدًا مَعَ دَوَامِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا لَاجَزَاءَ لِقَائِلِہٖ اِلَّا رِضَاکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا طَرْفَۃَ کُلِّ عَیْنٍ وَتَنَفُّسَ کُلِّ نَفْسٍ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا عَدَدَ الْقَطَرَاتِ وَالنَّبَاتِ وَالْحَجَرِ وَ الشَّجَرِ وَالْاَوْرَاقِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کِفَاءَ حَقِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ خَلْقِہٖ اِلٰھِیْ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی غَیْرِکَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَلَا اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ اَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اِنَّکَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِکَ الْمُسْتَغَاثُ وَبِمَلِیْکَ التُّکْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

خرقہ۔ کلاہ خلافت

خرقہ آنحضرت سرور دو عالمؐ جب شب معراج کو ذاتِ حق سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کو بہشتوں کی

سیر کرائی گئی تو وہاں حضور نے ایک حجرہ دیکھا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور قفل بھی سونے کا اس میں لگا ہوا تھا۔ حضرت نے جبرئیلؑ کو حکم دیا اس کو کھولو جبرئیلؑ نے حکم ربانی سے حجرہ کو کھولا۔ اس میں ایک بڑا صندوق رکھا ہوا ملا اس پر بھی سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ اس قفل کو کھولا تو صندوق میں ایک اور صندوق اسی طرح مقفل ملا اس کو کھولا تو ایک اور اسی طرح مقفل صندوق ملا غرضکہ اسی طرح کئی صندوقوں کو کھولنے کے بعد آخری صندوق میں سے خرقہ مشائخ برآمد ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اے حضور یہ خرقہ کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوا صرف آپ ہی کو بارگاہ رب العزت سے عطا کیا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے خرقہ پہن لیا اور عرض کیا یا خدا یہ میرے لئے ہی مخصوص ہے یا اپنے امتیوں میں سے کسی کو عطا بھی کر سکتا ہوں۔ فرمان ہوا۔ اپنے چاروں یاروں میں سے اس کو عطا کیجئے گا جو ہمارے بتائے ہوئے مفہوم کے متعلق جواب دے چنانچہ آنحضرت جب معراج سے واپس تشریف لائے تو خرقہ کے متعلق اپنے یاران باصفا سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ خرقہ تم میں سے کسی ایک کو دینے کا حکم ہوا ہے۔ لیکن پہلے میرے سوالوں کا جواب دو۔ پھر یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ کون اس خرقہ کا مستحق ہے۔ آنحضرتؐ نے پہلے حضرت صدیق اکبر سے دریافت کیا کہ اگر تم کو یہ خرقہ ملے تو تم کیا کرو گے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صدق اور طاعت الٰہی اختیار کروں گا۔ پھر حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اگر تم کو یہ خرقہ دیا جائے تو تم کیا کرو گے۔ حضرت نے عرض کیا یا رسول اللہ عدل اختیار کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ سے دریافت کیا تم کیا کرو گے تو عرض کیا

یارسول اللہ سخاوت اختیار کروں گا۔ آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے دریافت کیا تو حضرت شیرِ خدا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ پردہ پوشی کروں گا یعنی خدا کے بندوں کے عیبوں کو چھپاؤں گا اور کسی شخص پر ظاہر نہ کروں گا آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کا جواب سُن کر فرمایا علی تم اس خرقہ کے مستحق ہو۔ مجھ سے یہی ارشاد ہوا تھا کہ جو یہ جواب دے اُس کو یہ خرقہ عطا کیا جائے۔ تم نے ستار العیوب کے راز کی بات بنائی لہذا تم اس خرقہ کو لو اور پہنو اور جس کو اہل دیکھو اُسکو عطا کرو۔

کلاہِ خلافت مشائخین وقت جو اپنے مریدوں اور خلفاء کو ٹوپیاں دیتے ہیں اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت سرور دو عالمؐ تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل چار ٹوپیاں لائے۔ جن میں ایک ٹوپی ایک ترکی اور دوسری دو ترکی اور تیسری سہ ترکی اور چوتھی چار ترکی تھی۔ اور عرض کیا یارسول اللہ ان چاروں ٹوپیوں کو اپنے سر مبارک پر رکھئے اور پھر جس کو اس کا اہل سمجھئے اس کو عنایت کر دیجئے۔ آنحضرت نے چاروں خلفا کو طلب کیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک ترکی ٹوپی عطا کی۔ حضرت عمر ابن خطابؓ کو دو ترکی۔ حضرت عثمان غنیؓ کو سہ ترکی اور حضرت علیؓ کو چہار ترکی عطا فرمائی اور فرمایا تم چاروں کو خلافت الٰہیہ مبارک ہو۔ یک ترکی کلاہ سے مراد ہے کہ جو اس کو اوڑھے وہ سوائے خیال باری تعالےٰ کے کوئی خیال دل میں نہ لائے۔ دو ترکی سے مراد ہے کہ ایک ترک دنیا اختیار کرے اور دوسرے جو کچھ ہاتھ آئے شام تک سب کچھ خرچ کر دے۔ سہ ترکی سے مراد ہے۔

کہ ایک ترک دنیا کرے، دوسرے اہل دنیا سے نہ ملے۔ تیسرے حسد کو دل میں جگہ نہ دے۔ اور چہار ترکی سے مراد ہے کہ ایک ترک دنیا کرے دوسرے ترکِ لسان یعنی زبان کو لذت اور فحش گوئی سے بچائے رہے۔ تیسرا ترکِ بصارت یعنی جس طرف دیکھنا جائز نہ ہو اُس طرف سے نگاہ کو محفوظ رکھے چوتھے طہارت قلب یعنی دل کو کدورت ظاہری و باطنی سے محفوظ رکھے۔ اور ان پابندیوں کا لحاظ نہ رکھے اس کو یہ کلاہیں اوڑھنی حرام ہیں۔

اسرار ولایت } اللہ کی ولایت کے بھید یا باطنی فیوض و برکات جو آنحضرت سرکار دو عالم پر نازل فرمائے گئے دو قسم پر ہیں۔

(۱) خلافت کبریٰ (۲) خلافت صغریٰ۔ خلافت کبریٰ خلافت باطنی ہے اور وہ مخصوص تھی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کے لئے۔ خلافت صغرےٰ خلافت ظاہرہ ہے جو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق کو عطا ہوئی تھی۔ آنحضرت کو حکم ایزدی تھا کہ اسرار ولایت اس وقت تک عطا نہ کیجئے گا جب تک طالب صادق نہ آئے۔ چنانچہ صوفیوں میں اب تک یہ دستور ہے کہ جب تک طالب صادق نہیں آتا ہمہ شما کو سِر باطن تفویض نہیں کئے جاتے ایک روز آنحضرت کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مجھ سے احکام شرع دریافت کرنے والے بہت آتے ہیں۔ مگر اسرار باطن پوچھنے والا کوئی نہیں آیا۔ اتفاقاً اسی روز حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہ کے دل میں قدرتی شوق پیدا ہوا اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اسرار باطن کے متعلق بھی تو کچھ ارشاد ہو تاکہ اس کی متابعت بھی کرنے لگیں۔ آنحضرت

اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے علی بلا طلب اسرار باطن کے متعلق ظاہر کرنے کی ممانعت تھی۔ الحمد للہ کہ تم اس کے مستحق تھے۔ یہ فرما کر حضرت علی کو ارشاد و تلقین فرمائی۔ اور رموز باطن سے آگاہ فرمایا اور دعا دی کہ تمہارا روحانی اور باطنی فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ چنانچہ یہ اس ہی دعا کی برکت ہے کہ آج کروڑوں مستفیض باطنی فیضان علیؓ کے نام لیوا دنیا میں موجود ہیں۔

سلسلہ سدا سہاگ

اکثر فقرا و زنانہ لباس اور چوڑیاں پہنے ہوئے درگاہوں میں اعرسیات کے موقعوں پر نظر آیا کرتے ہیں۔ اور محفل سماع میں والہانہ رقص کرتے ہیں۔ ان کو سدا سہاگ کہتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتداء حضرت مولانا موسے سہاگؒ سے ہوئی ہے اس سلسلہ کے جاری ہونے کی عجیب و غریب کیفیت ہے۔ وہ یہ کہ حضرت مولانا موسے رح نہایت متقی و پرہیز گار اور متشرع بزرگ تھے ایک دن وہ حضرت سلطان المشائخؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کچھ عورتیں کسی کی منت بڑھانے کے لئے روضہ منورہ کے آگے جمع ہیں اور باجہ ڈھولک وغیرہ کے ساتھ گا رہی ہیں۔

مولانا صاحب کو عورتوں کا یہ فعل خلاف شرع معلوم ہوا اور دل میں خطرہ آیا کہ شاید سلطان المشائخؒ کو یہ فعل پسند ہے جو ایسے لوگ ان کے مزار پر آتے ہیں اور یہ حرکتیں کرتے ہیں اگر حضرت کو ناپسند ہوتا تو ایسے لوگ ہرگز نہیں آسکتے تھے۔ خیرا بات

گئی گزری ہوئی۔ اور کئی سال کے بعد مولانا موصوف حج کے لئے
تشریف لے گئے - اور جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر
ہونے کا قصد کیا تو رات کو خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نورانی
صورت کا مدینہ جانے سے روکتا ہے - مولانا سمجھے وسوسہ شیطانی
ہے - چلنا چاہئے تھوڑی دور چلے تھے کہ راستے میں پھر کسی نے روکا
اور کہا اگر مدینہ جائے گا تو تیرا ایمان سلب ہو جائے گا - اب تو مولانا
بہت پریشان ہوئے اُس قافلہ میں ایک بزرگ رفیق سفر تھے اُن سے
رجوع کیا اور عرض حال کیا - اُن بزرگ نے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا
آنحضرت رضؓ فرماتے ہیں کہ اس نے ہمارا تو کچھ قصور نہیں کیا مگر ہندوستان
میں جو ہماری اُمت کے اولیاء اللہ ہیں ان میں سے شیخ نظام الدین
اولیاء المعروف بہ محبوب الٰہی رضؓ کی روح کسی وجہ سے اس شخص سے
بیزار ہے - لہذا ہم نہیں چاہتے کہ جو شخص ہمارے اولیاء اللہ میں سے
کسی کا معتوب ہو وہ ہمارے مزار پہ آئے - اُس سے کہدو پہلے
اپنا قصور معاف کرائے - پھر ہمارے مزار پہ آئے - ان بزرگ نے
یہ کیفیت حضرت مولانا موصوف سے بیان کی - مولانا بہت حیران ہوئے
کہ مجھ سے حضرت محبوب الٰہی کی کیا خطا ہوئی ہے جو اسقدر ناراضی ہے
آخر جب بہت غور کیا تو وہی دا قصہ یاد آگیا - اُن بزرگ نے مشورہ دیا
کہ تم فوراً ہندوستان واپس جاؤ اور جو فعل تم نے آنکھ سے دیکھا
تھا اور نفرت کی تھی وہی فعل خود جا کر ادا کرو - غرض حضرت مولانا

حضرت بی بی صاحبہ کا انتقال ۱۸ شعبان کو ہوا اور موضع اندرپت بیرون دروازہ میٹا کوٹ۔ مقابل دروازہ قلعہ شیرشاہ دفن ہوئیں۔ یہ درگاہ آجکل چار دیواری کی شکل میں ہے۔ چاروں طرف گھنے درخت ہیں اور لودھی گالف گراؤنڈ سے محصور ہے۔ ولینیر لی روڈ پر سڑک سے چند قدم کے فاصلے پر جانب مشرق گالف گراؤنڈ میں واقع ہے۔ ہر سال ہماری درگاہ حضرت سلطان المشائخ کی طرف سے ۱۷-۱۸ شعبان کو عرس ہوتا ہے بعض شوقین مزاج لوگ آتشبازی بھی لاکر چھوڑتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوبکر طوسی حیدری

مشرب قلندری رکھتے تھے۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی خلیفہ حضرت بابا صاحب سے انکی بڑی دوستی تھی۔ چنانچہ جب کبھی حضرت قطب جمال رح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے تو حیدری صاحب کی خانقاہ میں لب دریائے جمن ضرور تشریف لے جاتے تھے اور پھر محفل سماع گرم ہوتی تھی۔ حضرت سلطان المشائخ بھی اکثر حیدری صاحب کی محفلوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ہانسوی کی جناب حیدری کے ہاں تشریف لانے کی خبر گرم تھی کہ حضرت مولانا حسام الدین اندرپتی جو کہ ....

شیخ القضاۃ تھے اور مرید حضرت ہانسوی کے تھے جناب حیدری کے ہاں پیر کے استقبال کے لئے پہنچ گئے - حضرت حیدری نے فرمایا کہ شیخ جمال سے کہدو - میں حج کے لئے جاتا ہوں - جب مولانا حسام الدین خدمت شیخ میں پہنچے تو فوراً حضرت ہانسوی نے دریافت کیا ہمارا یار سفینہ یعنی ابو بکر طوسیؒ کیسے ہیں کہا - حج کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت ہانسوی نے کہا اگر حج کا ارادہ ہے تو یہ رباعی ہماری ان کو پہنچا دو - رباعی ' مرپائے ترا سرم نثار اولیٰ تر

یکسر چہ بود بلکہ ہزار اولیٰ تر

در غار وطن ساز چو بو بکر از آنکہ

بو بکر محمدی بغار اولیٰ تر

جنتی دروازہ

یہ روایت بہت مشہور ہے کہ حضرت ملک یار پران اور حضرت ابو بکر طوسیؒ حیدری کے مزاروں کے درمیان ایک جنتی دروازہ تھا مخلص اور عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں گذرا کرتے تھے اس دروازہ کی رحمت و برکت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اگر کسی ہندو کی ارتھی اس دروازہ میں سے گذر جاتی تھی تو جلتی نہ تھی - حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں نے جنتی دروازہ کی مذکورہ کیفیت دیکھکر حضرت سے عرض کیا کہ ابو بکر طوسیؒ نے تو اپنے مریدوں کی نجات کا ذریعہ بنا دیا مگر حضور نے

ہم غلاموں کے لیے کیا انتظام کیا؟

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا - عقیدت اور محبت سے جو شخص موضع غیاث پور میں داخل ہو گا - اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گی - اور جس پر اس خطہ کی خاک پڑ جائے گی وہ بھی جنتی ہو جائے گا۔

حضرت حیدری کی تاریخ وصال ۲۰ ر رمضان ہے - مگر بعض روایات سے ۲۲ ر رجب ہے مزار پرانا قلعہ دہلی کے قریب ایک اونچے ٹیلہ پر ہے - جہاں بہت سے مٹکے لٹکے ہوئے ہیں - بعض لوگ اسکو مٹکے والی درگاہ بھی کہتے ہیں -

شیخ نور الدین ملک یار پرآن

آپ لار کے بزرگ ہیں - اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دہلی تشریف لائے تھے وہ مرید شیخ دانیال کے اور وہ مرید شیخ علی خضری اور وہ مرید ابو اسحاق گازرونی کے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں دہلی تشریف لائے تھے اور حضرت شیخ ابوبکر طوسی حیدری کے پڑوس میں قیام کیا تھا - مگر حیدری صاحب نے کہا یہاں بلا اجازت قیام کرنا منع ہے - ملک یار پرّان صاحب نے کہا مجھکو میرے پیر نے بھیجا ہے - حیدری صاحب نے فرمایا کیا ثبوت ہے - ملک یار پرّان آنا فاناً میں نظروں سے غائب

ہوئے اور دور دراز کی مسافت چشم زدن میں طے کر کے پیر کی خدمت میں جا پہنچے اور اجازت نامہ لکھوا لائے - لیکن چند روز بعد حیدری صاحب نے کہا کہ یہ ملک چونکہ سلطان کا ہے لہٰذا فرمان شاہی لاؤ۔ تب یہاں رہ سکتے ہو - سلطان غیاث الدین بلبن اُن دنوں دورہ پر تھا اور دہلی سے ۱۲۰ میل کے فاصلے پر تھا - ملک یار پرّان صاحب فوراً حسب سابق نظروں سے غائب ہوئے اور سلطان وقت سے فرمان لکھوا لائے اور فرمان کے ساتھ چند گاؤں کا معافی نامہ بھی لکھوا لائے اب تو حیدری صاحب بہت متعجب ہوئے اس روز سے ان کو ملک یار پرّان کہنے لگے - کہا جاتا تھا فرشتے ان کے دوست ہیں چنانچہ اب بھی پریوں کا میلہ ان کے مزار پر رہتا ہے -

گھوڑی کا نذرانہ

حضرت سلطان المشائخ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو نماز پڑھنے کیلئے کیلوکھڑی کی مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے - ایک دفعہ گرمی کا زمانہ تھا - شدت کی لو چل رہی تھی - اور حضرت روزہ دار تھے - شدت گرمی سے ایک دوکان پہ بیٹھ گئے اور خیال فرمانے لگے کہ اگر میرے پاس سواری ہوتی تو اس شدید گرمی میں سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لئے جایا کرتا - مگر ساتھ ہی یہ بیت یاد آ گئی اور اس خطرے سے توبہ کی -

بیت :- ما قدم از سر کنیم در طلب دوستان
راہ بجائے نبرد ہر کہ با قدم رفت

اس کے تین روز کے بعد حضرت نور الدین ملک یار پران ایک گھوڑی لے کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ حضور کی نذر ہے۔ حضرت نے فرمایا تم درویش ہو میں تم سے قبول نہیں کر سکتا۔ عرض کیا مجھکو پیر کا حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا چونکہ مجھ کو میرے پیر کا حکم نہیں ہے اس لئے میں قبول نہیں کر سکتا۔ اسی شب بابا صاحب کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں غیب سے آئی ہوئی چیز کو رد نہیں کرنا چاہئے۔ چند روز کے بعد پھر ملک یار پران صاحب وہ گھوڑی لائے اور حضرت نے قبول فرمائی۔

ملک یار پراں صاحب کا وصال ۱۰ جمادی الثانی ۶۸۰ھ میں ہوا اور ابوبکر طوسی حیدری صاحب کے مزار کے عزب میں ایک احاطہ کے اندر چہار درد پر مزار ہے۔

حضرت سید محمود بجار

آپ کا لقب یحیی العظام ہے بارگاہ الہیٰ کے مقبول اور محبوب خاص تھے۔ چونکہ تبحر علمی حاصل تھا اسلئے آپ کو محمود بجار کہتے تھے۔

حضرت سید ناصر الدین سونی پتی کی اولاد سے تھے۔ آپکا شجرہ نسب حضرت جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ ان کو راجہ باڑ کوڑ بکی

کہتے ہیں۔ اس لقب کی اصلیت یہ ہے کہ ایک بڑھیا مدت سے آپکی
خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور بہت خدمت کرتی تھی۔ تمنا صرف یہ
تھی کہ لڑکا جو سفر میں گیا ہوا ہے خیریت سے واپس آجائے۔ جب
ایک عرصہ گذر گیا اور لڑکا واپس نہ آیا تو ایک روز بڑھیا نے سید صاحب
سے عرض کیا حضور اتنی مدت خدمت کرتے گذر گئی مگر میرا لڑکا واپس
نہیں آیا۔ حضرت نے کشف سے معلوم کیا کہ لڑکا مر چکا ہے اور اسکی ہڈیاں
بھی گل سڑ گئی ہیں۔ حضرت نے اپنی کرامات سے اُن منتشرہ ہڈیوں کو حکم دیا
قُم باذن اللہ۔ لڑکا زندہ ہو کر ماں کے پاس پہنچ گیا۔

؎ فیض روح قدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد۔

وفات ۲۶ – ۲۷ صفر المظفر ۸۳۳ھ مزار (قریب اودھلہ جامع مسجد)
موضع کیلو کھڑی میں ہے۔

بادشاہ دب کر مر گیا

حضرت سید محمود بحار رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل کرامت بہت مشہور ہے
لیکن یہ کسی کتاب میں نہیں دیکھی گئی۔ بزرگوں کی زبانی سُنی گئی ہے
سُلطان خسرو خان نے اپنے چند ماہہ دورِ حکومت میں تمام شاہی
خزانے فقراء اور درویشوں کی نذر کر دیے تھے۔ چنانچہ پانچ لاکھ (سکہ
رائج الوقت) حضرت سلطان المشائخ کی نذر بھی کیا گیا تھا۔ مگر حضرت نے

حسب عادت سب روپیہ خیرات کر دیا تھا۔ اور ایک پائی بھی بچا کر نہ رکھی تھی
اُس زمانہ میں غیاث الدین تغلق حاکم ملتان تھا جب اس کو قطب الدین
خلجی کے قتل اور شاہی خزانے کی تقسیم کا علم ہوا تو غصہ سے بھر گیا
اور فوراً لشکر جرار لے کر دہلی پر چڑھائی کر دی۔ اور خسرو خان کو قتل
کر کے ان لوگوں سے روپیہ طلب کیا کہ جن جن کو خسرو خان نے روپیہ
تقسیم کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سُلطان المشائخ سے بھی مطالبہ کی باری
آئی تو حضرت نے فرمایا میں فقیر ہوں۔ اور جو کچھ میرے پاس آتا ہے
بیت المال ہوتا ہے۔ سب فقیروں کو لٹا دیتا ہوں۔ اسی طرح وہ سب
روپیہ بھی میں نے فقرا کو بانٹ دیا۔ بادشاہ اس جواب سے بہت برہم
ہوا اور ارادہ کیا کہ حضرت کو اس جواب کے عوض کوئی سزا دینی چاہئیے
بہت صلاح ومشورے کئے مگر بس نہ چلتا تھا حضرت کے بعض مخالف
علماء کو موقع ملا اور انہوں نے بادشاہ کو رائے دی کہ حضرت سماع
کثرت سے سُنتے ہیں ایک مجلس منعقد کر کے سماع کے جواز پر ان سے
بحث کی جائے۔ اور جب وہ ہار جائیں تو ان کو موردِ الزام قرار دے کر
سزا دی جائے۔ مگر اس مباحثہ میں بھی حضرت جیت گئے اور بادشاہ کو
منہ کی کھانی پڑی۔ اس شکست سے بادشاہ کو بڑا طیش آیا۔ مگر قانوناً
کچھ نہ کر سکتا تھا۔ بالآخر جب آتش حسد نے دل کو جلا کر کوئلہ کر دیا اور
لکھنوتی کی مہم سے بادشاہ واپس آنے لگا تو اپنے حکم کا اعلان کرا دیا کہ
حضرت نظام الدین میرے دہلی پہنچنے سے پہلے دہلی چھوڑ جائیں ورنہ اُن کو

بجبر دہلی سے نکالا جائے گا۔ یہ اعلان حضرت نے سنا تو فرمایا ہنوز دہلی دُور است۔ اور جب غیاث الدین تغلق کی سواری دہلی کے قریب پہنچی تو ایک تربوز طشت میں رکھا اور ایک چھری ساتھ رکھکر خوان پوش ڈھانک دیا اور حضرت امیر خسرو سے فرمایا۔ یہ خوان حضرت سید محمود بجار کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت محمود بجار کا معمول تھا کہ وہ روزانہ ایک کچی دیوار چنا کرتے تھے اور پھر ڈھادیا کرتے تھے چنانچہ جب حضرت امیر خوان لے کر پہنچے تو سید صاحب کچی دیوار چُن رہے تھے۔ خوان دیکھکر بولے خسرو کیا لائے۔ عرض کیا تحفہ سلطان الہند خوان پوش اٹھاکر تربوز اور چھری کو دیکھا تو بیساختہ فرمایا۔ سلطنت خود کرتے ہیں اور خون ہم سے کراتے ہیں۔ یہ فرماکر چھری سے تربوز کاٹا۔ جو خون ہوکر بہہ گیا۔ پھر ایک ٹوکری گارے کی بھر کر اُس کچی چُنی ہوئی دیوار پر ماری اور ساتھ ہی یہ لفظ ادا فرمایا۔ "بر سر تغلق" اِدھر دیوار گری اُدھر غیاث الدین تغلق لکڑی کے محل کے نیچے دب کر مر گیا۔ اور حضرت کو دہلی سے نکالنا نصیب نہ ہوا۔

حضرت شمس الدین اوتاد اللہ

ان بزرگ کا سلسلہ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ مگر بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ سہروردی خاندان کے بزرگ تھے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ مرید خاص اور خواہرزادہ حضرت شمس العارفین شیخ ترک بیابانی سہروردی المعروف شاہ ترکمان رح تھے۔ بہر حال عارف کامل

بزرگ تھے - ہمیشہ آگ روشن رکھتے تھے - اور راکھ پر بیٹھے رہتے تھے
اور جب حضرت سلطان المشائخ قریب سے گذرتے تو چھپ جاتے
تھے - اور کہتے تھے جب آفتاب بر آمد ہوتا ہے تو ستارے ماند
ہو جاتے ہیں - پس میری تاب کہاں کہ آفتابِ معرفت کے آگے
ٹھیر سکوں - حضرت سلطان المشائخ سے بہت اخلاص و عقیدت
تھی - اسی وجہ سے وصیت فرمائی تھی کہ میری میت کو حضرت نظام الدین
اولیاء غسل دیں اور وہی تجہیز و تکفین کریں - حضرت سلطان المشائخ
کو بھی حضرت اوتاد اللہ صاحب کی ولایت اور قبولیت دعا پر بڑا اعتماد
تھا - اور اکثر مرادمندوں اور حاجت مندوں کو انکی خدمت میں بھیجدیا کرتے
تھے - اور فرماتے تھے - شمس الدین اوتاد اللہ کے پاس جاؤ ان کی دعا
بہت جلدی قبول ہوتی ہے - چنانچہ اس وقت سے آجتک حضرت کا
روحانی فیض جاری ہے - اور بہت لوگ منت کے سونے اور چاندی
کے پتے اس درگاہ پر چڑھاتے ہیں - یہاں ایک جال کا درخت ہے
جو مزار پر چھایا ہوا ہے - مراد مند اپنی مراد عرض کرکے اس درخت
کا پتہ لے جاتے ہیں - اور جب مراد پوری ہو جاتی ہے تو اُس پتے کے
برابر سونے یا چاندی کا پتہ بنوا کر مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور اسی جگہ ہی
درخت کی ایک ٹہنی میں وہ پتہ باندھ جاتے ہیں - یہ درگاہ مقبرہ ہمایوں
کے قریب ہے - اور پتہ والی درگاہ مشہور ہے - حضرت کا انتقال
۲ رجب یا [illegible] - روایت سے ۲۷ رجب سنہ ۷۰۰ھ میں ہوا تھا -

درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کی طرف سے اس درگاہ کا سالانہ انتظام اور عرس ہوا کرتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کے زریں ارشادات اور حضرت کے روزنامچہ سے کام کی باتیں

پیدائش آدم اور انسانی شکلوں کا اختلاف

حضرت نے فرمایا شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے میں نے سُنا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں بغداد میں مسافر تھا اور مسجد کنف میں حضرت شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں حاضر تھا اور عزیز بھی حاضر تھے اور یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کیا سبب ہے کہ آدمی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتے ہر شخص کا طریق اور شبیہ علیحدہ ہے پھر حضرت شیخ اوحد کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ میں نے آثار الانبیاء میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میں نے پوچھا کہ آدم صفی کو ایزد تعالیٰ نے کس طرح پیدا کیا جو اُن کی اولاد ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عباس رضی حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم کے مُنہ کو مکہ کی زمین سے

پیدا کیا - اور سر کو بیت المقدس کی خاک سے اور پوست انکا بہشت کی خاک سے اور انکی زنخدان (ٹھوڑی) اور شارب کو حوض کوثر سے اور پلک اور آنکھ کو خاک دُنیا سے اور دونو بانوں کو ہندوستان کی زمین کی مٹی سے پیدا کیا - اور اُن کے اعضائے کو جزیرہ سراندیپ کی مٹی سے اور اُن کے سر کو زمین مشہد سے پیدا کیا ہے پس اے عبداللہ اگر آدم کو ایک خاک سے پیدا کرتا تو اُن کی اولاد ایک دوسرے کو نہ پہچان سکتی کوئی ایک دوسرے کو نہ جانتا پھر اسی محل میں فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السلام دُنیا میں آئے تو کوہ سراندیپ پر بیٹھے ہوئے بہشت کے غم میں روتے تھے چنانچہ اُن کے رونے سے پتھر اور پہاڑ فریاد کرتے تھے - پس خدائے تعالیٰ نے فرمایا تو بہشت سے ایک گھر یاقوت سُرخ کے ایک ٹکڑے کا وہاں لاکر رکھا جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور اُس گھر کے دو دروازے تھے ایک شرقی اور ایک غربی اور اُس گھر میں تین قندیل لٹکتے تھے جس سے روشنی اور نورانیت اُس گھر میں ہوتی تھی اور فرشتے گرد اُس گھر کے صف باندھے کھڑے تھے چنانچہ جس جگہ وہ گھر تھا اُسی جگہ آج خانہ کعبہ ہے -

اور جس جگہ قندیل تھی اب اُس جگہ خانہ کعبہ کی لوگ زیارت کرتے ہیں - پس خدائے تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ وہاں آئیں اور زیارت کریں - اور فرشتوں نے ان کو حج کرنا سکھلایا آدمؑ ہر سال اُس گھر کی ایک بار زیارت کرتے تھے اب اس گھر کو جو تھے آسمان پر

کعبہ کی برابر رکھا ہوا ہے اور فرشتے ہر روز اُس گھر کے گرد طواف کرتے ہیں - اور قیامت تک ہر روز ستر ہزار فرشتے اُس گھر کے گرد طواف کرتے رہیں گے

عشق اور عقل

روز دوشنبہ تاریخ ۲۰ - ماہ صفر ختم اللہ بالخیر و المظفر ۷۱۵ھ کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی گفتگو عقل اور عشق کے بارے میں ہو رہی تھی کہ یہ دونوں آپسمیں متضاد ہیں - علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق - عقل علماء کے عشق پر غالب ہے اور عشق درویشوں کی عقل پر غالب ہے اور انبیاء علیہم السلام عشق اور عقل دونوں پر غالب ہیں -

درد و محبت

شیخ علی کھوکھری نام کے ایک کامل درویش ملتان میں رہتے تھے صاحب درد ذوق و شوق و صاحب حال معتقد درویشاں تھے لیکن جس شخص کو درد عشق ہوتا تھا اسپر اعتقاد نہ لاتے تھے گو وہ شخص بڑا زاہد و متعبد ہی ہو فرماتے کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں ہے اِشک نہیں رکھتا بوجہہ دیہاتی یا اہل محبت ہونے کے عشق کا تلفظ اُنکی زبان سے صحیح ادا نہیں ہوتا تھا - عشق کو اشک فرماتے تھے - اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت یحییٰ معاذ رازی رح کا فرمودہ ہے کہ ذرہ محبت کا عبادت جن و انس سے افضل و بلند مرتبہ رکھتا ہی اسکی بعد مناسب اسی معنی کے یہ بات بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنجشکر رح اکثر ہر شخص کو دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے درد محبت بخشے

وہ شخص حیران ہوتا کہ یہ کیسی دُعا ہے اس وقت معلوم ہوا کہ یہ دُعا از بس
بابرکت ہے۔

کھانا کھاتے وقت سلام کی مُمانعت

ایک مرتبہ شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی جو سلطان ابوسعید ابوالخیر رح کے پیر ہیں مع اپنے مریدوں کے کھانا
کھا رہے تھے کہ امام الحرمین تشریف لائے اور سلام کیا۔ شیخ ابوالقاسم
اور اُن کے یاروں نے کچھ التفات نہ کیا اور نہ جواب سلام دیا۔ انہوں
نے کہا کہ میں نے سلام کیا اور آپ نے جواب نہ دیا اسکا سبب بیان
فرمائیے۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اسکو
سلام نکرنا چاہیئے کہ وہ معروف بطاعت الٰہی ہے جب وہ کھانے سے
فارغ ہو اسوقت سلام کرنا چاہیئے امام الحرمین نے سوال کیا کہ یہ بات از روئے اجتہاد
ہے یا از روئے عقل۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ از روئے عقل ہے کہ
کھانا برائی حصول قوت طاعت کھایا جاتا ہے پس وہ یہی عین طاعت ہے
اس صورت میں جواب دینا لازم نہیں ہے مثلاً جو شخص نماز میں مصروف
ہو اس کو سلام نہیں کرتے کہ وہ طاعت میں مصروف ہے اسی طرح کھانا
کھاتے ہوئے کو سلام نکرنا چاہیئے البتہ یہ کرنا چاہیئے کہ اس وقت وہ آنے والا
بیٹھ جائے اور جب وہ شخص کھانے سے فارغ ہو اور ہاتھ دھو ڈالے تو یہ
آنے والا کھڑا ہو کر سلام کرے۔ اس وقت جواب دینا بہتر ہے۔

خرقہ کی بے اعتباری

خرقہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خرقہ پوش

کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگر خرقہ میں اعتبار ہوتا تو تمام خلقت خرقہ پوش ہوتی لیکن اعتبار مرد میں ہے پس جو خرقہ پہنے اور خرقہ کا حق بجالادے اُسی کو خرقہ معتبر ہے اگر کام میں تقصیر کرے گا مواخذہ میں آئے گا اور خرقہ کا کچھ وقر باقی نہیں رہیگا۔ کیونکہ یہ بزرگوں کی مشابہت ہے کہ انہوں نے کار خدا میں اس کو پہنا ہے اور عبادت میں کچھ قصور نہیں کیا ہے۔ اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ جنیدؒ بغدادی سے لوگوں نے پوچھا کہ خرقہ میں کچھ اعتبار ہے جواب دیا نہیں کہا کیوں، فرمایا کہ اس سبب سے کہ اکثر خرقہ پوش ہوتے ہیں کہ ان سے فعل قبیح وقوع میں آتے ہیں کہ قیامت کے روز وہی خرقہ انپر مدعی ہوگا اور وہ دوزخ کے لائق ہو جائیں گے اور بہت سے قبا پوش ہیں کہ ان سے سب کام نیک ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ خرقہ پوشوں سے پہلے بہشت میں جائیں گے پس معلوم ہوا کہ خرقہ میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ خرقہ کو اُس شخص سے اعتبار حاصل ہے جو حق خرقہ ادا کرتا ہے۔ نیز جیسا کہ چاہئے خرقہ میں صاحب خرقہ کی ہر کوئی عزت کرتا ہے۔

مسلمان کو کیا کرنا چاہئے

حضور نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش اسلام کا نام لینا بہت آسان ہے لیکن اسلام کے کام کرنا نہایت مشکل ہیں پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے ستر سال نفس کو مجاہدہ میں مارا چنانچہ تیس سال تک نفس کو پانی نہ دیا اور مجاہدہ میں رکھا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسا مجاہدہ ہے کہ اپنے نفس پر تو کرتا ہے جواب دیا اس

سبب سے کرتا ہوں کہ لوگ مجکو مسلمان کہتے ہیں لیکن مسلمان اسوقت ہونگا جبکہ مسلمانی کا حق بجالاؤں گا پھر فرمایا کہ ایک دفعہ لوگوں نے یہودیوں سے پوچھا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے تو انہوں نے کہا کہ دو چیزوں کے سبب نہیں ہوتے ایک یہ کہ اگر مسلمانی یہ ہے جو تم رکھتے ہو ہم کو ایسی مسلمانی سے عار ہے اور اگر مسلمانی یہ ہے جو خواجہ بایزید کرتے ہیں ایسی ہم سے ہو نہیں سکتی۔ پس ہم کیا مسلمان بنیں۔ خواجہ فوائد فرما رہے تھے کہ خواجہ قطب الدین منور ہانسوی اور شیخ برہان الدین غریب مع قوالوں کے آئے خواجہ اٹھکر کھڑے ہو گئے آنے والا ہر ایک قدمبوس ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھو۔ بیٹھ گئے سماع اور سلوک کی حکایت بیان ہو رہی تھی حضور نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سماع یہی سننا ہے کہ سننے والا چاہئے کہ سمع سننے میں مستمع ہو جو کچھ کہنے والا کہے اس کو سنے اور گوش ہوش کو اسکی طرف متعلق رکھے تاکہ وجد اس میں پیدا ہو اور سننے والا صاحب درد ہو لیکن اگر وہ شخص صاحب درد نہیں ہے اگر سو ہزار قسم کا دوست کا اسرار سنتے اس میں ہرگز اثر نہو گا پھر فرمایا ایک دفعہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین کی خدمت میں حاضر تھا انکی زبان مبارک سے میں نے سنا کہ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین ناگوری اور خواجہ شمس الدین ترک اور مولانا علاء الدین کرمانی اور شیخ محمود موزہ دوز ایک جگہ تھے وقت باراحت تھا انکی خانقاہ میں سماع ہونے لگا سب میں ایک بیت نے ایسا اثر کیا کہ ہر ایک

بزرگ اپنی جگہ سے اُچھلا اور رقص کرنے لگا تین دن اور رات رقص میں رہے اور اپنی کچھ خبر نہ تھی - پھر خواجہ ذکرا اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ بزرگ لوگ اسی طور سماع سُنتے تھے -

طاعت الٰہی کی قسمیں

روز یک شنبہ - سیوم ماہ محرم الحرام ۷۰۸ھ دولت قدمبوسی حاصل ہوئی گفتگو طاعت الٰہی کے بارہ میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ طاعت دو قسم پر منقسم ہے - ایک طاعت لازمی اور دوسری طاعت متعدی - طاعت لازمی وہ ہے کہ نفع اسکا صرف اُس شخص کی ذات پر ہی محدود ہو جیسے نماز روزہ حج اوراد و تسبیحات اور مثل اس کے عبادات دیگر لیکن طاعت متعدی یہ ہے کہ تیری ذات سے کوئی منفعت یا راحت یا شفقت کسی دوسرے شخص کو حاصل ہو — اس طاعت کو طاعت متعدیہ کہتے ہیں اور ثواب اسکا بے حد و بے حساب ہے - اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ طاعت لازمی میں صدق و اخلاص چاہیئے کہ عمل اس کا قبول ہو - مگر طاعت متعدی کیواسطے کوئی امر شرط نہیں - ہر حالت میں اس کا ثواب اس فیض رسانِ عالم کو حاصل ہوتا ہے -

نماز اشراق کی ترکیب

حضرت سلطان المشائخ نے نماز اشراق ذیل کے طریقہ کے موافق تلقین فرمائی ہے

رکعت اول میں بعد سورہ فاتحہ آیت الکرسی - تا ھم فیھا خالدون اور رکعت دوم میں اٰمن الرسول تا آخر اللہ نور السموٰت والارض

تا و اللہ بکل شئ علیم اس کے بعد دو رکعت نماز استعاذہ بتلائی۔ کہ رکعت اوّل میں بعد فاتحہ قل اعوذ برب الفلق اور رکعت دوم میں قل اعوذ برب الناس اور دو رکعت نماز استخارہ کے یہی ارشاد فرمائی کہ رکعت اوّل میں بعد فاتحہ قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورہٗ اخلاص اور اُن کے بعد جملہ ادعیات مقررہ وقت۔ یہ فرماکر ارشاد فرمایا۔ کہ میں تم کو اور دو رکعت نماز بتلاؤں گا۔ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور ارشاد فرمانے لگے کہ جس روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز نے مجھے نماز اشراق تلقین فرمائی تھی۔ اول یہی چھ رکعت بیان فرمائیں اور بعد ان کے دو اور بیان فرمائیں۔

قرآن شریف پڑھنے اور سُننے کی سعادت

روز یکشنبہ تاریخ ۱۲ ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور دولت قدمبوسی حاصل ہوئی گفتگو تلاوت قرآن شریف اور اس کے باقاعدہ وباترتیل پڑھنے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپنے ارشاد فرمایا جب تالی یعنے قرآن شریف پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے حظ حاصل ہو لازم ہے کہ اُس کو دوبارہ سہ بارہ پڑھے اور اور ذوق اُس سے حاصل کرے۔

صدقہ کی مقبولیت

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب صدقہ میں پانچ شرطیں موجود ہوں بے شک

وہ صدقہ قبول ہوتا ہے اور ان پانچ شرطوں میں سے دو قبل از عطا اور دو حالت عطا اور ایک بعد از عطا مقرر ہیں۔ وہ جو قبل از عطا ہیں۔ اول یہ کہ صدقہ دی جانے والے شے وجہہ حلال سے ہو۔ دوسری شرط یہ ہے نیت مرد صالحہ کو دینے کی کرے اور وہ اس کو اچھے مصرف میں خرچ کرے گا۔ اور دو شرطیں جو حالت عطا میں ہیں یہ ہیں۔ کہ تواضع اور کشادہ دلی سے دیوے۔ دوسرے یہ ہے۔ کہ علانیہ نہ دے بلکہ خفیہ دے اور پانچویں شرط یہ ہے کہ جب دے چکے دیکر بھول جائے۔ کسی کے روبرو اس کا تذکرہ نہ کرے۔ ان شرائط کی بجا آوری سے امید ہے کہ اس کا صدقہ ضرور قبول ہو گا۔

تقسیم نقد سے کھانا کھلانا افضل ہے

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا فرمودہ ہے کہ ایک روپیہ کا کھانا پکا کر تقسیم کرنا بیس روپیہ نقد تقسیم کرنے سے فاضل تر ہے۔ اور اسی وقت آپ نے یہ فضیلت اطعام میں بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش تھا صاحب جلال۔ اس نے صدر جہاں بخارا کے سامنے آ کر بیان کیا کہ میرا بادشاہ شہر سے ایک کام ہے آپ کو لازم ہے میری سفارش کرا دیں صدر جہاں نے جواب دیا کہ نہ میں تم کو جانتا ہوں اور نہ تمہاری عرض سے واقف ہوں۔ پھر میں کیوں کر سفارش کروں۔ درویش نے کہا کہ میں مستحق ہوں۔ صدر جہاں نے جوابدیا کہ وہ حق کونسا ہے ظاہر کرو۔ درویش نے جوابدیا کہ ایک مرتبہ آپنے

دستر خوان بچھایا تھا - اور کھانا اس پر رکھا تھا - اسوقت میں بھی آیا - آپنے
کھانے کے واسطے اصرار کیا - میںنے آپ کی خاطر سے کھانا کھایا - پس
یہ میرا حق آپ پر ہے صدر جہاں نے یہ سُنکر اُسکی سفارش پر کمر باندھی
اور فوراً اُس کے ساتھ بادشاہ کے پاس گئے - اور کام اُس کا پورا کرا دیا

درویشانہ تجارت

گفتگو درویشوں کی خرید و فروخت اور اُن کے معاملے کرنے کے بارہ میں ہوئے -
آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ والغفران
نے کسی حاجت کی جہت سے ایک شخص کو شطرنجی دی کہ بازار میں بیچ
لائے - اور اس سے کہدیا کہ درویشا نہ بیچنا - اُس شخص نے دریافت
کیا کہ حضرت درویشاں نہ بیچنا کے کیا معنی ہیں - آپنے ارشاد فرمایا کہ جو
قیمت لگے اُس قیمت پہ بیچ ڈالو اُلٹی مکان پر نہ لاؤ -

حرکت آسمانی کا فلسفہ

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے
زمانے میں ایک فلاسفر بادشاہ وقت کے پاس آیا اور یہ چاہا کہ بادشاہ
کو طریق حق سے برگشتہ کرے - بحث و مباحثہ شروع کیا تھا - یہ خبر
حضرت کو پہونچی - آپ نے خیال کیا کہ اگر سلطان وقت کا عقیدہ بدل
جائیگا - یہ امر موجب خرابی دین ہو گا - یہ سوچکر دولت سرائے خلیفہ
کی جانب رخصت فرما ہوئے - یہ وہ وقت تھا کہ خلیفہ اس فلاسفر سے
خلوت میں باتیں کر رہا تھا - آپ نے اطلاع کرائی خلیفہ نے بلا لیا مگر

فلاسفی اور خود خاموش ہو رہا- آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا گفتگو درپیش
تھی انہوں نے بعد الحاح بسیار حضرت سے بیان کیا کہ اس وقت ہم یہ
گفتگو کر رہے تھے کہ حرکتِ آسمانی طبعی ہے یا ارادی یا قسری کیونکہ
حرکات مندرجہ بالا تین اقسام پر منقسم ہیں- حرکت طبعی یہ ہے کہ ایک
پتھر ہاتھ سے چھوڑا جائے اور وہ زمین پر گر پڑے - اور حرکتِ ارادی یہ ہے
کہ کوئی شے اپنے ارادہ سے خود حرکت کرے - اور حرکت قسری کی مثال
یہ ہے کہ اس کو دوسرا شخص حرکت دے اور جہاں تک اس حرکت دینے
والے کی طاقت ہو وہ خلاف اپنی طبیعت کے حرکت کرے اور اس طاقت
کے ختم ہونے کے بعد اپنی اصل کی جانب رجوع کرے - اول الذکر
حرکت طبعی ہے اور آخر الذکر حرکت قسری اب ہم اس بحث میں تھے
کہ حرکت فلک طبعی ہے یا قسری - آپ نے ارشاد فرمایا کہ حرکت فلک
قسری ہے- حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان
کو حرکت دیتا ہے- حکیم یہ سنکر خندہ زن ہوا- شیخ کے مزاج پر
تغیر آیا باہر نکل آئے اور آسمان کی طرف منھ اٹھا کر فرمانے لگے کہ الٰہی
جو تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان کو بھی دکھلا- یہ کہکر اُن کو
باہر بلا لیا اور جانب آسمان دیکھنے کے واسطے کہا- خلیفہ اور حکیم نے
اس فرشتے کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اقرار کیا - اور اُن کے دین اسلام
میں کوئی رخنہ نہ آیا- الحمد للہ رب العالمین-

بیعت کے لئے عرض کی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے قبل ازیں بیعت نہیں کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ بیعت میں کر چکا ہوں۔ اب دوبارہ پھر اس سعادت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ پس آپ نے دوبارہ ان کو بیعت کیا۔ مشائخ جو تجدید بیعت کرتے ہیں یہی سند بیان فرماتے ہیں۔

سورۂ یٰسین کی برکت

روز دوشنبہ تاریخ ۸ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور

کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ تفسیر امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے روبرو تھی۔ آپ صاحب تفسیر کا حال بیان فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ یہ امام ناصر بستی رح بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا۔ اعزا و اقربا نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا۔ سخت متحیر ہوئے اس حسرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور وہ تنگی اور فراخی سے بدل جاتی ہے۔ یہ سوچکر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ آپ انتالیسویں مرتبہ پڑھ چکے تھے۔ کہ اثر کشادگی ظاہر ہوا اور وہ یہ تھا کہ ایک کفن چور نے بہ نیت کفن چرانے کے آپ کی قبر کھودی تھی۔ امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے پس اس خیال سے کہ مبادا یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص زندہ

صبر و رضا کی تعریف

گفتگو صبر و رضا کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا - کہ صبر یہ ہے کہ جب کوئی مکروہ امر یا تکلیف بندہ کو پہونچے وہ اسپر صبر کرے - شکایت نہ کرے مگر رضا یہ ہے کہ جب کوئی امر مکروہ بندے کو پہونچے اُسے اسکے پہونچنے سے کوئی کراہیت نہ آئے - ایسا سمجھے کہ وہ مکروہ امر سے حاصل ہی نہیں ہوا ہے -

تجدید بیعت

روز پنجشنبہ تاریخ پنجم ماہ رمضان عمت میامنہ سنہ مذکور کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی -

اس روز بندے نے مع چند یاران دیگر آپ سے تجدید بیعت کی آپ نے از راہ کرم اسوقت یہ حکایت ملائم اس معنے کے بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از عزیمت مکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطریق رسالت مکیوں کے پاس روانہ کیا تھا کہ بعض نالائقوں نے یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گوشہاے مبارک تک پہنچائی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا - جب آپ نے یہ خبر متوحش سُنی اصحاب رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس امر کی بیعت کرو کہ اہل مکہ سے جنگ کی جائے یاروں نے حسب الحکم بیعت کی اس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک درخت سے ہنگام بیعت تکیہ لگائے بیٹھے تھے اسی واسطے اس بیعت کا نام بیعت رضوان اور بیعت شجرہ ہوگیا اُسی وقت ایک صحابی نے جنکا نام ابن رکوع تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

دفن ہے اور یہ اپنے ارادے سے باز رہے چالیسویں مرتبہ سورہ لیٰسین کو بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سُن سکے۔ القصہ جب آپ نے چالیسواں مرتبہ پورا کیا یہ کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اٹھکر قبر سے باہر آئے کفن چور نے جب یہ معائنہ کیا ہیبت سے اس کا گردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ خوف کھا کر گر پڑا۔ اور مر گیا۔ امام کو اسکی ہلاکت کا بہت تاسف ہوا اور اپنے دل سے کہا کہ تو نے اسقدر جلدی کی اسکو اپنا کام کر لینے دیا ہوتا اور پھر باہر نکلتا الغرض پشیمان ہوتے ہوئے باہر آئے اور یہ خیال کیا کہ اگر میں فوراً شہر میں چلا جاؤں گا لوگوں کو اس محال کے وقوع سے سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہو گی۔ خوف کھائینگے۔ پس آپ رات کو ہی شہر میں اور ہر محلہ کے ہر دروازے کے آگے آگے پکارتے تھے کہ میں امام ناصر بستی ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھکر غلطی سے مُردہ تصور کیا اور دفن کر دیا۔ میں زندہ ہوں۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ بیان فرمانے لگے کہ یہ تفسیر انھوں نے اس واقعہ کے بعد لکھی تھی۔

بزرگوں کا ہر فعل طاعت حق ہے

ایک بزرگ دریا کے کنارے رہتے تھے اور دریا کے پار ایک دوسرے بزرگ کا قیام تھا ایک روز انہوں نے تھوڑا سا کھانا مہیا کر کے اپنی عورت سے کہا کہ یہ کھانا اپنے سر پہ رکھ اور دریا عبور کر کے اس مرتاض شخص کو دے آ۔ کہ وہ کھالیوے۔ عورت نے کہا کہ راہ میں

پانی بہت زیادہ ہے۔ عبور دریا بغایت دشوار ہے میں کیوں کر جاؤں
شیخ نے کہا۔ جب تو دریا کے کنارے پہونچے پانی کی جانب منھ کر کے
کہدیجیو کہ اے پانی اس حرمت سے کہ میرے شوہر نے مجھ سے کبھی
صحبت نہیں کی مجھے راہ دے۔ عورت کو یہ سنکر سخت تعجب ہوا۔ اور
اپنے دلمیں کہا کہ مجھے ان سے کئی لڑکے بچے ہو چکے ہیں یہ بات میں
کس طرح کہہ سکتی ہوں۔ قصہ مختصر وہ نیک عورت یہ سوچتی ہوئی
دریا کے کنارے پہونچی اور پانی سے وہی کہا جو اس کے شوہر نے تلقین کیا تھا
.... پانی سنتے ہی دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور درمیان آب راہ خشک ظاہر
ہوئی کہ یہ عورت عبور دریا کر گئی اور اس بزرگ کو کھانا پہونچایا۔ درویش
نے تناول کیا۔ اور عورت سے کہا کہ واپس چلی جاؤ۔ عورت نے یہ سنکر
کہا کہ راستہ میں دریا حائل ہے میرے شوہر نے مجھے تلقین کیا تھا
اس وجہ سے عبور دریا میں نے کیا اب واپس جانا ناممکن ہے۔ درویش
نے یہ سنکر دریافت کیا کہ تمہارے خاوند نے کیا کلمات تم سے کہے تھے۔
عورت نے وہی الفاظ جو اس کے خاوند نے کہے تھے دہرائے درویش
نے انکو سنکر کہا کہ جب تو لب آب پہونچے میری جانب سے مخاطب
بہ آب ہو کر کہدیجیو کہ اے پانی اس شخص کی حرمت سے جس نے کبھی
تیس برس ہوئے کھانا نہیں کھایا ہے مجھے راستہ دے اس زن صالحہ
کو یہ کلمات سنکر اور بھی تعجب ہوا۔ کہ انھوں نے تو ابھی میرے روبرو میرا
لایا ہوا کھانا کھایا ہے۔ آپ یہ کیا فرمارہے ہیں القصہ وہ عورت اسی

شش و پنج میں بر روئے آب پہونچی اور وہ کلمات کہے جو انھوں
نے فرمائے تھے۔ پانی سُنتے ہی دو ٹکڑے ہو گیا اور درمیانِ دو آب
موافق بار اول راہ خشک نمودار ہوئی اور اس نے بسلامت عبور کیا
اور اپنے مکان میں پہونچی۔ اور اپنے خاوند کے قدموں میں گر پڑی اور کہا کہ
مجھے اس راز سے مطلع فرمائیے کہ آپ نے ہمیشہ مجھ سے صحبت کی ہے اور
کئی لڑکے آپ کے نطفہ سے موجود ہیں۔ اور اس درویش نے میرے
روبرو کھانا کھایا تعجب ہے کہ آپ نے اور اُس نے انکار کیا اور اس
صدق کی وجہ سے پانی نے راہ دی۔ اُس کے خاوند نے کہا کہ آگاہ ہو
میں نے تجھ سے کبھی بہوائے نفس خود صحبت نہیں کی جب تجھ سے صحبت
کی تیرے حق کے ادا کرنے کی نیت سے اور اس مرد صالح نے بھی تیس برس سے
بہوائے نفس خود کبھی کھانا نہیں کھایا بہ نیت بقائے زندگی و قوتِ
عبادت کھایا۔ یہی وجہ تھی کہ پانی نے اس حرمت کو نگاہ رکھا اور تجھے
راہ دی پس خبردار ہو جا کہ مردانِ خدا جو کچھ کرتے ہیں نیت ان کی ہمیشہ
بجا آوری فرمانِ حق ہوتی ہے۔

دُعا مانگنے کا طریقہ

گفتگو دربارہ دُعا ہوئی۔ اور آپ نے
ارشاد فرمایا کہ وقت دُعا بندے کو
لازم ہے کہ وہ اپنی کسی معصیت کا خیال نکرے اور نہ کسی طاعت کو
درمیان میں لائے۔ کہ اس سے عُجب پیدا ہو گا اور دُعا قبول نہ ہوگی۔
اور معصیت کا خیال کرنے سے ایقان قبول دُعا میں سستی پیدا ہو گی۔

بہر حال وقتِ طلبِ دعا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نظر رکھنی چاہئے کہ دعا ضرور قبول ہو گی۔ اس وقت آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وقت دعا مانگنے کے دونوں ہاتھ کشادہ سینہ کے برابر ہونے چاہئیں۔ اور فرمایا کہ ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ ہاتھوں کی کف دست اوپر نیچے ملے ہوئے ایسے ہونے چاہئیں کہ کوئی شے اسمیں ڈالی جائے گی اسوقت یہ بھی فرمایا۔ کہ دعا برائے تسکین قلب ہے اللہ تعالیٰ عزوجل جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

معجزہ اور کرامت

گفتگو معجزہ اور کرامت کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے چار درجہ و مراتب ہیں کہ ان کو معجزہ۔ کرامت۔ معونت اور استدراج کہتے ہیں۔ معجزہ انبیاء علیہ السلام کے حصہ میں تھا کیونکہ علم اور عمل انکا کامل تھا اور معجزات کے دکھلانے کے لئے مامور تھے۔ جو کچھ وہ ظاہر فرماتے تھے معجزہ ہوتا تھا اور کرامت اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہے کہ علم ان کا بھی کامل ہے۔ خرق صرف اسی قدر کہ یہ مغلوب الحال ہیں جو ان سے خرق عادت ظاہر ہوتی ہے اس کو کرامت کہتے ہیں اور معونت مجانین یعنی دیوانوں سے سرزد ہوتی ہے کہ نہ ان کو علم ہوتا ہے اور نہ عمل کبھی کبھی کوئی چیز ان سے بطور خرق عادت ظاہر ہو جاتی ہے اور اسکو معونت کہتے ہیں لیکن استدراج یہ ہے کہ وہ اس طائفہ سے صادر ہوتا ہے جن کو ایمان نہیں ہوتا مثلاً اہل سحر وغیرہ وغیرہ جو کچھ خلاف عادت

اُن سے سرزد ہو وہ استدراج ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ میں نے جس شخص کو بھی دیکھا اپنے سے بہتر تصور کیا۔ مگر ایک روز ایک شخص کو اپنے سے کمتر خیال کیا تھا چنانچہ اسکی سزا مجھے دی گئی اور اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک روز میرا گذر دریا کے کنارے پر ہوا۔ ایک حبشی کو دیکھا کہ ایک صراحی مع جام پاس رکھے ہوئے ایک عورت کو اپنے برابر بٹھائے ہوئے بیٹھا ہے اُس سے بات چیت کرتا جاتا ہے اور صراحی سے کوئی شے نکالکر پیتا ہے یہ دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ میں یہ خیال کر ہی رہا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک کشتی جو اس طرف آرہی تھی اور اسمیں سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ بھنور میں آگئے۔ اور غرق ہونے لگے اور وہ آدمی بھی جو اسمیں بیٹھے تھے قریب تھا کہ ڈوب جائیں حبشی اس حال کو دیکھکر فوراً دریا میں کودا اور چھ مرتبہ میں چھ آدمیوں کو نکال لایا اس ساتویں شخص کی بابت مجھ سے کہنے لگا کہ اے حسن اس کو تم نکالو۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ حال دیکھکر اور یہ بات سُنکر متحیر ہوگیا وہ ساتویں شخص کو بھی نکال لایا اور کہنے لگا۔ کہ اے حسن اس قرابہ میں شربت ہے اور یہ عورت میری والدہ ہے میں

تیرا امتحان لینے کے واسطے اس جگہ بیٹھا تھا - خیر معلوم ہوا کہ تم مرد ظاہر و باطن ہو

الحمد شریف کی فضیلت

روز شنبہ تاریخ ۱۲ ماہ جمادی الآخر سنہ [illegible] ھ کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی گفتگو سورہ فاتحہ کے بارے میں ہو رہی تھی - کہ یہ سورہ روائے حاجات کے لئے خاصیت اکسیر رکھتی ہے - آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو کوئی کار اہم یا سخت مشکل پیش آئے اُس کو لازم ہے کہ سورہ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے میم آخری کو الحمد کے الف لام اول سے ملا لیوے اور جب الرحمن الرحیم پر پہونچے تین مرتبہ آہستہ آہستہ الرحمن الرحیم کہے اور جب صورت تمام کرے تین مرتبہ آمین کہے حق تعالے اسکی حاجت پوری فرماتا ہے - اور ذکر سورہ فاتحہ میں فرمایا کہ جو کچھ تمام قرآن شریف میں ہے وہ اس سورہ میں ہے البتہ دو امور نہیں ہیں - کل قرآن شریف میں دس امور کا تذکرہ ہے منجملہ ان کے آٹھ امور سورۂ فاتحہ میں ہیں۔
اور قرآن شریف میں ان دس امور کا تذکرہ ہے - ذات وصفات و افعال و ذکر معاد و تزکیہ و تحلیہ و ذکر اولیا و ذکر اعداد و مجاہدہ از کفار - و احکام شرع

نماز کی تشریح

روز یکشنبہ تاریخ ۲۵ ماہ رجب سنہ [illegible] ہجری کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی - گفتگو نماز نفل کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر نمازیں پڑھی ہیں وہ تین قسم پر منقسم ہیں - ایک متعلق بوقت ہے - اور دوسری متعلق بہ سبب اور تیسری نہ متعلق

بوقت ہے اور نہ متعلق بہ سبب ہے۔ نماز متعلق بوقت کے بارہ میں
امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے کہ نماز متعلق بوقت میں
تکرار ہے کہ عین وقت ہونے پر ہر روز ہر ہفتہ ہر ماہ و ہر سال پڑھی
جاتی ہیں۔ ہر روز کی آٹھ نمازیں ہیں پانچ مفروضہ وقتی۔ چھٹی نماز چاشت
ساتویں نماز اوابین آٹھویں نماز تہجد اور نماز ہر روز جدا گانہ ہے اور
نماز ہر ماہ کی بیس رکعت ہیں۔ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماہ
کے غرہ میں ادا فرمایا ہے اور سال کی چار نمازیں ہیں۔ دو نماز عیدین۔
سیوم تراویح چہارم نماز شب برات۔ یہ سب نمازیں وقت سے
متعلق ہیں۔ لیکن قسم دوم وہ نمازیں جو متعلق بسبب ہیں دو ہیں
اول نماز استسقا جو بسبب امساک باراں برائی نزول باران رحمت الٰہی
پڑھی جاتی ہے۔ دوسری نماز سورج گرہن اور چاند گرہن کہ یہ بھی
بسبب کسوف و خسوف کے جب وہ واقع ہوتا ہے پڑھی جاتی ہیں یہ
دونوں نمازیں متعلق بسبب ہیں۔ لیکن قسم سوم جو نہ متعلق بوقت ہے
اور نہ متعلق بسبب ہے وہ نماز صلوۃ التسبیح ہے۔

رزق کی قسمیں

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا
کہ مشائخ نے رزق کو چار قسم پر تقسیم
کیا ہے رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک و رزق موعود۔
رزق مضمون کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ اس کو خرچ کیلئے روزمرہ پہونچے وہ کافی
ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے۔ بمصداق آیۃ وَمَا مِن دَابَّۃٍ

فی الارض الا علی اللہ رزقہا اور رزق مقسوم یہ ہے کہ جو
وہ بروز ازل اس کی قسمت اور لوح محفوظ میں اس کے واسطے لکھا گیا ہے
اور رزق مملوک یہ ہے کہ اس کے پاس ذخیرہ حوائج ضروری کا ہو اور
اور رزق موجود وہ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے صالحین و عابدین سے وعدہ
کیا ہے کہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب
پھر ارشاد فرمایا کہ توکل رزق مضمون میں ہوتا ہے اور دوسرے رزقوں
میں نہیں ہوتا۔ کہ جو رزق مقسوم ہے اسمیں توکل کا کیا دخل ہے اور جو
پاس ہے اس کو توکل سے کیا واسطہ ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے
وہ بھی پہونچیگا۔ اس سے توکل کو کیا تعلق ہے۔ توکل کل رزق مضمون
میں ہے۔ یعنی یہ جانے کہ جو کچھ میری کفایت کیلئے ہے وہ مجھے ضرور پہونچے گا۔

زکوۃ کی قسمیں

ارشاد فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین
مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوۃ تین قسم پر ہے
یعنی زکوۃ شریعت، زکوۃ طریقت اور زکوۃ حقیقت۔ زکوۃ شریعت دو سو
روپیہ میں سے پانچ روپیہ دینا۔ زکوۃ طریقت دو سو روپیہ میں سے صرف پانچ
باقی رکھنا۔ اور زکوۃ حقیقت سب کچھ دے ڈالنا ہے۔ اس کے بعد
زکوۃ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ
علیہ اپنے علمائے عصر سے فرماتے تھے۔ کہ اے گروہ علماء اپنے علم کی
زکوۃ دو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ مقصود اس کا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا
اگر دو سو حدیث پہونچی ہوں پانچ پر ضروری عمل کرو۔

مُرشد کا حکم بجالانا چاہیئے

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہوتا ہے اور ارادت لاتا ہے اس کو تحکیم کہتے ہیں یعنے پیر کو اپنا حاکم قرار دیتا ہے۔ پس اگر پیر کچھ حکم دے اور مُرید اسے نہ بجالائے یہ تحکیم نہو گی اس وقت میں نے عرض کیا کہ اگر پیر اپنے مرید کی خطا معاف فرمادے لیکن حضرت عزت اس امر کو روا نہ رکھے گا اور کیونکہ معاف فرمائے گا کہ خلاف احکام فعل کیا ہے اور سخت بے ادبی کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عفو پیر ہمیشہ باذن حق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمادیتا ہے یہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ مرید کو پیر کا ہر حکم بجالانا چاہیئے۔

اس کے بعد تذکرہ اس امر کا ہوا کہ اگر پیر کوئی امر نامشروع مرید کو ارشاد کرے وہ بھی بجالانا چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول فرائض شیخی میں یہ امر ہے کہ پیر واقف جملہ علوم شریعت و احکام طریقت وحقیقت ہو۔ جب کہ وہ خود عالم ہو گا۔ کسی طرح کا نامشروع حکم نہ دیگا۔ یا حکم مسئلہ مختلف فیہ کا ہو گا۔ یعنی یہ ارشاد نزدیک بعضے ائمہ مجتہدین جائز ہو گا۔ اور بعضوں کے نزدیک ناجائز ہو گا۔ ایسے مسئلوں میں جو فرمان مرشد ہو اس کو بجالانا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص سے کوئی بات کہے یا سفارش کرے اور وہ شخص اس کو قبول نکرے یا اس کے بجالانے میں تساہلی کرے اس امر کو وقت کے نہونے یا اُس شخص کے نہ سمجھنے پر محمول کرنا چاہیئے

شادی کے متعلق صبر کی قسمیں

روز یکشنبہ تاریخ ۲۶ ماہ رجب ۶۵۶ ہجری کو دولت قدمبوسی میسر ہوئی مجھے ایک حدیث کے معانی میں تفکر تھا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے درباره ابو ہریرہ ہے کہ وہ ایک روز ناغہ کر کے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز آؤ اور ایک روز نہ آؤ یہ کیا بات ہے

اس کے بعد حکایت ان درویشوں کی بیان فرمائی کہ جو بند عیال و اطفال میں گرفتار ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اس معاملہ میں تین طرح کا ہے۔ اول الصبر عنہن۔ اسکے بعد الصبر علیہن اسکے بعد الصبر علی النار اس کے بعد آپ نے اس کی شرح بیان فرمائی۔ کہ اول عورات سے صبر کرنا افضل ہے یعنی بالکل اس طرف کا خیال بھی نکرے مجرد رہے۔ اور اگر اس امر پر قائم نہ رہ سکے تو نکاح کرے اور فرقہ اناث کی بدگوئی و دل آزاری وغیرہ پر صبر کرے۔ اور اگر یہ بھی نکر سکے پس مجبوری ہے۔ اور جو خطا میں جا پڑے صبر آتش دوزخ پر کرے۔ پس یہ صبر تین قسم پر منقسم ہوا۔ الصبر عنہن۔ والصبر علیہن سوم والصبر علی النار۔ والسلام

حسد اور غبطہ

روز دوشنبہ تاریخ ۱۰ ماہ جمادی الاول سنہ مذکور کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو حسد کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اللھم اجعلنی محسوداً ولا تجعلنی حاسداً یہ فرما کر ارشاد فرمایا

کہ حسد و غبطہ دو چیزیں ہیں۔ حسد یہ ہے کہ دوسرے شخص کی نعمت دیکھکر جلے اور اس کا زوال چاہے۔ مگر غبطہ یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت دیکھکر خود بھی منعم ہونے کی آرزو کرے۔ حسد حرام ہے اور غبطہ یعنی رشک روا ہے۔

اپنا دِل صاف رکھو دشمن کا دِل خود بخود صاف ہوجائیگا

روز دوشنبہ ۲۲ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر ۱۳۱۱ھ ہجری کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ بعضے آدمی آپ کو اکثر جگہ بُرا کہتے ہیں اور ہم سے نہیں سُنا جاتا حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں ان سب کو جو مجھے بُرا کہتے ہیں معاف کیا تم کو چاہیے کہ تم بھی معاف کر دو۔ اور اس شخص سے خصومت نکرو۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ چھجو ساکن اندرپت ہمیشہ بُرا کہتا تھا بلکہ میرا بُرا چاہتا تھا بُرا کہنا سہل ہے لیکن بُرا چاہنا بہت خراب ہے الغرض جب وہ مرگیا میں اُس کی قبر پر گیا اور دُعا کی کہ جو کچھ اسنے میری نسبت بُرا بھلا کہا ہے یا کیا ہے میں نے اس کو کل معاف کیا میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میری وجہ سے اس کو عقوبت یعنی سزا نہ فرما بعد اُسی وقت ارشاد فرمایا کہ جب دو شخصوں کے درمیان رنجش ہو جائے لازم ہے کہ ایک شخص اسکی جانب سے اپنا دل صاف کرلے۔ امید ہے کہ اسکا بھی دل صاف ہو جائے گا۔

نزول رحمت کے اوقات

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۶ ماہ مذکور کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی

گفتگو ماجرائے درویشاں اور ان کی حسن گفتگو کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشائخ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ وقت نزول رحمت تین ہیں۔ اول حالت سماع دوم وقت خوردن طعام جو بہ نیت حصول طاقت عبادت ذات کی ادائیگی کیلئے کھایا جائے سوم وقت ماجرائے درویشاں و ذکر مقالات ایشاں۔

آداب گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ماجرا اسطرح کہنا اور کلام اسطرح کرنا چاہیے کہ رگِ گردن نہ ہلے اور نہ آواز سے غضب و تعصب پیدا ہو۔

اس کے بعد آپ نے بُردباری اور تحمل کے بارہ میں بہت غلو فرمایا کہ یہ کام نہایت نیک ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تحمل اور بُردباری سے کام لے اور جس قدر جفا و قفا اٹھ سکے اُٹھائے اور کبھی اس کا بدلہ لینے کا ارادہ نہ کرے اور اسی وقت یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔

بیت ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد ؎ ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد اور تھوڑے سکوت کے بعد یہ بیت ارشاد فرمائی۔ ہر کسے در راہ ما خار نہد از دشمنی ؎ ہر گلے از باغ عمرش بشگفد بے خار باد۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص تمہارے راستہ میں کانٹا رکھے اور تم بھی اسکی راہ میں کانٹا رکھو یہ امر نہایت جوانمردی سے بعید ہے۔ اس کے بعد یہ تمثیل ضرب المثل بیان فرمائی کہ بانغزان نغزی و باکوزان کوزی۔ مشہور ہے مگر ہم لوگوں یعنی اہل تصوف میں یہ مثل اس طرح ہے کہ بانغزان نغزی و

یا کوزان کوزی ہم لغزی۔

سجدۂ تعظیمی

ایک روز حضرت سلطان المشائخ سجادہ مبارک پر تشریف فرما تھے کہ ایک سیاح آیا اور حضرت کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں وحید الدین قریشی بھی آ گئے اور انہوں نے حسب معمول قدمبوسی کی اور سر زمین پر رکھا۔ اس سیاح نے فوراً کہا سجدہ کرنا ناجائز ہے اور اس سلسلہ میں بحث کرنے لگا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ اے عزیز جھگڑا نہ کر اور میری بات سُن وہ جو امر کہ پہلے زمانہ کے پیغمبروں کے وقت میں فرض تھا اب اگر اسکی فرضیت جاتی رہی تو استحباب باقی رہا۔ چنانچہ ایامِ بیض کے روزے اور ایام عاشورہ کے روزے پیغمبران سلف کی اُمت پر فرض تھے اور جب عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو ایام بیض اور ایام عاشورہ کے روزوں کی فرضیت جاتی رہی۔ مگر استحباب ان کا باقی رہا۔ اسی پر سجدۂ تعظیمی کے مسئلے کو قیاس کر لینا چاہیئے پہلے زمانہ میں پیغمبروں استادوں اور والدین کیلئے سجدہ تعظیمی فرض تھا۔ پس جب اسکی فرضیت جاتی رہی تو اباحت باقی رہی۔ اس جواب سے وہ مرد سیاح ساکت ہو گیا۔ اور شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

عملیات

دُعا:۔ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے ادعونی استجب لکم تم مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کرونگا۔ لیکن شرط یہ ہے جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو۔ در کریم سے بندہ کو کیا نہیں ملتا

آجکل کے نئی روشنی زدہ لوگوں کا رجحان طبع چونکہ پورا پورا مادیت کی طرف ہے اور روحانیت کی چاشنی سے بے بہرہ ہیں اس لئے وہ دوا کے مقابلہ میں دُعا کے قائل نہیں - ریڈیو کی آواز کے آگے ندائے غیبی کو نہیں مانتے وائرلیس کی خبروں کو مانتے ہیں - لیکن وحی - الہام غیبی اور کشف وکرامت کو ڈھکوسلہ سمجھتے ہیں - یہ صحیح ہے کہ

؎ لباس خضر میں یاسینکڑوں راہ زن بھی پھرتے ہیں
لیکن دُنیا اہلِ بصیرت اور روشن ضمیروں سے خالی نہیں ہے - ؎
آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے ؛ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دراصل عالم روحانیت کا دوسرا نام دُنیائے عشق ہے - اس کی منزلیں حقیقی عشق و محبت کی جادہ پیمائی سے طے ہوتی ہیں - چنانچہ جو سوزِ عشق سے محروم ہے وہ نورِ عرفاں سے بھی خالی ہے - اور جس کو عرفان کی نعمت میسر نہیں - اسکو کیا خاک عالم روحانیت کے شواہد مطالعہ ہوں گے - پس اپنے کورِ باطنی کے سبب دعا کی غیبی تاثیرات کو ہیچ سمجھنا دُعا کی بے اثری پر دال نہیں ہے - بلکہ اپنی باطنی ظلمت کی علامت ہے -

لٰہذا ذیل میں حضرت سلطان المشائخ کی فرمودہ ترکیب دُعا اور عملیات بد عقیدہ لوگوں کے لئے نہیں بلکہ صرف ان لوگوں کے لئے لکھے جاتے ہیں کہ جو عقیدت اور محبت کے ساتھ ورد کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں -

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جس کو کوئی مشکل درپیش ہو وہ ان شرطوں کے ساتھ دُعا مانگے تو بہت جلد قبول ہوگی - (۱) جو دُعا پڑھے

اللہ کے واسطے پڑھے (۲) دُعاء کرنے کی ایک جگہ مقرر کرے - جہاں عوز تو نکا
گذر نہ ہو سکے (۳) دُعا کرنے سے پہلے حسب استطاعت صدقہ دے -
اور حاجت بر آنے کے بعد بہت زیادہ صدقہ تقسیم کرے - تاکہ دوسری
بار بھی قبولیت دُعاء کی اُمید باقی رہے -

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو
حاجت بر آئی کے لئے وہاں کے دربانوں کو انعام و اکرام دے کر خوش
کرتا ہے - فقراء اور درویش لوگ بھی دربانان الٰہی ہیں - پس دربار
خداوندی سے جو حاجت چاہے اس کے دربانوں کو بھی پہلے خوش کرے -
اور دُعا کرنے کے وقت اپنی معصیت پر نگاہ نہ رکھے - اس سے مایوسی
پیدا ہوتی ہے اور اپنی زہد و عبادت کا خیال بھی دل میں نہ لائے کیوں کہ
اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے - اس وقت تو بس رحمت پروردگار پر نظر
رکھے اور دونوں ہاتھ بلند رکھے - اور تصور کرے کہ ہاتھ میں آسمان سے
کوئی چیز آتی ہے -

عمل قضائے حاجات

اس آیۂ کریمہ کو کثرت کے ساتھ پڑھنے
سے جو مشکل ہو گی آسان ہو جائیگی
اور رزق میں بھی ترقی ہو گی اور جس شخص کی روزی تنگ ہو جائے تو وہ بھی ہر شب
جمعہ کو ذیل کی آیت کثرت سے پڑھے - نیز اس کے ورد سے فتح لشکر بھی
ہوتی ہے - اگر ہر شب جمعہ کو نہ پڑھ سکے تو کم از کم ایک ہی شب جمعہ کو پڑھ لینا
کافی ہے - آیۂ کریمہ = وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ

من حیث لا یحتسب ۰

دُعاء ردِّ بلا

اس دُعاء کے پڑھنے سے آفات ارضی وسماوی سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان وقت نے ایک مجرم کو شیر کے آگے ڈلوا دیا تھا لیکن کئی روز تک شیر نے اُس مجرم کو سونگھا تک نہیں سب حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے۔ آخر مجبوراً اس مجرم کو شیر کے پنجرہ سے نکلوا لیا گیا اور اسکی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ذیل کی دُعا برآمد ہوئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یَادَائِمُ بِلَا فَنَاءٍ یَا قَائِمُ بِلَا زَوَالٍ یَا مُشِیرُ بِلَا وَزِیرٍ یَا صَانِعُ بِلَا نَصِیرٍ ۰۔

شرِ دشمن سے حفاظت

ذیل کی دُعاء کو نماز پنجگانہ کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھنے سے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ غم پاس نہیں آتا۔ دشمن دوست ہو جاتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۰

دوسری دُعا:- حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولےٰ ونعم النصیر ۰

روشنیٔ دل کے لئے

یہ دُعا کثرت سے پڑھنا مفید ہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

فرزند صالح کے لئے

یہ دُعاء بعد نماز عشاء ایک سو ایک بار ایک چلہ تک پڑھے:- رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔

دُعاءِ گنجشکر حضرت بابا فرید گنجشکر رح ذیل کی دُعاء بکثرت ورد فرمایا کرتے تھے - اور فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھکو ملا ہے اس دُعا کی برکت سے ملا ہے -

یا دائم الفضل علی البریہ یا باسط الیدین بالعطیہ یا صاحب المواہب السنیہ یا ذوالجلال والجود والعطایا اللہ
یا رحمٰن یا رحیم بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین ۝

شفاءِ مرض کے لئے مریض کے بازو یا گلے میں یہ دُعا لکھ کر باندھنا نہایت مفید ہے - اللہ شافی

اللہ کافی - اللہ معافی -

قرآن جلد حفظ کرنے کی دُعاء حضرت سُلطان المشائخ نے ایک دفعہ شیخ بدرالدین غزنوی کو خواب میں دیکھا اور ان سے قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے دُعا دریافت کی تو انہوں نے ذیل کی سورتیں بتائیں اور فرمایا کہ ہر روز سوتے وقت تین بار پڑھا کریں -

والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ۝ ان فی خلق السمٰوٰت والارض
واختلاف الارض واللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما
ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد
موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب
المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون ۝

سماع

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ سماع چار طرح کا ہے۔ حلال۔ حرام۔ مباح اور مکروہ اگر صاحب وجد حق تعالیٰ کی طرف مائل ہو تو مباح ہے اگر مجاز کی طرف مائل ہے تو مکروہ ہے۔ اگر صاحب وجد بالکل مجاز کی طرف ہے تو حرام اور اگر بالکل حق کی طرف ہے تو حلال۔ پس یہ ضروری ہے کہ صاحب وجد کو معلوم ہو کہ حلال کیا ہے۔ مکروہ کیا ہے اور مباح کون سا سماع ہے۔

نیز فرمایا کہ سماع کے مباح ہونے کے لیے چند باتوں کا ہونا لازمی امر ہے اور وہ یہ ہیں مسمع۔ مستمع۔ مسموع۔ آلہ سماع۔ مسمع یعنی کہنے والا بچہ نہ ہو۔ بلکہ بڑی عمر کا آدمی ہو۔ اور نہ ہی کوئی عورت ہو۔ مستمع جو سُنے۔ وہ یاد حق سے خالی نہ ہو۔ اور مسموع جو کہا جائے وہ فحش اور ہنسی ٹھٹھا نہ ہو۔ آلہ سماع مزامیر (بانسریاں) ہیں۔ چنگ رباب وغیرہ منع ہیں۔ اس قسم کا سماع تو حلال ہے اور سماع ایک موزوں آواز ہے۔ حرام کیوں ہے۔ نیز فرمایا کہ سماع نہ ہی علی الاطلاق حرام ہے اور نہ ہی علی الاطلاق حلال ہے۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ سماع کیا ہے۔ کہا پہلے یہ بتاؤ کہ سننے والا کون ہے؟ نیز فرمایا کہ شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے روبرو سماع کے مکروہ و مباح ہونے کا ذکر چھڑا۔ جس میں کہ اختلاف رائے ہے تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ایک جل کر راکھ ہو گیا ہے اور دوسرا ابھی اختلاف میں ہے۔ ان کا باہمی فرق دیکھو۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

آتش اندر پختگاں افتاد و سوخت ؛ خام طمعاں ہمچناں افسردہ اند

نیز فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ السّماع

یحرك القلوب المستمعین و یوقد نار الشوق فی صدور المشتاقین یعنی سماع (آواز موزوں) سے سننے والوں کے دل حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور مشتاقوں کے سینوں میں شوق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ نیز فرمایا کہ بعض مشائخ نے اس واسطے سماع جائز قرار دیا ہے کہ بے اختیار ہوتے ہیں اور جب با اختیار رہوں تو وہ سماع معلول ہوتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا علامۃ الوری فخرالدین زرادی اپنے ایک رسالہ میں سماع کی اباحت (مباح ہونا) امام غزالی سے لکھتے ہیں۔ سماع کا پہلا درجہ یہ ہے کہ سننے والا جو کچھ سنے اس کے معنوں کو سمجھے۔ اس سمجھ کا پھل وجد ہے اور وجد کا ثمرہ اعضاء کی حرکت اور یہ بات سننے والے کے حال کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ سننے والا چار حال سے خالی نہیں ہوتا۔ اول یہ کہ مجرد طبع ہو یعنی اُسے لذت و حظ نہ آتا ہو۔ سوائے ذکر الٰہی اور خوش آوازی اور نغمات وغیرہ کے۔ سو ایسے شخص کے لئے مباح ہے لیکن اس بات میں دوسرے حیوانات بھی شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ سننے والا جو کچھ سنے اُسے کسی مقررہ یا غیر مقررہ مخلوق کی صورت پر محمول کرے۔ اس قسم کا سماع ذی شہوت حیوانوں کو ہوتا ہے اور یہ وہ ہے کہ بسبب پلیدی اور کمینگی کے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرے یہ کہ سننے والا سماع کو اپنے نفس کے احوال پر محمول کرے اور احوال کا انقلاب جو اللہ تعالیٰ سے ہے اس قسم کا سماع مریدوں کے لئے ضروری ہے اور ان کی مراد معرفت الٰہی اور وصال حق ہے انھیں سلوک میں احوال پیش آتے ہیں وہ احوال یہ ہیں۔ رد و قبول۔ وصل۔ ہجر۔ طمع ناامیدی۔ اور جو کچھ اشعار میں پایا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ سننے والا سنی ہوئی بات عین ذات حق پر محمول کرے اور سماع کے وقت عین شہود میں ہو۔ بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدات کے وقت مصر کی عورتوں کی حالت تھی کہ انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں لیکن انھیں خبر نہ ہوئی اس مرتبہ کے لوگ سوائے ذات حق کے باقی تمام اشیاء فانی سے گذر گئے ہیں۔ اور یہ واصلوں اور کاملوں کا مقام ہے۔

آدابِ سماع

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سماع کے لئے چند ایک چیزیں ضروری ہیں اول
وقت عمدہ ہونا چاہیئے۔ کہ دلی فراغت ہو۔ کسی قسم کا فکر و غم نہ ہو دوسرے مکان دلکش ہو جس
کے دیکھنے سے روح کو تازگی آئے۔ تیسرے سننے والے ہم مذہب ہوں ہم مشرب ہوں۔ یعنی سب
کے سب اہل سماع ہوں۔ نیز فرمایا کہ سماع میں بیٹھتے وقت خوشبو لگانی چاہیئے اور پاکیزہ لباس
پہننا چاہیئے۔ مولانا فخر الدین زراری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ سماع گوش
ہوش سے سننا چاہیئے اور باقی سننے والوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ناک صاف
کرنے اور جمائی انگڑائی سے پرہیز کرنا چاہیئے سر جھکائے رکھنا چاہیئے۔ فکر میں مستغرق رہنا
چاہیئے۔ اور تمام حرکات و مراوات اور رقص وغیرہ سے حتی الوسع بچکر نفس کو قابو میں رکھنا
چاہیئے۔ اگر بے اختیار ہو جائے تو رقص و گریہ مباح ہے بشرطیکہ ریا کا ارادہ نہ ہو۔ رونے
سے غم دور ہوتا ہے اور رقص تحریک سرور کا نتیجہ ہے۔ سو تمام سرور مباح ہیں ان کے
علاوہ اپنے ہمجولیوں سے موافقت کرے۔ اگر ایک شخص وجدِ صادق میں یا اظہار وجد کی نیت
سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو باقیوں کو لازم ہے کہ اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ جب
شیخ بدرالدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے کوچ کیا اور منکولہ میں دفن ہوئے تو
تیسرے روز سلطان المشائخ تشریف لائے۔ مجلس سماع قایم ہوئی۔ اس مجلس میں سلطان المشائخ
ذرا دیر سے پہنچے۔ تو ایک اور مکان میں بیٹھے۔ جب وہ سماع میں اٹھے سلطان المشائخ بھی
اُٹھے۔ بعض نے کہا کہ اُن کے اور آپ کے درمیان فاصلہ بہت ہے۔ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ
نے فرمایا کہ موافقت کرنا ضروری ہے۔

میں (مصنفؒ) نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ شیخ بدرالدین سمرقندی بڑے باعظمت بزرگ تھے۔ آپ شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے خلیفہ تھے۔ اور آپ نے شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو دیکھا تھا۔ اور سید زائرالحرمین حافظ اور عالم تھے۔ زہے کمال اس شخص کا جس میں اس قدر فضائل ہوں۔ آپ سماع میں بدرجہ غایت کوشاں رہتے۔ بغیر سلطان المشائخؒ کے آپ سماع نہ سنتے۔ آپ نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھے۔

مذکورہ بالا آداب سماع کے علاوہ ایک اور ادب یہ ہے کہ ایسا شخص ذکر ے جس سے ہجولیوں کے دل تشویشناک ہوں۔ عوارف میں ممشاذ علو دینوریؒ کی بابت لکھا ہے کہ میں نے خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ سماع کو اچھا نہیں سمجھتے؟ فرمایا میں اس کا منکر نہیں ہوں بشرطیکہ اس کے شروع میں اور اختتام پر قرآن شریف پڑھا جائے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ وہ مجھے ایذا دیتے ہیں اور مجھ پر ہنسی اڑاتے ہیں فرمایا برداشت کرو۔ وہ تمہارے اصحاب ہیں۔ ممشاذ علو دینوریؒ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔

محضر سماع دربارِ شاہی میں

قاضی حمید الدین ناگوری کے زمانے میں علمائے شہر آپ کے مخالف تھے چنانچہ سماع کی حرمت اور مستمع کے کفر کے بارے میں استفتا کرتے تھے اکثر علما نے فتویٰ دیدیا اور جواب میں لکھا کہ سماع حرام ہے میں نے وہ سوالات دیکھے ہیں واقعی جیسا سوال ہوتا ہے۔ ویسا ہی اُس کا جواب ہوتا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے قاضی حمید الدین ناگوری کو کامل عشق۔ وافر علم اور ظاہر کرامت عنایت کر رکھی تھی۔ باوجود ان کے اس وقت کے صدر جہاں قاضی منہاج الدین جرجانی جو علم فضل اور لطافت طبع میں لاثانی تھے۔ صاحب سماع تھے۔ اور قاضی حمید الدین اور دیگر بزرگوں سے جو کہ اہل محبت و عشق تھے ملکر سماع سنا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کا تھوڑا سا ذکر اہلِ سماع کے نکتہ میں تحریر ہو چکا ہے۔ اس واسطے مخالفوں کو سماع کی مخالفت کی مجال نہ تھی لیکن جب حضرتِ سلطان المشائخ کی عظمت کرامت اور دولت کا آفتاب اہل جہان پر چمکا اور سماع کا شوق دور و نزدیک کے تمام علماء و فضلاء بڑے بڑے امیروں اور ہر اعلیٰ وادنیٰ کو جن کی سرشت میں عشق کی چاشنی قدرتی طور پر تھی۔ اور جہان میں ایک شور مچ گیا اور عشق کا ولولہ اُن کے دلوں میں پڑا۔ اور عاشقی، عشقبازی اور سماع کا کام جہان میں از سرِ نو تازہ ہوا۔ تو ایک جہان باغ بن گیا۔ چنانچہ خواجہ ثنائی رہ فرماتے ہیں ؎

زینجا نفیر ریزد و زانجا نوائے نامے	آنجا خروشِ عاشق و اینجا نشاطِ یار
روئے زمیں ز شاہد گل پر ز رو نگار	شاخِ شجر چو گوشِ عروسانِ شاہسوار
بر ہر طرف بہشتے و در ہر بہشت حور	در ہر چمن نگارے و در ہر نگار یار
مرغے بہر درخت و نوائے بہر طرف	شاہے بہر طریق و عروسے بہر کنار

اور حسد کا کانٹا سماع کے مخالفوں کے دل میں چبھنا شروع ہوا۔ مدت تک یہ تعصب ان کے دلوں میں اس قدر رہا کہ وہ آپ کو دیکھنا تک گوارا نہ کرتے ؎

"مرا زیں عشق فیروزی است مطلق"

لیکن چونکہ بہت سے بڑے بڑے آدمی، علماء، فضلاء۔ اولیاء۔ امراء۔ بادشاہ بادشاہوں کے مقرب خاص حضرت سلطان المشائخ کے غلام و معتقد بن گئے تھے اس لئے حاسد دم نہیں مار سکتے تھے بند ہنڈیا کی طرح اندر ہی اندر جوش مارتے تھے اور انھیں یہ خیال تھا کہ شاید بادشاہ اس بارے میں بلائے۔ تو ہم حسد کے زخم کو زبان کی نوک سے ٹپکائیں یعنی اگر بادشاہ کے پاس جانیکا اتفاق ہوا تو پھر کسر نکال لیں گے (اللھم اجعلنی من المحسودین ولا تجعلنی من الحاسدین) اے معبود! مجھے محسود بنانا نہ کہ حاسد۔ باوجود اس قدر علوم گوئی کے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکورہ بالا دعا نکلتی تھی۔ الغرض علاء الدین اور قطب الدین علیہما الرحمۃ کے عہد میں تو ان کی یہ مراد بر نہ آئی یعنی بادشاہ نے نہ بلایا لیکن جب غیاث الدین تغلق تخت سلطنت پر بیٹھا۔ شیخ زادہ حسام الدین فرجام جس نے بالکل سلطان المشائخ سے تربیت اور شفقت حاصل کی تھی مشہور ہونا چاہتا تھا۔ اور اس مطلب کیلئے بہت کچھ مجاہدہ و مکابدہ کر چکا تھا۔ لیکن چونکہ اس کی سرشت میں عشق کا ذوق اور شوق نہیں رکھا گیا تھا۔ اس واسطے اسے اصلی مقصد نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اس نے اسی بہانے سے اپنے آپ کو مشہور کرنا چاہا اور حاسدوں نے اسے بادشاہ کے ہاں سماع کی حلت و حرمت کے بارے میں بحث کرنے کے لئے اپنا سرغنہ بنایا ؎

بارے چو فسانہ می شوی اے بے خرد | افسانۂ نیک شو نہ افسانۂ بد

قاضی جلال الدین سورنجی نائب حاکم مملکت اہل عشق کے بارے میں سخت متعصب تھا۔

دوسرے عالموں نے شیخ زادہ حسام کو برانگیختہ کیا۔ اور اپنا پیش رو بنایا کہ بادشاہ کے ہاں یہ جتلادے کہ شیخ نظام الدین محمد جو مقتدائے عہد ہیں۔ سماع (جو کہ امام اعظم کے مذہب میں حرام ہے) سنتے ہیں اور کئی ہزار خلقت اس نامشروع کام میں انکی پیروی کرتی ہے شیخ زادہ حسام نے بادشاہ کا قرب حاصل کر لیا تھا۔ یہ بات اس نے بادشاہ کے کانوں تک جا پہنچا دی سلطان غیاث الدین کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آیا سماع حرام ہے کہ حلال، یہ بات سنکر حیران رہ گیا کہ ایسا عالم جو مقتدائے زمانہ ہے کیونکر ایک نامشروع فعل کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جو ظالم لوگ کہتے ہیں۔ پھر وہ قاضی حمید الدین ناگوری رح پر سوال فتویٰ اور شرعی کتابوں کی روایات بادشاہ کے سامنے پیش کیں، بادشاہ نے حکم دیا کہ چونکہ علمائے دین نے سماع کی حرمت کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور اس کام کے مزاحم ہوئے ہیں سلطان المشائخ کو بلایا جائے۔ اور تمام علمائے شہر اور بڑے بڑے آدمی حاضر ہوں اور بحث کریں تاکہ جو اصل بات ہے ظاہر ہو جائے کسی بزرگ نے فرمایا ہی ہے

اخترانیکہ بہ شب در نظر ما آیند　　　پیشِ خورشید مجال است کہ پیدا آیند
ما ہمچنیں پیش وجودت ہمہ خوباں عدم اند　　　گرچہ در چشم خلایق ہمہ زیبا آیند

الغرض یہ ماجرا سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ لیکن آپ نے پرواہ تک نہ کی۔ ے

جہاں اگر ہمہ دشمن شد و بدولت عشق　　　جز ندارم از ایشاں کہ در جہاں ہستند

لیکن اس وقت کے سب سے جید عالم مثلاً مولانا فخر الدین زرادی۔ مولانا وجیہ الدین پائلی وغیرہ جو سلطان المشائخ کے مرید و معتقد تھے آنجناب کی خدمت میں سماع کی اباحت کے بارے میں آیات بطور دلائل پیش کرتے۔ تاکہ بحث سے پہلے مصالحہ تیار ہو جائے۔

الغرض جب سلطان المشائخ دربارِ شاہی میں پہنچے تو آپ نے اپنی مدد کے لئے کسی کو ساتھ
نہ لیا۔ مگر قاضی محی الدین کاشانی اور مولانا فخر الدین زرادی خاموشی سے حضرت کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔
دربارِ شاہی میں قاضی جلال الدین نائب حاکم نے حضرت کو نصیحتیں کرنی شروع کیں اور برا بھلا بھی کہا
مگر آپ نے صبر و حلم سے کام لیا۔ جب قاضی نے کہا کہ اگر آئندہ تم سماع سنو گے تو تم کو سخت سزا
دی جائے گی تو حضرت نے غضبناک ہو کر فرمایا خدا کرے تو اس عہدہ سے معزول ہو جائے جس کے
بل پر تو ایسا جابرانہ حکم دیتا ہے۔ بارہ روز نہ گذرے تھے کہ قاضی عہدۂ قضاوت سے معزول
کر دیا گیا۔ چنانچہ جب مباحثہ شروع ہوا تو شیخ زادہ حسام نے بحث شروع کی۔ حضرت نے سوال کیا
تم سماع کے کیا معنی جانتے ہو۔ شیخ زادہ نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ حضرت نے فرمایا جس کو سماع کے
معنے ہی معلوم نہ ہوں میں ایسے شخص سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ غرضکہ بڑی بحث و تمحیص کے بعد
بادشاہ مولانا علم الدین کی طرف مخاطب ہوا اور دریافت کیا سماع حلال ہے یا حرام؟
آپ نے فرمایا میں نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ مقصدۃ لکھا ہے۔ جس میں اہل کے لئے
سماع حلال اور نا اہل کے لئے حرام لکھا ہے اور بغداد۔ شام و روم وغیرہ کے مشائخ
بھی اسی طرح سماع سنتے ہیں اور حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ نے بھی
سماع سنا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ خاموش ہو گیا۔ نیز قاضی شہر نے امام ابو حنیفہؒ
کے مسئلہ سے سماع کو حرام قرار دیا۔ لیکن سلطان المشائخؒ نے حدیث نبوی سے جائز
قرار دیا۔ مگر قاضی نے حدیث کو نہ مانا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ کس قسم کا زمانہ ہے کہ
حدیث شریف کی موجودگی میں لوگ ابو حنیفہ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسا شہر کس طرح
آباد رہ سکتا ہے۔ اور کیوں ایسے شہر کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجتی۔ یہ سن کر بادشاہ نے تو
حضرت پر سے پابندی اٹھالی لیکن قاضی اور مولوی برابر مخالف بنے رہے۔ بالآخر شہر تغلق آباد

حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے خاص اقربا

کتاب سیر الاولیا کے "نکتہ در بیانِ فضائل و مناقب و بزرگی اقربائے سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہٗ" میں حضرت خواجہ ابوبکر چشتی، حضرت خواجہ عزیز الملۃ والدین، حضرت خواجہ مولانا قاسم حضرت خواجہ رفیع الدین ہارون اور حضرت خواجہ تقی الدین نوح رحمۃ اللہ علیہم کے مختصر حالات درج ہیں۔

چونکہ حضرت کی حیاتِ طیبہ میں اور بعدِ وصال یہی پانچ اصحاب اتصالِ قرابت رکھنے والے تھے اس لئے مصنفِ سیر الاولیا نے اِس نکتہ میں صرف اِن ہی پانچ کا ذکر کیا ہے۔ ذیل کے حالات سے معلوم ہوگا کہ حضرت خواجہ ابوبکر چشتی، حضرت خواجہ عزیز الملۃ والدینؒ اور حضرت خواجہ مولانا قاسمؒ بلحاظ یکجدیت و حقیقی خواہر زادگی کے رشتہ و پیوند کے لحاظ سے حضرت محبوب الٰہیؒ سے زیادہ قربت نسبی رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ رفیع الدین ہارونؒ اور حضرت خواجہ تقی الدین نوحؒ بھی حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کے جدی سلسلہ میں تھے لیکن ذرا بعد کے ساتھ دوہرا رشتہ قریبی یہ ہوا کہ حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کی ہمشیرہ حضرت بی بی رقیہؒ کا عقد حضرت خواجہ صالحؒ سے ہوا جن کے پوتے مولانا ہارون

اور مولانا نوحؒ تھے۔

ذیل میں پہلے اِن بزرگوں کا شجرۂ نسب لکھا گیا ہے اور پھر اسی نسبت سے اُن کے حالات دیئے گئے ہیں۔ یہ سب بزرگ سادات حسینی اور حضرت امام محمد باقرؒ کی اولاد تھے۔

شجرہ

آنحضرت سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سولھویں[۱۶] پشت میں

- ۱۶ سید حسن خلمیؒ
  - ۱۷ سید عبداللہ خلمیؒ
    - ۱۸ سید علی بخاریؒ
      - ۱۹ سید احمد بخاریؒ
        - ۲۰ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ
        - حضرت بی بی زینب
    - سید موسیٰ بخاریؒ
    - سید عبدالرحمٰنؒ
    - سید عبداللہؒ
      - ۲۱ حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ
      - ۲۱ حضرت مولانا عمرؒ
      - ۲۱ حضرت بی بی رقیہؒ منسوب بہ خواجہ صالحؒ
  - ۱۷ سید محمد خلمیؒ
    - ۱۸ سید عرب بخاریؒ
      - ۱۹ سید عبداللہؒ
        - خواجہ صالحؒ
          - خواجہ محمدؒ
            - خواجہ سید رفیع الدین ہارونؒ
            - خواجہ سید تقی الدین نوحؒ
      - بی بی زلیخاؒ زوجہ حضرت سید احمد و والدہ حضرت محبوب الٰہی

مندرجہ بالا شجرۂ نسب سے جس طرح ہر بزرگ کی نسبت قرابت ہے اُس کے مطابق

ذیل میں حالات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ

آپ حضرت محبوب الٰہیؒ کے پردادا بزرگوار یعنی حضرت خواجہ سید عبداللہ ظلمیؒ کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ سید موسےٰ مختاریؒ کی اولاد تھے۔ اور آنحضرت کی ہمشیرہ حضرت بی بی زینب کے فرزندِ دلبند تھے۔ زہد و تقویٰ میں آپ کی مثل بہت کم بزرگ تھے۔ حضرت محبوبِ الٰہی سے جدی اور ننھیالی قرابت رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت کی رُوحانی تعلیم کے بھی حامل تھے۔ اور حضرت نے اپنا خاص مُصلّےٰ آپ کو عطا فرمایا تھا جس کو آپ تبرک سمجھ کر جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد کیلوکھری میں تشریف لے جاتے تو وہ مُصلّےٰ ساتھ لے جاتے تھے اور تبرکاً اُس پر ذکرِ الٰہی میں مُستغرق رہتے تھے۔ مُصلّےٰ، جانماز، سجّادہ یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ جس کو یہ چیز عطا ہو جاتی ہے وہ اصطلاحِ صوفیہ میں سجّادہ نشین کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرابتِ نسبی کے لحاظ سے حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ شرعاً جانشین نسبی ہونے کا امتیاز تو رکھتے ہی تھے، اِس عطا سے رُوحانی جانشینی بھی مُسلّم ہے۔ پھر ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہیؒ نے اپنا جُبّہ خاص (خرقہ) بھی حضرت ابوبکر چشتیؒ کو عطا فرمایا تھا جو خاص ہی خاص خلفاء کو عطا کیا جاتا ہے۔ پھر حضرتؒ نے وہ تعلیم جو بابا فرید صاحب سے تخلیہ میں آپ کو ملی تھی اُس کی تلقین صرف حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ کو کی تھی اور وہ تعلیم دائم الصوم رہنے کی تھی۔ جس پر حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ ساری عمر

عمل فرماتے رہے قوالی جو حضرت محبوب الٰہیؒ کی روحانی غذا تھی حضرت خواجہ ابو بکر چشتیؒ کو بہت زیادہ محبوب تھی۔ جب آپ پر کیفیت طاری ہوتی تو جگر سوز اور دلدوز نعرے لگانے تھے جس سے ساری محفل میں کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور تن کے کپڑے قوالوں کو دے دیا کرتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کو جب کیف ہوتا تھا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کو ہاتھ لگا سکے۔ اس وقت حضرت خواجہ ابو بکر چشتی ہی کو اجازت حاصل تھی کہ آپ کو سنبھال لیتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی کے وصال کے بعد بہت سے مرید اور خلفاء نے توکل اور قناعت کی منزل سے قدم باہر نکال لئے لیکن حضرت خواجہ ابو بکر چشتی آخر دم تک ثابت قدم رہے۔ وارثِ جدی اور جانشینِ نسبی ہونے کی وجہ سے درگاہ حضرت محبوب الٰہی کی نذورات اور چڑھاوے کے بالکلیہ آپ ہی مالک تھے۔ لیکن اس قدر سیر چشمی دکھائی کہ اپنا سارا حصّہ اپنے بعیدی عزیزوں اور غیر کفو کے لوگوں میں رعایتاً تقسیم کر دیا۔ اور محض نام و نشان قائم رکھنے کے خیال سے بہت تھوڑا اپنے لیے رکھا۔

حضرت خواجہ رفیع الدّین ہارونؒ

حضرت محبوب الٰہی کے پردادا کے والد سید حسن خلمیؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد خلمیؒ کی اولاد تھے اور حضرتؒ کی ہمشیرہ زادی حضرت بی بی رقیہ کے پوتے تھے۔ دادھیالی اور ننھیالی

رشتوں کی نسبت سے قرابت میں تو بہت بعد ہے لیکن ان کے یتیم ولسیر ہونے کی وجہ سے حضرت محبوب الہیٰؒ اُن کی بہت زیادہ دلداری اور خاطر و تواضع کیا کرتے تھے۔ بچپن سے لے کر بڑے پن تک حضرتؒ کی نظروں میں تربیت پائی اور حافظ قرآن ہوئے۔ اگر دسترخوان کے وقت نمیر حاضر ہوتے تھے تو آپ کا انتظار کیا جاتا تھا۔ فتوحات اور تحائف میں سے آپ کو کافی سے زیادہ حصہ ملتا تھا۔ آپ کو تیر کمان اور فن تیراکی و کشتی وغیرہ کا بہت شوق تھا۔ حضرتؒ ان کو اس فن کی باریکیاں سمجھایا کرتے تھے "تاکہ یتیمی کی بے کسی اور بے بسی سے متاثر نہ ہوں اور ان کی طبیعت خوش رہے۔ آپ حضرتؒ کی احباست میں اُمورِ خانہ داری کے منتظم تھے۔

حضرت خواجہ تقی الدین نوحؒ

فرشتہ صفت، پسندیدہ ذات یعنی خواجہ تقی الملۃ والدین نوح جو حضرت سلطان المشائخ کی قرابت سے مخصوص اور خواجہ رفیع الدین ہارون کے چھوٹے بھائی تھے سلطان المشائخ کی نظر خاص سے مخصوص تھے۔ آغازِ جوانی ہی میں بزرگوں کے اوصاف سے متصف تھے۔ میری (مصنف) کی کیا ہستی ہے کہ آپ کے مناقب و فضائل لکھوں جبکہ خود سلطان المشائخ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یارو! اسے عزیز سمجھو۔ یہ نیک مرد ہے۔ قرآن شریف کا حافظ ہے۔ ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے اور علم کا بڑا حریص ہے اور اسے بہت کچھ حاصل ہو چکا ہے۔

عمل فرماتے رہے قوالی جو حضرت محبوب الٰہیؒ کی روحانی غذا تھی حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ کو بہت زیادہ محبوب تھی۔ جب آپ پر کیفیت طاری ہوتی تو جگر سوز اور دلدوز نعرے لگاتے تھے جس سے ساری محفل میں کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور تن کے کپڑے قوالوں کو دے دیا کرتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کو جب کیف ہوتا تھا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کو ہاتھ لگا سکے۔ اس وقت حضرت خواجہ ابوبکر چشتی ہی کو اجازت حاصل تھی کہ آپ کو سنبھال لیتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی کے وصال کے بعد بہت سے مرید اور خلفاء نے توکل اور قناعت کی منزل سے قدم باہر نکال لیے لیکن حضرت خواجہ ابوبکر چشتی آخر دم تک ثابت قدم رہے۔ وارثِ جدی اور جانشینِ نسبی ہونے کی وجہ سے درگاہِ حضرت محبوب الٰہی کی نذورات اور چڑھاوے کے بالکلیہ آپ ہی مالک تھے۔ لیکن اس قدر سیر چشمی دکھائی کہ اپنا سارا حصّہ اپنے بعیدی عزیزوں اور غیر کفو کے لوگوں میں رعایتاً تقسیم کر دیا۔ اور محض نام و نشان قائم رکھنے کے خیال سے بہت تھوڑا اپنے لیے رکھا۔

حضرت خواجہ رفیع الدین ہارونؒ

حضرت محبوب الٰہی کے پردادا کے والد سید حسن خلمیؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد خلمیؒ کی اولاد تھے اور حضرتؒ کی ہمشیرہ زادی حضرت بی بی رقیہ کے پوتے تھے۔ دادھیالی اور ننھیالی

رشتوں کی نسبت سے قرابت میں تو بہت بعد ہے لیکن اُن کے یتیم و لسیر ہونے کی وجہ سے حضرت محبوب الہیٰ اُن کی بہت زیادہ دلداری اور خاطر و تواضع کیا کرتے تھے۔ بچپن سے لے کر بڑے پن تک حضرت کی نظروں میں تربیت پائی اور حافظ قرآن ہوئے۔ اگر دسترخوان کے وقت نمیر حاضر ہوتے تھے تو آپ کا انتظار کیا جاتا تھا۔ فتوحات اور تحائف میں سے آپ کو کافی سے زیادہ حصہ ملتا تھا۔ آپ کو تیر کمان اور فن تیراکی و کشتی وغیرہ کا بہت شوق تھا۔ حضرت اُن کو اس فن کی باریکیاں سمجھایا کرتے تھے تاکہ یتیمی کی بے کسی اور بے بسی سے متاثر نہ ہوں اور اُن کی طبیعت خوش رہے۔ آپ حضرت کی حیات میں اُمورِ خانہ داری کے منتظم تھے۔

حضرت خواجہ تقی الدین نوح

فرشتہ صفت، پسندیدہ ذات یعنی خواجہ تقی الملۃ والدین نوح جو حضرت سلطان المشائخ کی قرابت سے مخصوص اور خواجہ رفیع الدین ہارون کے چھوٹے بھائی تھے سلطان المشائخ کی نظرِ خاص سے مخصوص تھے۔ آغازِ جوانی ہی میں بزرگوں کے اوصاف سے متصف تھے۔ میری (مصنف) کی کیا ہستی ہے کہ آپ کے مناقب و فضائل لکھوں جبکہ خود سلطان المشائخ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یارو! اسے عزیز سمجھو۔ یہ نیک مرد ہے۔ قرآن شریف کا حافظ ہے۔ ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے اور علم کا بڑا حریص ہے اور اسے بہت کچھ حاصل ہو چکا ہے۔

کسی سے اُسے سروکار نہیں۔ نہ دوست سے نہ دشمن سے۔ نہایت صالح مرد ہے۔ حتیٰ کہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا کہ اس قدر عبادت جو کرتے ہو اس سے تمھاری غرض کیا ہے؟ تو کہنے لگا آپ کی زندگی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ یہ بات اُسے کس نے سکھا دی۔ یہ بات اُس کی نیک بختی کی دلیل ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ جب سلطان المشائخ بیمار ہوئے تو خواجہ نوح کو پاس بُلا کر چند ایک عزیزوں کے روبرو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ "جو کچھ تمھیں ملے اُسے خرچ کر دینا، اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھنا۔ اگر تمھارے پاس کچھ نہ ہو تو غمگین نہ ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دے گا۔ کسی کی بُرائی میں نہ ہونا اور نہ اللہ تعالےٰ سے کسی کے حق میں بُرائی کی دُعا کرنا۔ جفا کو عطا سے بدل کرنا۔ گاؤں یا وظیفہ بادشاہوں یا حاکموں کی طرف سے قبول نہ کرنا۔ کیونکہ درویش کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ اگر تم مندرجہ بالا نصیحتوں پر کاربند رہو گے تو بادشاہ تمھارے دروازے پر آئیں گے۔" لیکن خواجہ نوح سلطان المشائخ کی زندگی میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ مرضِ موت مرضِ دق تھی۔ سلطان المشائخ کے روضہ میں یاروں کے چبوترہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت محبوب الٰہی کے منہ بولے بیٹے

حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی ذات بابرکات وہ منبعِ فیض اور کانِ جود و سخا تھی کہ اپنا اور بیگانہ جو کوئی بھی خدمت میں حاضر ہوا فیضیاب ہوا۔ اور دین و دنیا کی نعمتوں سے

سرفراز ہوا۔ حضرت کے زیر سایہ بہت سے یتیموں نے پرورش پائی بیسر دن نے پناہ لی۔ ان بچوں میں سے حضرت خواجہ رفیع الدین ہارون، حضرت خواجہ قطب الدین ابن سید حسین کرمانی اور حضرت خواجہ مُبشر کے حال پر اس قدر بزرگانہ شفقت فرماتے تھے کہ فرطِ محبت سے "بیٹا" فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ رفیع الدین ہارون کا تذکرہ تو اقربا کے ذیل میں آچکا ہے اور حضرت خواجہ مُبشر کے "بجائے فرزند" پرورش پانے کا ذکر سیر الاولیا کے صفحہ ۲۸۱ پر مختصراً موجود ہے۔ البتہ حضرت خواجہ قطب الحق والدین کے حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ ان تین صاحبزادوں کے علاوہ کسی چوتھے کے واسطے فرزند کے الفاظ سیر الاولیا میں کہیں بھی نہیں پائے جاتے۔

حضرت خواجہ قطب الحق والدین

سید باصفا۔ جگر گوشہ مصطفےٰ حُسن و ملاحت کی کان۔ لطافت کے سرمایہ ظرافت کی کان، دریائے پیغمبری کے موتی۔ حیدری گوہر شب چراغ سید الشادات سید المرسلین کے نواسے قطب الحق والدین سید حسین ابن سید محمد کرمانی (مصنف سیر الاولیاء۔ سید امیر خورد کے) منجھلے چچا تھے۔ آپ علم بفضل۔ بذل۔ ایثار ظاہری و باطنی پاکیزگی اور لطافت طبع میں بے نظیر اور لاثانی تھے۔ آپ کی عقل کامل اور دانائی مکمل تھی۔ اس بے وفا دنیا میں آپ نے مجردانہ زندگی بسر کی۔ آپ بیوی کرنے اور تعلقات سے بالکل بری تھے۔ آپ نے دینی علوم مولانا فخر الدین زرادی سے جو سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے حاصل کیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ جو جس وقت

چاہتا آتا۔ کوئی اُسے نہ روکتا۔ کوئی حاجتمند خواہ شہری ہوتا خواہ مسافر بلا دھڑک آپ کے خلوت خانے میں چلا جاتا اور اپنا مطلب حاصل کر کے خوشدل واپس آتا تھا یہ بات کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ یہ فضائل اس بات کا نتیجہ تھے کہ آپ نے لڑکپن سے لے کر بڑی عمر تک سلطان المشائخ کے زیر سایہ پرورش پائی اور آپ ان کو اپنا بیٹا پکارتے تھے۔ لوگوں میں بھی یہی مشہور تھا۔ چنانچہ واعظوں کے بادشاہ کریم الدین جو نثر و نظم کے مالک تھے آپ کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

صفاتِ ذاتِ وے اندر جہاں ہمیں نہ لیس است

کہ شیخ خواندش فرزند و خواجہ راز بس است

آپ کا جمالِ باکمال اس قدر تھا کہ جس کی نگاہ آپ پر پڑتی خواہ مغموم ہی ہوتا، خوشدل ہو جاتا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

اے روئے تو راحتِ دلِ من　　چشمِ تو چراغ منزلِ من

مقبول مناجات جو بارگاہِ محبوبی میں روشنی کے وقت پڑھی جاتی ہے۔

خواجۂ خواجگاں معین الدین　　اشرفِ اولیائے روئے زمیں

کار فرمائے سبع سیارہ　　بر سر یر سپہر قطب الدین

شاہ عالم پناہ ملکِ بقا　　بندۂ خاصِ حق فرید الدین

خسرو تاج بخشِ بادشہاں　　پیرِ نظمِ جہاں نظام الدین

ہادیِ گمرہانِ دشتِ ضلال　　در طریقِ ہدیٰ نصیر الدین

ساکنِ عدن معدنِ اسرار　　راہ مولا نمائے فخر الدین

الٰہی تا بود خورشید و ماہی　　چراغ چشتیاں را روشنائی

تمت بالخیر

خادم الفقراء پیر ضامن نظامی، بخاری

ہندستان کی برّی افواج کے سپہ سالار اعظم جنرل کے ایم کری آپا کا پیغام عقیدت و محبت

جو حضرت خواجہ امیر خسروؒ کے عرس ۱۹۵۱ء پر حضرت پیر ضامن نظامی صدر ادارۂ نظامیہ کے نام آیا

نئی دہلی ۔ ۲۳۔ جولائی ۱۹۵۱ء ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مشہور و معروف عالم اور صوفی حضرت خواجہ امیر خسرو کے اس سات سو پچاسویں عرس کے مقدس موقع پر آپکے ساتھ شامل نہیں ہو سکا ۔ اُن کے فلسفے کو کون نہیں جانتا ۔ اس لئے میں اُس کے بارے کچھ نہ کہہ کر آپ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر ہم بلا لحاظ مذہب و ملت اُن کی بتائی ہوئی باتوں کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں تو یہ دنیا سچ مچ جینے کے قابل بن جائے ۔

آجکل دنیا میں بہت سی اُلجھنیں ہیں ۔ لیکن میرا اعتقاد ہے کہ انہیں سلجھایا جا سکتا ہے ۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اُن بنیادی اُصولوں پر چلنے کی کوشش کرے جو تمام مذاہب میں یکساں ہیں ۔

فریب سے انسانوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن خدا کو نہیں ۔ اس لئے ہمیں سچا بننا چاہیئے ۔ اپنی ضمیر کی آواز کو سننا چاہیئے اور الفت، سچائی، دوستانہ میل جول کے اُن اُصولوں پر چلیں جو حضرت خواجہ امیر خسرو نے ہمارے سامنے رکھے ۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے اعتقاد کا سب سے عمدہ ثبوت یہی ہوگا ۔ خدا سب پر سلامتی بھیجے

دستخط جنرل ۔ کے ۔ ایم ۔ کری آپا ۔ (کمانڈر انچیف افواج ہند)

مکتوب عالیجناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہندوستان

جو انہوں نے ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو حضرت نظام الدین اولیاء کے عرس کے موقع پر پیر ضامن نظامی کو دستی بھیجا

مکرمی۔ پیر ضامن نظامی صاحب۔

تسلیم۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس متبرک موقع پر حاضر نہیں ہو سکا۔ حکمرانوں کی یادگار اُن کے تعمیر کئے ہوئے قلعوں اور عالی شان عمارتوں اور اُن کے نیک افعال کی شکل میں جن سے عام لوگوں کی بھلائی ہوا کرتی ہے قائم رہا کرتی ہے۔ مگر یہ سب ہی چیزیں ناپائدار ہیں۔ قلعے اور عمارت کی ناپائداری کا بہترین ثبوت دہلی کے ارد گرد کے مسمار شدہ عمارتیں دے رہی ہیں۔ نیک افعال کا تعلق بھی مادی اور جسمانی چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ بھی ناپائدار ہوتے ہیں۔ اولیاء اور رشی سنت اور فقیر کی یادگار بے شمار انسانوں کے مزاج اور روحوں پر قائم ہوتی ہے اور اس ناپائدار دنیا میں وہی ایک پائدار ہوتی ہے۔ حضرت اولیا خواجہ نظام الدین کی ہستی انہیں بزرگ خدا شناسوں میں سے ہے جس کا اثر سات سو برسوں کے بعد بھی بے شمار ضمیروں اور روحوں پر پڑ رہا ہے اور ہمیشہ پڑتا رہے گا جبکہ اس زمانہ میں کتنی ہی سلطنتیں قائم ہوئیں اور برباد ہو گئیں اور کتنے ہی شہنشاہ جو اپنے زمانہ میں لاثانی حکمرانی کرتے رہے گذر گئے۔ میری یہی دلی خواہش اور دعا ہے کہ آنحضرت کی پیروی کر کے آج بھی ہندوستان کے باشندے اپنی روحانیت کو ترقی دے سکیں۔

نیاز مند۔ راجندر پرشاد

۱۶ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء

اُردو پیغامات

جو عالیجناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے

۲۰ جولائی سنہ ۱۹۵۱ء کو حضرت امیر خسرو کے عرس مبارک کے موقع پر

پیر ضامن نظامی کو موصول ہوا

حضرت امیر خسرو کی زندگی کے دو پہلوؤں کی آج ہم سب کے لئے خاص اہمیت ہے۔ اول تو وہ اپنی زندگی میں اس بات کے لئے برابر کوشش کرتے رہے کہ اس ملک میں لوگوں کی تہذیب اور تمدن میں ایسا آپسی میل ہو کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اور ایک دوسرے کی خوشی، تکلیف میں برابر حصے لے سکیں دوئم۔ ان کی زندگی محبت ایک لبریز پیالہ تھی۔ خدا کی محبت اور انسان کی محبت اونکے دل میں اتحد تھی۔ اور وہ اون کی سیوا میں لگے رہتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اُن کی زندگی سے آپسی میل جول اور محبت کا سبق لیں تو ہماری زندگی کی بہت سی مشکلات جو ہمارے سامنے ہیں۔ بہت آسانی سے اور جلد دور ہو جائیں گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج اون کے اس مقدس عرس کے دن ہم سب لوگ اس بات کا عہد کریں کہ ہم اُن ہی کی طرح اپنی زندگی محبت اور سیوا میں گذاریں گے

راجندر پرشاد

۲۰ جولائی سنہ ۱۹۵۱ء

تقریر دلپذیر

عالیجناب راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر اعظم جمہوریہ ہند بالقابہ جو پیر ضامن نظامی صدر صاحب ادارۂ نظامیہ کے سپاسنامہ کے جواب میں بعد از فراغت عصرانہ و زیارت درگاہ حضرت نظام الدین اولیا مشائخ منزل میں مورخہ ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء بوقت ۶ بجے شام ارشاد فرمائی۔

راشٹرپتی نے سب حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ پیر ضامن نظامی صاحب اور بھائیوں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا کہ یہاں حاضر ہو کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کو اپنا خراج ادب پیش کروں۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس چیز کو مانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اتنے دنوں سے جو غیر مذہبوں کے ماننے والے اور غیر غیر زبانوں کے بولنے والے بستے آئے ہیں ان سب کو اس ملک میں رہنا ہے اور سب کو مل جل کر ایک ساتھ رہنا ہے اور سب کو ایک ساتھ جینا ہے اور مرنا ہے۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا حضرت نے اس درگاہ کی نیو (بنیاد) ۶۵۰ سال پہلے ڈالی تھی اور یہ کرشمہ ہے کہ اتنا زمانہ بیتنے پر بھی آج سارے مسلمان اور بہتیرے ہندو اور دوسرے مذہب کے لوگ اس جگہ پر پہنچنا اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت کے زمانہ میں سات بادشاہ گذرے تھے۔ مگر سب کی بادشاہتیں ختم ہو گئیں ایک بھی بادشاہت باقی نہ رہی۔ پس جس طرح کی بادشاہت ان بزرگ نے قائم کی تھی اس کی ہستی ابھی تک قائم ہے اور قائم رہیگی

یہی وجہ ہے کہ ایسی جگہ میں حاضر ہو کر لوگ اور باتوں کو بھول جاتے ہیں اور ہر ایک آدمی ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے لگتا ہے اور آپس کے فرق کو اور آپس کے جھگڑوں کو دل سے دور کر دیتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ہر ایک کے دل میں ایسے ترانے پیدا ہوتے ہیں جیسے ترانے آج پیر صاحب نے قوالوں سے مجھے سننے کا موقع دیا ہے جس کی بادشاہت حضرت نے یہاں قائم کی تھی اسی طرح اور بزرگ بھی ہند میں ہوتے تھے اور یہ انہی کی برکت ہے کہ آج بھی ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہ سکتے ہیں۔ اور آج بھی ہم آپس کے جھگڑوں کو بھول سکتے ہیں اور آج بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ اس طرح کا موقع لوگوں کو برابر ملتا رہے تاکہ ہر مذہب کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ملیں اور ایک دوسرے کے دل کی بات سُنیں۔ ہندوستان میں اس چیز کی خاص ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہاں کئی مذہب کے ماننے والے لوگ بستے ہیں۔ اور ہر طرح کے آدمی بستے ہیں۔ آپ کو اطمینان رہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی جو حکومت ان دنوں میں ہے وہ چاہتی ہے کہ سب ہی مذاہب کے لوگ جو اس ملک میں بستے ہیں سب کو برابر کے حق ہوں اور سب کو یہ حق ہو کہ وہ آزادی سے رہیں اس ملک میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں غریب سے غریب اچھی جگہ تک نہ پہنچ سکے۔ دوران تقریر میں صدر حکومت ہند نے یہ دلنشین فقرہ بھی کہا کہ "میرا جیسا اک ناچیز آدمی بھی اس جگہ پر ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو ملا کرتی تھی" یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دیش کے اندر ہر شخص چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اگر وہ ٹھیک سمجھ کر کام کرتا ہے تو اس کے لئے یہ غیر ممکن نہ ہوگا کہ وہ اونچی سے اونچی جگہ تک نہ پہنچ جائے بات یہ ہے کہ آدمی کا درجہ کسی کے

دینے سے نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی درجہ دے سکتا ہے اور اگر کوئی دے اور اگر کوئی لے بھی لے تو لینے والا اسے رکھ نہیں سکتا اونچا درجہ صرف خدمت سے ملتا ہے اور جو خدمت کرے گا کسی آدمی کی نہیں کسی ایک فرقے کی نہیں بلکہ جو سارے انسانوں کی خدمت کریگا وہی اونچا درجہ پائیگا جیسا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے سب امیر غریب مسلم غیر مسلم انسانوں کی خدمت کرکے اور ان سے محبت کرکے اتنا بڑا درجہ پایا کہ آج وہ خدا کے محبوب مانے جاتے ہیں۔

حضرت امیر خسروؒ کا ذکر آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں حضرت امیر خسروؒ کے لئے بھی اپنا ادب ظاہر کروں اور حضرت امیر خسروؒ کی اس بات کو بھی یاد کروں جسے میں نے بچپن میں پڑھا تھا سے خالق باری سرجنہار۔ واحد۔ ایک بڑا کرتار۔ میں جانتا نہیں تھا کہ امیر خسرو صاحبؒ کون تھے پر ایک زمانہ تھا کہ ہمارے جیسے نادان اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس طرح کی چیز پڑھا کرتے تھے۔ زمانہ بدلا کرتا ہے آج بہت سی باتیں بھول گیا ہوں اور بہتیرے نئی روشنی والوں نے شاید ایسی چیزیں پڑھی بھی نہ ہونگی اور نہ وہ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہونگے۔ پھر بھی میں اس بات کو مانتا ہوں کہ جو بنیاد حضرت نظام الدین اولیاؒ اور حضرت امیر خسروؒ نے ڈالی تھی وہ پکی بنیاد تھی اور اسی بنیاد پر ہند کا سارا تمدن بنا ہے اور جس پر ہماری زندگی بنی ہے۔ اس لئے اس بنیاد کو قائم رکھنا ضروری ہے اور وہ بنیاد ہے "پریم محبت کی" اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کی جس دن یہ بنیاد نہیں رہے گی اسی دن ساری عمارت ڈھے جائے گی اور وہ عمارت کھڑی نہیں رہ سکیگی جو عمارت اب موجود ہے بس اس عمارت کو ہمیشہ کے لئے رکھنا ہے اپنے لئے بھی اس ملک کے لئے اور اپنی اولاد کیلئے بھی انت میں میں ایکدفعہ پیر صاحب کا اور آپکا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں

تقریر جادو تاثیر

عالیجناب جنرل کے. ایم. کری آپا بالقابہ سپہ سالار اعظم افواج بری حکومت
ہند جو پیر ضامن نظامی صاحب صدر ادارۂ نظامیہ کی افتتاحی تقریر کے جواب میں
۲۸ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء کو حضرت محبوب الٰہیؒ کے عرس میں مشاعرہ کی صدارت کرتے
ہوئے ارشاد فرمائی۔

دوستو! آج میں انتہائی اعزاز محسوس کرتا ہوں کہ پیر ضامن نظامی صاحب نے
مجھے اس یادگاری موقع پر صدارت کیلئے یاد اور مدعو فرمایا۔ یہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ حضرت
نظام الدین اولیاؒ کتنے ممتاز اور بڑے آدمی تھے اور انہوں نے اپنے ہمعصر افراد میں فرقہ وارانہ
موافقت و مصالحت کے لئے کس طرح کام کیا میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان پہلے آدمیوں میں سے
ہیں جنہوں نے اُردو زبان کو ترویج دی کہ جو فارسی اور ہندی کی متحدہ شکل ہے ان کے نزدیک
ہر جماعت کا آدمی خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی برابر اور ایک جیسا تھا
آج ہم سب یہاں اُس بڑے اور عظیم انسان کی چھ سو چھیالیسویں برسی منانے کے لئے
جمع ہوئے ہیں اگر ہم ایمانداری اور سچائی سے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور معلوم کریں کہ کیا ہم
واقعی وفاداری سے ان کی تعلیم کو مان اور چلا رہے ہیں۔ تب مجھے یقین ہے کہ ہم ہے کچھ کو اس
کے برخلاف ہی جواب ملیگا۔ جب سے ہمیں آزادی ملی ہے ہم سب جنگلی جانور سے ہوگئے
اور ہم نے ایک دوسرے کا جابرانہ قتل عام کیا ہمیں اپنے سے شرم آنی چاہیئے۔ بالآخر
ہم سب ایک خدا کے بندے ہیں خواہ ہم اس کو مختلف العمل راستوں سے یاد کریں

مختلف طریقوں سے اس کی عبادت کریں خواہ خدا نے ہمیں تقلید اور پیروی کے لئے مختلف مذاہب دیئے ہوں اور ہمیں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہو کہ فلاں ہندو ہے۔ فلاں مسلمان، سکھ یا عیسائی وغیرہ مگر اس امر کے پختہ یقین اور فیصلہ کے لئے کہ ہم سب اسی کے ہیں۔ اور اسی کے بچوں کی طرح ہیں اس نے ہم سب کی پرچھائیں یا سایہ ایک ہی رنگ کا بنایا اس تمام دنیا میں تمام کرۂ زمین میں تمام انسانوں کا سایہ بالا امتیاز نسل و رنگ کالا ہی بنایا ہے۔ خواہ کسی کا اپنا کوئی رنگ ہو۔ دنیا میں عالمگیر امن کے لئے یہ لازمی ہے اور نسل آدم یا اشرف المخلوق کی بہبودی کیلئے ضروری ہے کہ ہم سب ہر طبقہ اور فرقہ، مذہب قوم اور رنگ کے انسانوں، ہندو، مسلم سکھ عیسائی اور یہودی وغیرہ وغیرہ سب ہی ایک مشترکہ خاندان کے مختلف افراد کی طرح یکجہت ہو کر متحد کام کریں، اور ایک ہی مرکزی مقصد کو لے کر آگے بڑھیں کہ اپنے مادر وطن میں بالخصوص اور تمام دنیا میں بالعموم امن اور خوشحالی بہم اور مہیا کی جائے ہمیں گذشتہ باتوں کو بھول جانا چاہیئے جو ہوا سو ہوا۔ آئندہ احتیاط برتنی چاہیئے اور اب باہمی ارتباط سے متحدہ کام کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے۔ اور وفا شعار اور منظم افراد و اراکین کی طرح بے غرض خدمت اور اپنی توفیق کے مطابق بے لوث خدمت انسانی کے لئے پیش کش کرنی چاہیئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام ہو سکتا ہے اگر ہم سب تیار ہوں سچے ہوں اور صدق دلی سے وفا شعار ہوں ایسے فرد ہوں کہ جو وہ کہیں اس کی معنی سمجھ بوجھ کر کہیں اور اس پر عمل کرنا مقصود سمجھیں خاصکر جب کسی ایسے بڑے آدمی کی اصولی اور تمثیلی تعلیم کے متعلق کچھ بولنے کھڑے ہوں جیسے کہ آج ایک بڑے آدمی کے اعزاز میں اس شب ہم یہاں جمع ہوئے ہیں جو کچھ بھی کہیں اس پر سمجھ کر عمل کرنے کے لئے ہی کہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضؓ

کی

وراثت اور نسبی جانشینی پر محققانہ تبصرہ اور شرعی فیصلہ

دنیا کی تاریخ میں جانشینی کے فیصلہ کو ہمیشہ سے اہمیت حاصل رہی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں اس قسم کے اختلافات نے طول کھینچا وہاں خاندانوں میں انتشار اور کشاکشی پیدا ہو کر تباہی اور زوال پذیری کے آثار نمودار ہو گئے۔ جاہلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس مسئلہ میں تو بڑے بڑے مقتدر علماء اور صاحب تلقین و ارشاد بزرگوں کو الجھتے ہوئے دیکھا ہے۔ تفصیل سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بڑی بڑی درگاہوں، خانقاہوں اوقاف اور گدیوں کے مقدمات کے نقوش ابھی ہمارے ذہنوں سے مٹے نہیں ہیں۔

سماجی تنازعات میں حقوق وراثت یا کسی بزرگ کی جانشینی کا مسئلہ سب سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔ علی الخصوص اس وقت جبکہ قریبی اعزہ کے موروثی حقوق میں دور کے عزیزوں یا غیر کفو کے لوگوں کی حریصانہ مداخلت بیجا ہونے لگتی ہے۔

درگاہوں پر صدیوں سے یہ رواج جاری ہے کہ صاحب مزار کے قریبی اعزہ اپنی تنہائی کی وجہ سے درگاہ کی خدمت گذاری کے لئے بعض غیر کفو کے افراد کو شریک کار بنا لیتے ہیں۔ بعض درگاہوں پر تو ایسے افراد کی مدد معاش کے لئے تنخواہیں یا روزینے ہوتے ہیں۔ جیسے درگاہ بابا فرید صاحبؒ میں یا درگاہ پیران کلیر شریف صابر صاحبؒ

میں۔ اور بعض جگہ درگاہ کی نذر و نیاز میں سے حصہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جیسے درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر شریف میں۔ اور درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ دہلی میں۔ چونکہ موخر الذکر درگاہ میں جاگیر یا معاش نہیں تھی۔ اور حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ جو حضرت نظام الدین اولیاء کے شرعی وارث تھے کوئی دنیاوی اثاثہ نہ رکھتے تھے۔ اور اپنی زندگی زہد و تقوے میں گذارا کرتے تھے۔ نیز دنیاوی حرص و ہوا سے بھی پاک و صاف تھے۔ اسلئے درگاہ شریف کی خدمت گذاری کا عوض ماہوار اور روزینہ دینے کی بجائے درگاہ کی یومیہ آمدنی نذر و نیاز سے ادا کرنا بہتر سمجھا اور الیسی سیر چشمی اور فراخدلی سے بخشش فرمائی کہ اپنے لئے صرف تین آنے کا حصہ نام چارہ کے لئے باقی رکھا۔ درگاہ کی کل آمدنی ایک روپیہ تصور کی گئی حصہ داروں کے چار تھوک کر کے مہینہ کے چار ہفتوں پر ایک ایک تھوک کی باری مقرر کر دی گئی۔

نمبر۱۔ پہلا ہفتہ۔ خاندان حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ اولاد خواہر زادہ تجدیدی حضرت محبوب الٰہی مع بٹی حضرت خواجہ عبدالرحمٰن خادم حضرت محبوب الٰہی = ۴/

نمبر۲۔ دوسرا ہفتہ خاندان حضرت خواجہ رفیع الدین ہارونؒ اولاد خواہر زادی حضرت محبوب الٰہیؓ مع بٹی حضرت خواجہ مبشر خادم حضرت محبوب الٰہی ۴/

نمبر۳۔ تیسرا ہفتہ، خاندان حضرت خواجہ محمد امام نواسہ حضرت بابا فریدؒ مع بٹی حضرت خواجہ محمد کرمانیؒ خلیفہ حضرت محبوب الٰہی = ۴/

نمبر۴ چوتھا ہفتہ = خاندان حضرت قاضی محی الدین کاشانی مرید حضرت محبوب الٰہیؓ مع بٹی حضرت خواجہ محمد اقبال خادم حضرت محبوب الٰہی = ۴/

جملہ = ایک روپیہ

اگرچہ حضرت محبوب الٰہی کے دوسرے برگزیدہ خلفاء اور منظورین بھی اس وقت موجود تھے. جو آخر دم تک درگاہ کی خدمت کرتے رہے. اور یہیں دفن بھی ہوتے. جیسے حضرت خواجہ ضیاء الدین برنی. مصنف تاریخ فیروز شاہی. حضرت شمس الدین یحیٰی. حضرت شمس سراج عفیف. حضرت علاؤ الدین نیلی. حضرت فخر الدین مروزی. حضرت ابوبکر مندہ. حضرت خواجہ سالار ہمن وغیرہ. لیکن ان حضرات نے حضرت خواجہ ابو بکر چشتی سے درگاہ کی خدمت کا معاوضہ طلب نہیں کیا. اس لئے انکا حصہ بھی مقرر نہیں کیا گیا۔

مندرجہ بالا بزرگوں کی اولاد میں اس وقت صرف نمبر ۱. نمبر ۳ اور نمبر ۴ کی اولاد باقی ہے. خاندان نمبر ۲ اور چاروں خاندانوں کی ملحقہ بیٹیوں کے سب افراد ختم ہو چکے ہیں. خاندان نمبر ۱ کی خصوصیات تو آپ کو آئندہ شجرہ نسب اور علماء کے شرعی فتووں سے معلوم ہو جائیں گی البتہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ کے متعلق کچھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مولانا محمد امام کی حقیقت

حضرت مولانا محمد امام دراصل حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے پیر و مرشد حضرت بابا فرید گنجشکر کے نواسے تھے. بچپن میں یتیم ہو جانے کی وجہ سے دہلی تشریف لا کر حضرت محبوب الٰہی کے وسیع مہمان خانہ میں رہنے لگے تھے حضرت کے لنگر خانہ سے جہاں ہزاروں مسافروں کو روزانہ کھانا کھلایا جاتا تھا وہاں انکی بھی پرورش ہوتی تھی. ان کا نسبی تعلق (دادھیالی) یا ننھیالی حضرت محبوب الٰہی سے بالکل نہیں ہوتا. حضرت محبوب الٰہی بارہ اماموں کی اولاد تھے اور خواجہ امام کے نسب کی شاخ تیرہ سو سال پیشتر حضرت زین العابدین علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت عمر اشرف سے علیحدہ ہو جاتی ہے. ظاہر ہے کہ تیرہ سو سال پیشتر شریک شجرہ ہو جانا کوئی تخصیص نہیں

ہے۔ کیونکہ اس طرح تو دنیا بھر کے لاکھوں اور کروڑوں سیّدوں کے شجرے ایک جگہ جا کر مل ہی جاتے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی محض مرشد زادہ ہونے کی وجہ سے مولانا امام کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔ ان کو اونچی جگہ بٹھانا۔ ان کو بیعت لینے کی اجازت دینا۔ وغیرہ تمام مراعات مرشد زادگی کے سبب تھیں۔ ورنہ کوئی صاحب نسبت مرید اپنے شیخ کے سامنے اونچی جگہ بیٹھ جانے کی گستاخی کرنا تو درکنار اونچی نظر بھی نہیں اٹھا سکتا۔ خود حضرت محبوب الٰہی نے اپنے پیر بابا فرید صاحب کے سامنے کبھی اونچی نظر نہیں کی۔ اور پیر کے سامنے مرید کرنا تو درکنار۔ پیر کے خلیفہ اور داماد حضرت مولانا بدرالدین اسحاق دھلوی جب تک زندہ رہے حضرت نے کسی کو دست بیعت نہیں دیا۔ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب کی صاحبزادی بی بی مستورہ کے فرزند مولانا عزیز الدین صوفی۔ حضرت محبوب الٰہی کے دستر خوان پر تھے کہ حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلی (جلیل القدر خلیفہ حضرت محبوب الٰہی) اُن سے ذرا اُوپر کی طرف جا بیٹھے۔ حضرت محبوب الٰہی نے فوراً فرمایا۔ مولانا! جیسا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی بالوں والا کسی سر منڈے ہوئے سے اوپر بیٹھے اسی طرح میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی سر منڈا ہوا میرے پیر زادوں سے اوپر کی طرف جا بیٹھے۔ دوسرا واقعہ آداب مرشد کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک کتّا حضرت بابا فرید صاحب کی گلیوں میں پھرنے والے کتّے کے مشابہہ سامنے سے گذرا۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوگئے۔ پس جبکہ ایک نجس کتّے کی تعظیم محض پیر کی گلیوں کے کتّے کی مشابہت پر اس قدر کی گئی تو مرشد کے نواسوں کو اونچی جگہ بٹھا دینا یا مرید کرنے کی اجازت دیدینا محض مرشد کی انتہائی محبّت۔ عقیدت اور تعظیم و تکریم کی علامت تھی۔ بالکل اسی طرح حضرت بابا صاحب نے بھی مولانا بدرالدین اسحاق اپنے داماد خلیفہ

کو اپنے سامنے بیعت کرنے کی اجازت دیدی تھی، لیکن حضرت باباصاحب کے بعد نہ وہ روحانی جانشین مانے گئے اور نہ نسبی جانشین۔ روحانی جانشین حضرت محبوب الہی ہوئے اور نسبی جانشین باباصاحبؒ کے فرزند اکبر۔

حضرت محبوب الہی پر ایک یہ بہتان بھی رکھا جاتا ہے کہ حضرت نے مولانا امام کو بیٹا بنالیا تھا۔ سیر الاولیا میں یا کسی دوسری مستند کتاب میں اس کا مطلق تذکرہ نہیں ہے یہ محض افترا اور کورا جھوٹ ہے۔ البتہ سیر الاولیاء ص ۲۰۳ پر خواجہ رفیع الدین ہارون کے متعلق اور ص ۲۱۶ پر قطب الحق والدین کے متعلق اور ص ۲۸۱ پر سید خاموش اور خواجہ مُبشر کے متعلق "بجائے فرزند یا بطور فرزند پرورش یافتہ" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا امام کے متعلق تو یہ الفاظ بھی کسی جگہ نہیں ملتے۔ اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں ۔ ما جعلکم ادعیائکم ابنائکم ہ۔ ترجمہ۔ ہم نے تمہارے منہ بولے کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ پس قرآن کے ناطق فیصلہ کے خلاف اللہ کے محبوب خاص کا قدم کیسے اٹھ سکتا تھا حضرت خود فرماتے ہیں کہ جو شریعت سے گرا اس کا ٹھکانہ کہیں نہیں!

حضرت قاضی محی الدین کاشانی کی حقیقت

حضرت قاضی صاحب پہلے قاضی شہر تھے۔ لیکن بعد میں عہدۂ قضات ترک کر کے حضرت کے مرید ہو گئے تھے اور حضرت نے ان کو خلافت بھی دیدی تھی لیکن ایک مرتبہ قاضی صاحب کی ایک لغزش سے حضرت ناراض ہو گئے اور خلافت نامہ واپس لے لیا۔ ایک سال کے بعد غصہ فرد ہوا تو صرف مرید کر لیا۔ خلافت نامہ نہیں دیا۔ ان کا شجرۂ نسب

حضرت امام حسن علیہ السلام سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی حسینی سید تھے
اور قاضی صاحب حسنیؒ حضرت محبوب الٰہی بخاری بدایونی تھے اور حضرت قاضی صاحب
کاشانی تھے۔ دونوں کے کفو اور خاندان میں اس قدر دوری ہے کہ بس سادات حسنی
اور سادات حسینی ہونے کے سوا اور کوئی درمیانی تعلق موجود ہی نہیں ہے جو باعث تخصیص
ہو۔ اس طرح تو دنیا کے کروڑوں خاندانوں کا شجرہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ سے
جا کر مل ہی جاتا ہے۔ خواجہ رفیع الدین ہارون۔ خواجہ اقبال۔ خواجہ عبدالرحمٰن۔ خواجہ
مبشرؒ کے حقائق لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب ان کے خاندان سے ایک فرد بھی زندہ
نہیں ہے۔ البتہ اول الذکر حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کے چوتھے دادا حسین خلجی کی اولاد سے اور ہر سہ مؤخر الذکر اصحاب ہے

روحانی اور نسبی سجادگی کی تشریح

ہندوستان کی درگاہوں پر قدیم
الایام سے دستور چلا آتا ہے کہ صاحب مزار اپنی حیات میں اپنے خلفا میں سے جسکو
اپنے خاص الخاص روحانی فیوض اور رموز باطنی تفویض فرماتے ہیں ان کو اصطلاح
درویشی میں خلیفۂ اعظم یا سجادہ نشین روحانی کا لقب دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اخذ بیعت
کے مجاز دوسرے خلفا بھی ہوتے ہیں لیکن خلیفۂ اعظم ان سب خلفا میں سردار
کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری
کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ ان کے حضرت بابا فریدالدین
گنجشکرؒ ان کے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا۔ اور ان کے حضرت شیخ نصیرالدین
محمود چراغ دہلوی تھے۔ اس منصب کے انتخاب کے لئے علم و فضل۔ روحانی
فضیلتیں اور اشارۂ غیبی امتیازات ہوتے ہیں۔

اسی طرح مزار کی خدمت اور خانقاہ کا نظم و نسق برقرار رکھنے کے لئے نیز صاحب مزار کی نسل اور وراثت یا خاندانی نجابت و سیادت کی بقا کے لئے نسبی جانشینی یا سجادہ نشینی کا رواج بھی درگاہوں پر صدیوں سے جاری ہے۔ اس منصب کے انتخاب کے لئے شرعاً اور رواجاً صاحب مزار سے نسبی قربت اور اہلیت امتیازات ہوتے ہیں۔ نسبی جانشین ہی درگاہ کی خدمت اور حفاظت کے لئے خدام مقرر کرتا ہے انکو ماہوار یا روزانہ معاوضہ دیتا ہے یا درگاہ کی آمدنی میں سے ان لوگوں کے گزارہ کے لئے کچھ دیدیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت خواجہ اجمیری کے روحانی جانشین خواجہ قطب صاحب ہوتے ہوئے درگاہ کے سجادہ نشین آپ کے فرزند ارجمند ہوئے اور درگاہ کی خدمت کے لئے حضرت خواجہ مولانا فخرالدینؒ خادم خاص حضرت خواجہ صاحب مقرر ہوئے اسی طرح حضرت بابا صاحبؒ کے روحانی جانشین حضرت محبوب الٰہی تھے۔ لیکن جانشین نسبی اُن کے فرزند تھے۔ انہوں نے خدام تنخواہ پر مقرر کئے۔ کیونکہ جاگیر و معاش کی آمدنی کافی تھی۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اسی طرح حضرت محبوب الٰہی کے واحد خلیفۂ اعظم و روحانی جانشین حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی تھے لیکن آپ کے لاولد ہونے کی وجہ سے آپ کے والد کے چچا کے پڑپوتے حضرت خواجہ ابوبکر چشتی نسبی جانشین ہوئے جو آپ کے عصبۂ قریب ہونے کی وجہ سے شرعی وارث تھے اور سیر الاولیاء کے ص ۲۰۷ کے بیان کے مطابق ہر قسم کی روحانی اہلیت بھی رکھتے تھے۔ انہی مثالوں کے مطابق ہندوستان کی دوسری درگاہوں مثلاً درگاہ حضرت صابر صاحب پیران کلیر درگاہ مخدوم صاحب ردولی شریف ضلع بارہ بنکی۔ درگاہ حضرت شاہ مینا صاحب لکھنؤ

درگاہ حضرت شاہ خاموش صاحب گوالیار۔ درگاہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ دکن۔ درگاہ شاہ نظام الدین صاحب اورنگ آبادی دکن۔ وغیرہ وغیرہ۔ تمام درگاہوں پر اس رسم ورواج کے مطابق روحانی جانشینی اور نسبی جانشینی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر جگہ صاحب مزار کے قریبی عزیز ہی مزار درگاہ۔ خانقاہ اور جملہ متروکہ کے وارث متولی یا

بنائے اختلاف

قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کسی کو ذرا سا سہارا مل جاتا ہے تو وہ بڑا سہارا حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور حصول مدعا کی جستجو میں حق و باطل کی پرواہ بھی نہیں کیا کرتا۔ چنانچہ جب اس درگاہ پر غیر کفو کے اصحاب کو حضرت خواجہ ابوبکر چشتی نے رعایتاً حصہ دیدیا۔ اور پودا جم گیا تو اب عرصہ دراز کے بعد جڑوں کے ادھر ادھر پھیلانے اور برگ وگل کے لہرانے کے لئے وسعت نکالنے کی جد وجہد شروع ہوئی اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوت بازو کے بقدر ہاتھ پیر مارے۔ اور کل پرزے نکالے۔ لیکن ورثائے شرعی کے آڑے آنے کے خوف سے ذرا خفیہ طور سے کام کرتے رہے۔ چونکہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب نے سارے جہان کو زیر و زبر کردیا جس کا اثر درگاہ کے شرعی ورثاء کے خاندان پر بھی پڑا اور افراد خاندان صرف تین چار گھر رہ گئے۔ تو پھر ان حضرات کو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر وہی شرارت سوجھی اور ورثائے حقیقی کے خلاف خفیہ طریق پر زبانی اور تحریری پروپگنڈہ شروع کردیا۔ چونکہ آجکل عوام فارسی عربی لٹریچر اور بزرگوں کی سوانح حیات سے رفتہ رفتہ نابلد ہوتے جا رہے ہیں اس لئے ان غیر کفو کے اصحاب نے نذر و نیاز کے حصوں کی رعایتوں کا سہارا لے کر آپ کو حضرت محبوب الٰہی کا خواہر زادہ لکھ کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش

شروع کر رکھی ہے اور نہ فخر خواہر زادہ لکھتے ہیں بلکہ اپنے ناموں کے ساتھ ایسے ایسے القاب بھی لکھنے شروع کر دیئے ہیں کہ جن سے حضرت محبوب الٰہی یا ان کی درگاہ سے خصوصیت ظاہر ہو۔ پس ان حالات میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو دھوکہ اور غلط فہمی سے بچانے کے لئے اُن تمام خاندانوں کا شجرۂ نسب جو اس درگاہ پر رہتے ہیں پیش کیا جائے اور اس پر علماء ہند کا فتوے لیا جائے تاکہ ناظرین کو حقیقت معلوم ہو جائے کہ حضرت محبوب الٰہی کے اصل وارث اور نسبی جانشین کون بزرگ تھے اور اب انکی اولاد میں کون کون ہے چونکہ اس درگاہ پر جاگیر یا معاش نہیں ہے۔ اس لئے عدالتوں میں روپیہ اور وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا گیا ورنہ حکومت کے فیصلوں کے ذریعہ ایسے لوگوں کا بہت اچھا انتظام ہو سکتا ہے۔

لُبِّ لباب

اس ساری تحریر کا لُبِّ لباب درگاہ حضرت نظام الدین اولیا کی حقیقت سجادگی کو عیاں کرنا تھا لیس مندرجہ بالا حقائق اور اگلے صفحوں پر مندرج شرعی فتوؤں کی روشنی میں یہ بات پایۂ تحقیق پہنچ چکی ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کے روحانی جانشین اور خلیفہ اعظم حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی تھے۔ اور نسبی جانشین لحاظ قربت نسب حضرت خواجہ ابوبکر چشتی رح تھے ان دو قسم کی سجادہ نشینی یا جانشینی کے علاوہ کسی تیسری قسم کی سجادگی کا وجود پردۂ دنیا پر کسی جگہ موجود نہیں ہے۔ نیز مولانا محمد امام صاحب و قاضی محی الدین کاشانی صاحب کی اولاد میں صرف پیسہ کوڑی کا تعلق اس درگاہ سے رکھتی ہیں۔ نہ کہ جدّی نسب کا کسی درگاہ کی آمدنی میں یا کسی کی زرعی یا سکنی جائداد میں حصہ دار ہوجانے کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ حصہ دار اُس مالک جائداد یا اس درگاہ کے

صاحب مزار کی اولاد یا خاندان سے ہو۔ مصلحت۔ حالات اور واقعات کے تحت اکثر جانشینوں اور ہندوستان کی اکثر درگاہوں میں غیر کفو کے لوگ شریک اور حصہ دار پائے جاتے ہیں۔ لیکن خصوصیت اور امتیاز اُس ہی کو حاصل ہوتا ہے کہ جو اُس جانشین یا درگاہ کے والی سے جدی و نسبی قرابت رکھتا ہے۔

ان چاروں خاندانوں میں دختری لین دین ہوتا رہا ہے۔ لیکن خاندان یکجدی خواہرزادگان یعنی حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کی اولاد نے حضرت نظام الدین اولیا کی وفات کے تقریباً پانچ سو برس بعد تک یہ لین دین کبھی غیر کفو کے پیرزادوں کے ساتھ نہیں کیا تھا لیکن جب آپس میں یہ معاہدہ ہو گیا کہ ایک دوسرے کے خاندانی اور موروثی حقوق اور معاملات میں دخل نہیں دے گا تو کچھ عرصہ سے یہ پابندی اُٹھ گئی اور ایک خاندان کی بیٹی نہ صرف دوسرے خاندان میں بلکہ دہلی شہر میں غیر اقوام میں بھی بیاہی جانے لگیں اور دہلی سے یہاں آنے لگیں۔ چنانچہ مذکورہ معاہدہ کے باوجود اس دختری لین دین کے سہارے سے یہ لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ چاروں خاندان برابر ہیں۔ حالانکہ یہ محض ان کی دیدہ دلیری ہے کیونکہ دختری تعلق کی بنا پر شرعاً کوئی بھی اُس خاندان کا فرد نہیں کہلایا جاتا بلکہ جس خاندان کا نطفہ ہوتا ہے اُس ہی خاندان کا فرد کہلایا جاتا ہے۔ نیز چاروں خاندانوں کی باریوں کی علیحدگی آج بھی یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ چاروں خاندان بلحاظ کفو اور سلسلہ نسب بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر ایک ہوتے یا مساوی الحقوق ہوتے تو چار باریوں کی تقسیم کی ضرورت نہ ہوتی۔ ایک ہی باری کافی ہوتی۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جیسے کوڑی کے متعلق سے کوئی شخص کسی کے خاندان کا فرد نہیں بن سکتا پس اگر خواجہ ابوبکر چشتی درگاہ کی کُل آمدنی ان سب کو بخش دیتے اس وقت بھی وہ شرعاً نسبی جانشین ہی کہلائے جاتے اور شرع شریف یا دنیا کا کوئی قانون ان کو اس منصب سے علیحدہ نہیں کر سکتا تھا۔

دہلی اور ہندوستان کے مشہور و مستند اور معزز علماء کا شرعی فیصلہ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی وراثت اور خاندانی جانشینی کے متعلق کیا گیا

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے لاولد اور غیر شادی شدہ انتقال کیا۔ اور اپنے والد کے چچا کے پڑپوتے سید خواجہ ابوبکر چشتی کو اور اپنے دادا کے چچا کے پڑپوتے کے پڑپوتے سید خواجہ رفیع الدین ہارون کو اپنے خاندان میں سے چھوڑا۔ اپنے پیر کے نواسوں میں سے سید محمد امام و سید محمد موسے کو اپنے خلفاء میں سے قاضی محی الدین کاشانی وغیرہم کو اپنے خادموں میں سے خواجہ عبدالرحمن۔ خواجہ اقبال اور خواجہ مبشر کو چھوڑا۔ پس بروئے شرع شریف جملہ متذکرہ صدر حضرات میں سے کون صاحب حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے وارث اور جانشین نسبی تھے۔ نوٹ :۔ معلوم ہو کہ حضرت موصوف کے روحانی جانشین اور خلیفہ اعظم حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی تھے۔

جوابات

اس صورت میں وارث شرعی خواجہ نظام الدین کے سید ابوبکر چشتی ہیں سید رفیع الدین ہارون وارث نہیں ہیں۔ کیونکہ سید ابوبکر چشتی خواجہ نظام الدین کے دادا کے چچا کے پڑپوتے ہوتے ہیں اور سید رفیع الدین ہارون

خواجہ نظام الدین کے پردادا کے چچا کے پڑپوتے کے پڑپوتے ہوتے ہیں۔ جو سید ابوبکر چشتی سے رشتہ اور قرابت میں بہت بعید ہیں۔

اور سید محمد امام اور سید موسےٰ اور خواجہ اقبال اور خواجہ عبدالرحمٰن اور خواجہ مُبشّر کا دعوےٰ بلا دلیل شرعی اور شرعاً غیر مسموع ہے فقط واللہ اعلم۔

مسعود احمد

مُہر

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۷ ۵/۱۲ ھ

الجواب صحیح :- سید مہدی حسن۔ مفتی دیوبند

(۲) معتبر کتب تواریخ اور شجرۂ نسب سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے قریب تر عصبہ سید ابوبکر چشتی نور اللہ مرقدہٗ ہی ہیں۔ اس لئے صرف وہی شرعی وارث ہیں۔ اور کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔

خادم ملت۔ محمد حفظ الرحمٰن۔ ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند۔ دہلی

(۳) خدمت سے استحقاق ورث حاصل نہیں ہوتا۔ نہ پیر زادہ ہونے سے نہ خلیفہ ہونے سے نہ متبنّیٰ (لے پالک) ہونے سے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جن حضرات کا رشتہ نسب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے کسی طرح نہیں ملتا۔ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وارث نہیں ہیں۔ درّ مختار میں ہے ویستحق الارث باحد ثلاثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء الخ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے :- وبالجملۃ المتبنّیٰ۔ الخ۔ صورت مسئلہ میں شجرہ سے ظاہر ہے کہ سید ابوبکر چشتی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

کے والد ماجد کے چچا کی اولاد ہیں اور سید رفیع الدین ہارون ان کے دادا کے چچا کی اولاد ہیں تو سید ابو بکر چشتی عصبہ قریب ہیں۔ اور سید رفیع الدین ہارون عصبۂ بعید ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں سید رفیع الدین محجوب ہیں۔ اور سید ابو بکر چشتی متروکہ کے مستحق ہیں۔ خواہر زادہ ذوالارحام سے ہوتا ہے۔ اور ذوی الفروض یا عصبہ میں اگر کوئی ہو تو ذوی الارحام محجوب ہوتے ہیں۔ لہٰذا سید رفیع الدین ہارون خواہر زادہ ہونے کی حیثیت سے بھی محجوب ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہٗ السید محمد افضل حسین

مہر

مفتی دار العلوم منظر اسلام بلدۂ بریلی

۲۸ رجمادی الاوّل ۱۳۷۱ھ

الجواب صحیح :۔ فقیر غلام یزدانی خادم مدرسہ منظر الاسلام۔ بریلی

(۴) خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے وارث صرف حضرت خواجہ سید ابو بکر چشتی رحمہم اللہ تعالےٰ ہیں۔ کہ صرف وہی عصبہ قریب ہیں۔ کسی کا پرورش شدہ ہونا باعث وراثت نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

مہر

محمد مظہر اللہ۔ مسجد جامع۔ فتحپوری۔ دہلی

(۵) شجرہ مرقومہ صفحہ ثانیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے جدّی خاندان میں سے اقرب ترین سید ابو بکر چشتی حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے وقت موجود تھے لہٰذا وہی حضرت خواجہ صاحب کے وارث تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی بزرگ اس قدر اتصال قرابت والا

موجود نہ تھا۔ ہاں حضرت کے فیضان صحبت سے مشرف ہونے والوں میں اور بزرگ موجود تھے مگر وہ وارث نہیں تھے۔

(مفتی) محمد کفایت اللہ
دہلی

مُہر

(۶) شجرہ ہذا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ سے جو نسبی تعلق حضرت ابوبکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ہے اس سے زیادہ کوئی وارث ہونے کے اعتبار سے قریب نہیں ہے۔

مُہر

فقیر احمد سعید

(۷) ہر دو مفتیان کا جواب باصواب صحیح ہے۔
(یعنی مفتی مظہر اللہ اور مفتی کفایت اللہ کا)

فقیر کثیر التقصیر محمد عبد الغفار
خلف مفتی الاحناف۔
مدرسہ یعقوبیہ۔ مسجد حوض قاضی دہلی۔

درالمجیب
الفقیر محمد عبد القدیر القادری۔ بدایونی
(سابق مفتی اعظم مملکت آصفیہ حیدر آباد دکن)

قد اصاب المجیب اللبیب
فقیر سید غلام علی معینی۔ (محدث آستانہ غریب نواز)
زادیہ نشین آستانہ عالیہ وخادم دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر

الجواب ہوالصواب

(مولوی) محمد یونس

امام وخطیب جامع مسجد شاہجہانی درگاہ معلیٰ۔ اجمیر

الجواب صوابٌ والمجیب مصیبٌ

(مولانا) عبدالباری۔ معنی۔ درگاہ معلیٰ۔ اجمیر شریف۔

جواب باصواب ہے

عیاں راچہ بیان

(مولوی) میر محمد اختر۔ چاٹگامی

اسٹیشن روڈ۔ مسجد امام

مشرقی پاکستان

الجواب صحیح مُصدقہ سید شاہ صابر حسینی سجادہ نشین درگاہ شاہ خاموش صاحب حیدر آباد دکن

(مولوی) سید ولی اللہ حسینی

مُہر

صدر انجمن کل ہند پیشوایان مذاہب

حیدر آباد دکن

للّٰہ درمن اجاب واحاب۔ مُصدقہ محمد صادق المجددی کابلی المعروف ملا شور بازار

ننگ انام

(مولوی) محمد مظاہر امام کان اللہ لہٗ

مُہر

صدر مدرس مدرسہ حسین بخش۔ دہلی

مُصدقہ۔ خواجہ شاہ غلام محی الدین ناظر سجادہ نشین درگاہ خواجہ خانون صاحب گوالیار

جوابات صحیح ہیں

(مولوی) محمد شفیع صدر مدرس مدرسہ

عبدالرب دہلی

مہر

جواب صحیح ہے۔

(مولوی) حبیب الرحمٰن لدھیانوی

الجواب صحیح

(مولوی) محمد سمیع اللہ قاسمی دہلی

جواب صحیح ہے۔

(مولوی) فقیر محمد الفاروقی کان اللہ لہٗ

مدرسہ محمدیہ امدادیہ۔ الہ آباد

(ممبر کاؤنسل آف سٹیٹ بھارت

الجواب صحیح

(مولوی) محمد میاں ناظم جمعیۃ علماء ہند

الجواب صحیح

(مولوی) محمد عبدالشکور اجمیری۔

(ممبر کاؤنسل آف سٹیٹ۔ بھارت

الجواب صحیح۔

(مولوی) طاہر بن احمد القاسمی۔

ناظم دارالصنائع دارالعلوم۔ دیوبند۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی شرعی وراثت کے متعلق ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء کے متفقہ شرعی فیصلہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کے وارث اور نبی جانشین بلاشبہ حضرت خواجہ ابوبکر چشتی تھے۔ حضرت مولانا محمد امام۔ قاضی محی الدین کاشانی یا خواجہ عبدالرحمٰن خادم وغیرہ غیر کفو کے لوگ تھے اور حضرت کے نسب سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے

اگلے صفحات پر مستند شجرہ درج ہے جس سے اس خاندان کا نسبی تعلق ظاہر ہو جائیگا۔

ضۂ مبارک حضرت بابا فرید شکر گنج ؒ — روضۂ مبارک حضرت خواجہ امیر خسرو ؒ
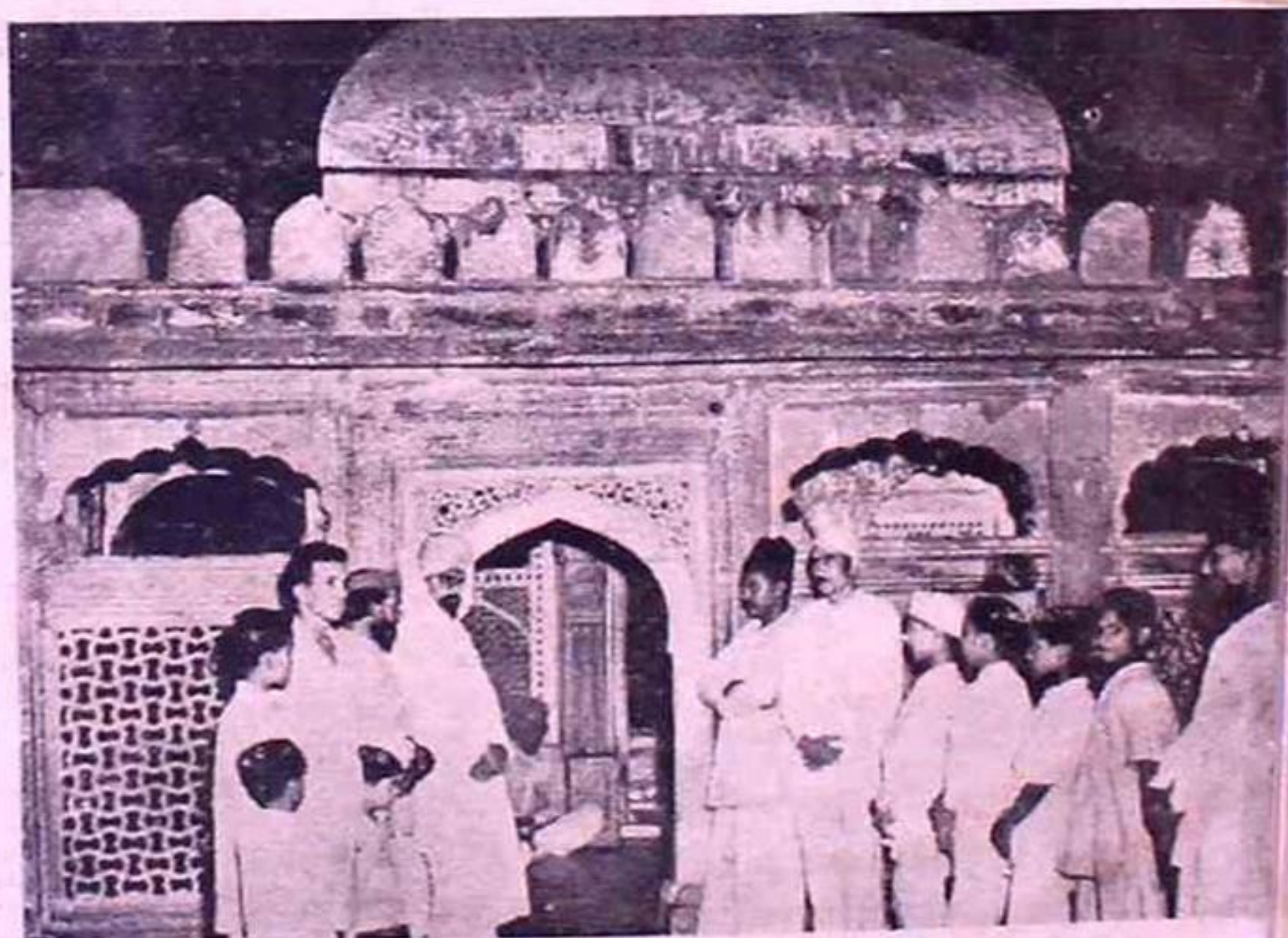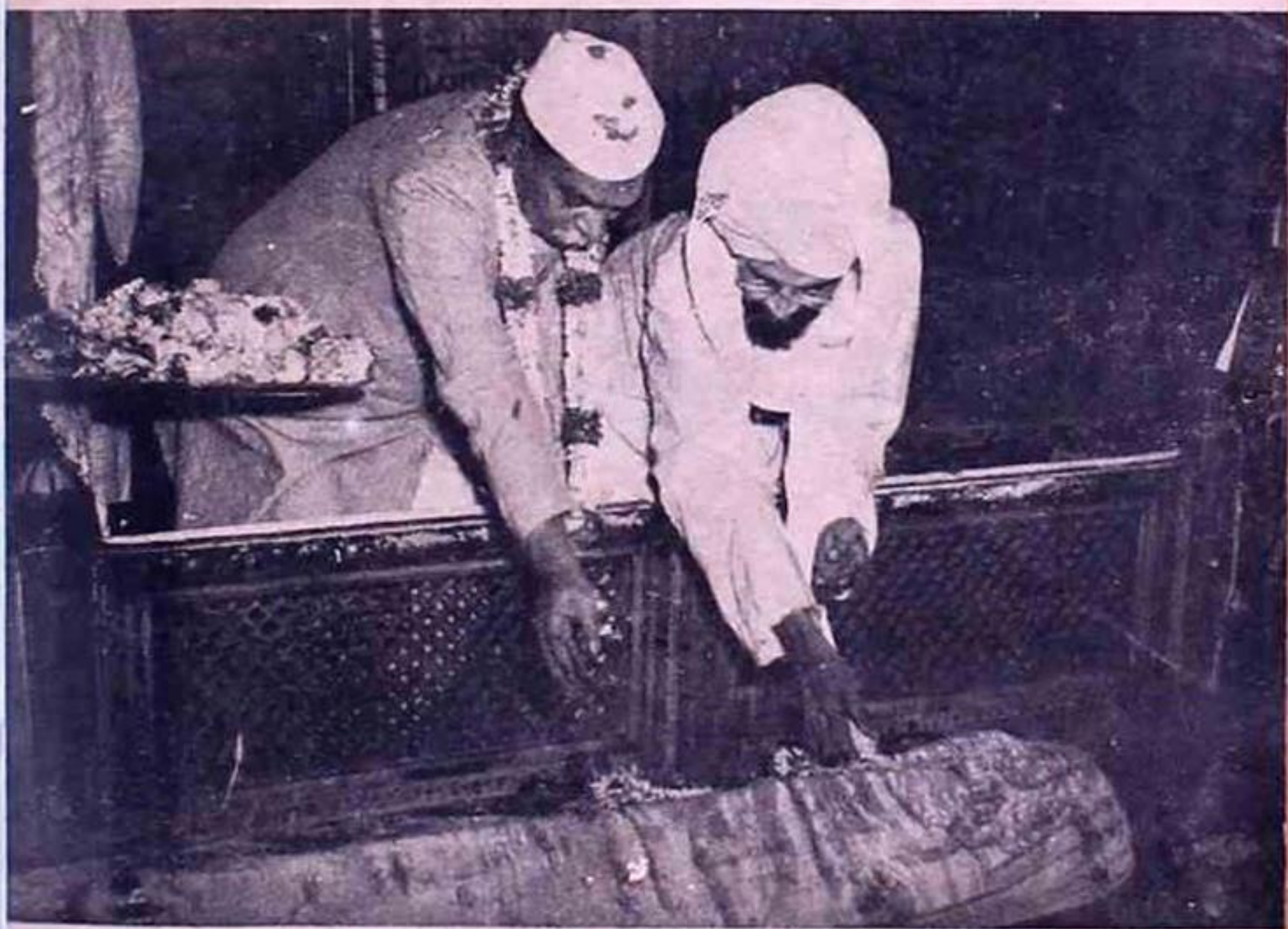
مزار مبارک حضرت محبوب الٰہی پر صدر جمہوریہ ہند پھول چڑھا رہے ہ

زار
بارک
حضرت
خواجہ
وبکر
تی رح